914

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ20۔مارچ2014

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ مال وکالونیز)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

(اے) مسودہ قانون پر غور وخوض اور اس کی منظوری

مسودہ قانون تولیدی، میٹرنل، نومولود و چائلڈ ہیلتھ اتھارٹی پنجاب 2014 (قانون نمبر12 بابت2014)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون تولیدی، میٹرنل، نومولود وچائلڈ ہیلتھ اتھارٹی پنجاب 2014 پر فوری غور وخوض کے لئے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 95(3) کی مقتضیات متذکرہ قواعد کے قاعدہ 234 کے تحت معطل کی جائیں۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون تولیدی، میٹرنل، نومولود وچائلڈ ہیلتھ اتھارٹی پنجاب 2014، جیسا کہ سٹینڈنگ کمیٹی برائے صحت نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، فوری طور پر زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون تولیدی، میٹرنل، نومولود وچائلڈ ہیلتھ اتھارٹی پنجاب 2014 منظور کیا جائے۔

(بی) قبل از بجٹ بحث جاری رہے گی۔

916

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا ساتواں اجلاس

جمعرات،20-مارچ2014

(یوم الخمیس،18-جمادی الاوّل1435ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11بج کر35منٹ پر زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر سردار شیر علی گورچانی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ
مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝١٩٢ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ
اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا
وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ۝١٩٣ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ
لَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ۝١٩٤

سورة آل عِمرَان آیات 192تا 194

اے پروردگار جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا اسے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (192) اے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ ایمان کے لئے پکار رہا تھا (یعنی) اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے اے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا (192) اے پروردگار تو نے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے وعدے کئے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجیئو کچھ شک نہیں کہ تو خلاف وعدہ نہیں کرتا (194)

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

اِکّو اذی حیاتی دا معیار ہونا چاہی دا
اللہ دے حبیب نال پیار ہونا چاہی دا
ابو بکر صدیق نے ایہہ دَسیا اے دوستو!
سب کچھ سوہنے توں نثار ہونا چاہی دا
حسنؓ حسینؓ توں جند جان وار کے
علیؓ دے غلاماں وِچ شمار ہونا چاہی دا
آقا جدوں یاد کرو اپنے غلاماں نوں
ساڈا وی غلاماں وِچ شمار ہونا چاہی دا
لباں تے نیازی جدوں ساہ ہون آخری
اوس ویلے آقا دا دیدار ہونا چاہی دا

سوالات

(محکمہ مال وکالونیز)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب قائم مقام سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ مال وکالونیز سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور اُن کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! سوال نمبر 24 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور شہر اور صوبہ کے دوسرے شہروں میں ایک مرلہ زمین کی پیمائش میں فرق کی تفصیلات

*24: **میاں نصیر احمد:** کیا وزیر مال وکالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا صوبہ پنجاب میں ایک مرلہ زمین کی پیمائش لاہور شہر میں اور دوسرے شہروں و دیہات میں مختلف ہے؟

(ب) اگر جواب درست ہے تو لاہور شہر میں مرلہ کتنے مربع فٹ کا ہے اور باقی جگہوں پر کتنے مربع فٹ کا ہے نیز اس فرق کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

(ج) کیا اس فرق کو ختم کرنے کے لئے حکومت کوئی منصوبہ بندی کر رہی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال وکالونیز(چودھری زاہد اکرم):

(الف) جی ہاں! صوبہ پنجاب میں ایک مرلہ زمین کی پیمائش ضلع لاہور کے چند دیہات اور دوسرے شہروں اور دیہات سے مختلف ہے۔

(ب) سابق تحصیل لاہور حال ضلع لاہور سوائے راوی کے شمالی علاقہ (چند دیہات) کے 60 انچ یعنی 5 فٹ کے حساب سے 225 مربع فٹ کا مرلہ ہے لاہور کا جزوی شمالی حصہ مع باقی تمام اضلاع میں 66 انچ یعنی ساڑھے پانچ فٹ کے حساب سے 272 مربع فٹ کا مرلہ ہے۔

جہاں تک بنیادی فرق کا تعلق ہے زمین کی ابتدائی پیمائش کرم کے ذریعے کی جاتی ہے تقسیم ملک سے قبل پنجاب کے مختلف مقامات میں کرم 54انچ سے 66انچ کے حساب سے مقرر ہیں چونکہ مختلف مقامات میں اوسط قامت انسان مختلف ہوتی ہے اس واسطے مختلف مقاموں میں پیمانہ پیمائش کا مختلف ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے۔ جھنڈی (الف و ب) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس فرق کو ختم کرنے کے لئے حکومت کا کوئی ارادہ نہ ہے۔ مالکان اراضی کی حصہ داری انہی مرلوں کے حساب سے حصص مقرر کئے گئے ہیں اگر سابقہ پیمانہ کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو حقیتوں اور حصہ داری میں مقدمہ بازی بڑھے گی اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (ب) کا بڑا دلچسپ جواب دیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ "چونکہ مختلف مقامات میں اوسط قامت انسان مختلف ہوتی ہے اس واسطے مختلف مقامات پر پیمانہ پیمائش بھی مختلف ہوتا ہے۔" اس کا بظاہر یہ مطلب نکلتا ہے کہ جس شہر میں لمبے قد کے لوگ ہیں اُن کی پیمائش زیادہ ہو گی اور جہاں پر چھوٹے قد کے لوگ ہیں ان کی پیمائش کم ہو گی۔ کیا یہ بات درست ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! جواب کی تفصیل کے ساتھ Land Records Manual لگایا گیا ہے جس کے اندر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ شہروں میں کس انچ کے حساب سے کرم کی پیمائش کی جاتی تھی۔ اس میں لاہور کے چند شمالی دیہاتوں کے علاوہ باقی سارے پنجاب میں 66انچ کے حساب سے کرم کی پیمائش کی گئی ہے یعنی ساڑھے پانچ فٹ کے حساب سے 272مربع فٹ کا مرلہ ہو گا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! شاید پارلیمانی سیکرٹری صاحب میرا سوال سمجھ نہیں سکے اس لئے میں اپنے سوال کو دہرا دیتا ہوں۔ آج اکیسویں صدی کے اس الیکٹرانک دور میں پاکستان کے صوبہ پنجاب کی اسمبلی میں جواب دیا جا رہا ہے کہ زمین کی پیمائش قدموں سے کی جاتی ہے۔ اب جس شہر میں چھوٹے قد کے لوگ رہتے ہیں وہاں پیمائش کم ہو گی اور جس شہر میں بڑے قد کے لوگ رہتے ہیں تو وہاں پر پیمائش زیادہ ہو گی۔ کیا یہ طریق کار آج کے اس دور میں بھی رائج ہے، میں ان سے تصدیق کرانا چاہتا ہوں کہ کیا آج بھی یہی طریق کار رائج ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! چونکہ یہ پیمائشیں پرانی ہیں لہذا اسی طریق کار کے مطابق ان کی پیمائش کی جائے گی۔ اگر اس کی پیمائش کو تبدیل کیا جاتا ہے تو پھر بہت سارے مسائل سامنے آئیں گے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس سے تو بظاہر یہ لگتا ہے کہ اگر بعض شہروں میں چھوٹے قد کے لوگ ہیں اور بڑے قد کے لوگ نہیں ملتے تو وہاں پیمائش کم ہو گی۔ لاہور شہر میں فٹ اس لئے زیادہ ہیں کیونکہ یہاں لمبے قد کے لوگ رہتے ہیں۔ لاہور شہر کی سوا کروڑ کی آبادی ہے تو ہم یہاں سے دس، پندرہ یا بیس افراد ایک جیسے قد کے پورے پنجاب کے لئے دے سکتے ہیں تاکہ پیمائش برابر ہو سکے۔

جناب سپیکر! حقیقت میں یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہماری کچہریوں اور تھانوں میں مسائل کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اس جدید دور میں بھی وقت کی ضرورت کے مطابق جدید طریق کار کو نہیں اپنایا۔ جواب میں بتایا گیا ہے کہ پورے پنجاب میں پرانا طریقہ پیمائش رائج ہے۔ مجھے اس جواب کی تفصیل کے ساتھ جو فہرست دی گئی ہے اس میں لکھا گیا ہے کہ "طول کا پیمانہ کرم یا گٹھا ہوتا ہے اور یہ مختلف اضلاع میں مختلف طوالت کا حامل ہوتا ہے۔ اس تفصیل میں پہلے دہلی، گڑگاؤں، رُہتک، لدھیانہ اور پانی پت (کرنال) کا بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد انبالہ، کرنال، جالندھر، ہوشیار پور، امرتسر، گورداسپور، شاہ پور کے کوہستانی حلقہ کا ذکر ہے۔ آخر میں فیروزپور اور اس کے درمیان چھوٹا سا لاہور بھی ہے۔ اس صدیوں پرانے نظام نے ہمارے ریونیو کے نظام کو جکڑا ہوا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب زمین کے ریکارڈ کو computerized کرنے کے لئے دن رات محنت کر رہے ہیں تاکہ عام آدمی اس چکر سے چھٹکارا پا سکے۔ مجھے یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ جہاں لمبے قد ہوں گے وہاں پر پیمائش اور ہو گی اور جہاں چھوٹے قد ہوں گے وہاں پر پیمائش مختلف ہو گی۔ مجھے جواب میں محکمہ کی طرف سے ایک طریق کار بتایا گیا ہے اور اس کے بعد کہا گیا ہے کہ "اس فرق کو ختم کرنے کے لئے حکومت کا کوئی ارادہ نہ ہے۔" میں ان سے پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ آج کے الیکٹرانک اور کمپیوٹر کے دور میں قدموں کی پیمائش بہتر ہے یا جدید آلات کی پیمائش زیادہ بہتر ہے؟۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ اپنے سوال کو مختصر کر لیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ کیا اس پرانے نظام کو تبدیل کرنے کا کوئی ارادہ ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!آپ اس نظام کو تبدیل کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر!اس سے بہت سارے problemsآئیں گے۔ لوگ litigationمیں جائیں گے اس لئے اس نظام کو تبدیل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!اگر آج پوری دنیا میں square feetکے حساب سے معاملات چل رہے ہیں تو ہمارے ہاں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب!آپ اس حوالہ سے محکمہ کی بہتری کے لئے اپنی کوئی تجاویز دیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!اس سے بڑا کوئی اور مذاق ہوگا کہ اُس علاقہ کے لوگوں کے قد بڑے ہیں اس لئے اُس علاقہ کی پیمائش زیادہ ہے۔ لاہور کے اندر لوگوں کے قد چھوٹے ہیں اس لئے یہاں پر پیمائش کم ہے؟ میری گزارش ہے کہ وزیر متعلقہ اس نظام میں تبدیلی لانے کا ارادہ کریں اور یہ بتائیں کہ اس نظام کی تبدیلی کے لئے کوئی اقدامات کئے ہیں اور ہم اس میں inputدیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز!

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر!معزز ممبر اپنی تجویز دے دیں اُس پر غور کیا جائے گا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!یہاں پر چھوٹے اور بڑے قد کی بات ہوئی ہے۔ جب زمین کی قدموں سے پیمائش کی جاتی تھی تو اُس کو ایک کرم کہا جاتا تھا اور ایک کرم ساڑھے پانچ فٹ کی تھی۔ ایک جریب ہوتی تھی جس کا وزن ایک ہاتھی پر لادنے کا تھا۔ جن لوگوں کی کرم ساڑھے پانچ فٹ تھی اُن پر انحصار کیا جاتا تھا۔ اب فٹوں کا نظام بھی رائج ہے۔ میرے دوست پارلیمانی سیکرٹری کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ دو قدموں کی پیمائش ساڑھے پانچ فٹ تھی جس کا نام کرم تھا۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال جناب احمد شاہ کھگہ صاحب کا ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 46 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع پاکپتن: محکمہ کی اراضی و دیگر تفصیلات

*46: جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع پاکپتن میں محکمہ کی کتنی سرکاری اراضی ہے؟

(ب) کتنی اور کون کون سی جگہ پر موجود ہے نیز کیا مذکورہ زمین بے گھر اور بے زمین افراد کو الاٹ کی گئی ہے، اگر ہاں تو سال 2008 تا 2013 الاٹ کی گئی، زمین کی تفصیل مع نام، ولدیت اور پتا جات بیان کی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) ضلع پاکپتن میں کل 25605 ایکڑ 3 کنال اور 7 مرلہ سرکاری اراضی ہے۔

(ب) کل سرکاری اراضی 25605 ایکڑ 3 کنال 7 مرلہ ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

i. مختلف سکیم ہائے کے تحت الاٹ شدہ رقبہ سرکار 8125 Acre 4-K 16M

ii. مختلف محکموں کے زیر استعمال رقبہ سرکار 16567 Acre 2 K 13 M

iii. رقبہ سرکار جو سال 2010ء سے پٹہ پر دیا 598-Acre 4K 5M

iv. بقایا رقبہ سرکار جو موجود ہے۔ 314-Acre 0K 3M

میزان 25605-Acre 3K 7M

2008 تا 2009 سرکاری زمینوں کی الاٹمنٹ پر پابندی تھی اس لئے اس دوران کوئی رقبہ الاٹ نہ کیا گیا ہے جبکہ 2010 میں مختلف لوگوں کو عارضی کاشت سکیم پر 598 ایکڑ 4 کنال 5 مرلہ رقبہ الاٹ کیا گیا ہے۔ تفصیل جھنڈی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ 314 ایکڑ 3 مرلہ رقبہ بقایا سرکار ہے۔ جس کی چک وار تفصیل جھنڈی (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں میرے ضلع سے جو figures آئے ہیں میں ان سے مطمئن ہوں۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اگلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 64 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔
جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں تمنداری نظام کی تفصیلات

*64: میاں نصیر احمد: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تمنداری نظام کیا ہے اور صوبہ پنجاب میں کہاں کہاں موجود ہے؟

(ب) تمندار بنانے کا طریق کار کیا ہے نیز تمندار کو کیا کیا سہولیات حاصل ہوتی ہیں، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) صوبہ پنجاب میں کہیں بھی تمنداری نظام موجود نہ ہے کیونکہ آرڈیننس نمبر 15 آف 1976 مجریہ صدر پاکستان / فیڈرل ایکٹ بابت تنسیخ سرداری نظام سال 1976 کے تحت سرداری نظام و تمن داری نظام کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ قانون منسوخی جاگیران پنجاب 1962 مارشل لاء ریگولیشن نمبر 64 آف 1959 کے تحت تمام جاگیریں بلا معاوضہ منسوخ کر دی گئی ہیں۔

(ب) جیسا کہ جز (الف) میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے کہ تمنداری نظام ختم ہو چکا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ صوبہ پنجاب میں کہیں بھی تُمنداری نظام نہ ہے۔ میرے سوال کا پہلا حصہ ہے تُمنداری نظام کیا ہے اس کی ذرا وضاحت کر دیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز!

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! یہ بات درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں تُمنداری نظام نہ ہے۔ تُمنداری نظام یہ ہے بمطابق Punjab Land Administration Manual Year 1908 and Gazette District Dera Ghazi Khan Year 1883-84 برطانوی عہد حکومت سے قبل ہر بلوچ قبیلے کا سردار تُمندار کہلاتا تھا۔ وہ بادشاہت کے محدود اختیارات استعمال کرتا تھا اور یہ اُس کا وراثتی عہدہ ہوتا تھا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جواب دیا ہے کہ تُمندار بادشاہی نظام کے اختیارات استعمال کرتا تھا۔ میرا آخری ضمنی سوال یہ ہے کہ وہاں پر بظاہر بارڈر ملٹری پولیس کا جو act ہے

توآج بھی اُسbeltکے سید اور بلوچ کے علاوہ اُس بارڈر ملٹری پولیس میں لوگ بھرتی نہیں کئے جاتے اور وہ وہاں پر تُمندار کیrecommendationپر بھرتی ہوتے ہیں تو کیااس میں حقیقت ہے ؟

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! میرا بھی چونکہ اُس علاقہ سے تعلق ہے اور میں بھی اُس نظام کا ایک حصہ ہوں تو بالکل ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بارڈر ملٹری پولیس کےrulesمیںamendmentہو چکی ہے۔ بے شک پہلے اُسی قبیلے کے لوگوں کو وہاں پر بھرتی کیا جاتا تھا لیکن اب چونکہ rules amend ہو گئے ہیں تو اب پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ اُسی قبائلی علاقہ کے ڈومیسائل رکھنے والے لوگوں کو اہلیت کی بنیاد پرimportanceدی جائے گی۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوالdispose ofکیا جاتا ہے۔ جناب فیضان خالد ورک صاحب!

جناب فیضان خالد ورک: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 329 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع شیخوپورہ: سرکاری زمین قبضہ گروپوں سے واگزار کروانے کی تفصیلات

*329: جناب فیضان خالد ورک: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) حکومت نے ضلع شیخوپورہ میں پچھلے تین سالوں کے دوران کتنی سرکاری زمین قبضہ گروپوں سے واگزار کروائی ؟

(ب) قبضہ گروپ کے لوگوں کے خلاف ایف آئی آرز درج کروائی گئی ان کے ناموں اور پتا جات سے آگاہ کریں ؟

(ج) مذکورہ اراضی جو واگزار کروائی گئی کس کس موضع جات میں تھی اور یہ ان قبضہ گروپوں کے پاس کتنے کتنے عرصے سے تھی ؟

(د) ان قبضہ گروپوں سے سرکاری اراضی واگزار کروانے کے بعد ان سے کتنا کتنا جرمانہ وصول کیا گیا، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمائیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) حکومت نے ضلع شیخوپورہ میں پچھلے تین سالوں میں قبضہ گروپوں سے 2263 کنال 11 مرلے سرکاری اراضی واگزار کروائی۔

(ب) جن لوگوں کے خلاف ایف آئی آر ز درج کرائی گئی ہیں ان کے نام اور پتا جات مندرجہ ذیل ہیں:

1.	نتھو خان ولد عمر دراز قوم راجپوت	ساکن RB/12 تحصیل صفدر آباد ضلع شیخوپورہ
2.	نذیر احمد ولد محمد نور محمد قوم بھٹی	ساکن RB/11 تحصیل صفدر آباد ضلع شیخوپورہ
3.	محمد یعقوب ولد علی محمد قوم آرائیں	ساکن RB/24 تحصیل صفدر آباد ضلع شیخوپورہ
4.	عبدالغفور ولد سراج قوم آرائیں	ساکن RB/24 تحصیل صفدر آباد ضلع شیخوپورہ

(ج) مندرجہ ذیل چکوک میں قبضہ گروپوں سے سرکاری اراضی واگزار کروائی گئی ہے:

تحصیل صفدر آباد ضلع شیخوپورہ

1. چک نمبر RB/12 عرصہ چھ سال ناجائز قابض
2. چک نمبر RB/11 عرصہ تین سال ناجائز قابض
3. چک نمبر RB/24 عرصہ چار سال ناجائز قابض
4. چک نمبر RB/24 عرصہ چار سال ناجائز قابض

تحصیل و ضلع شیخوپورہ

1. چک GB/532 (چھ سال)
2. چک UCC/8 (چار سال)
3. چک نمبر UCC/8 (چار سال)
4. چک نمبر UCC/6 (تین سال)
5. چک نمبر UCC/522 (سات سال)
6. چک نمبر GB/524 ٹبی گاڑھے شاہ (چار سال)
7. چک نمبر GB/529 مانگا (چار سال)
8. چک نمبر GB/525 (تین سال)
9. چک نمبر GB/522 (سات سال)
10. عمونکی (دس سال)
11. چک نمبر UCC/523 (تین سال)
12. چک نمبر UCC/5 گجیانہ نو (پانچ سال)
13. چک سیٹھیاں (الاٹمنٹ نمبر 518)
14. ککڑ گل (تین سال)
15. چک نمبر UCC/523 (تین سال)
16. چک نمبر GB/460 ککی (دس سال)
17. چک نمبر GB/539 (چھ سال)
18. مدکے (تین سال)
19. موضع ککی (آٹھ سال)

تحصیل شرقپور ضلع شیخوپورہ

1. موضع چک نمبر 16/UCC
2. چک نمبر 539/GB چھ سال
3. موضع چک نمبر 19/UCC
4. چک نمبر 20/UCC (عرصہ ایک سال سے ناجائز قابض ہیں)

تحصیل فیروزوالا ضلع شیخوپورہ

1. ڈھاکہ (دو سال)
2. کوٹ ہدایت علی (تین سال)
3. دھوپ سڑی (چار سال)
4. دندیاں (نو سال)
5. بنسی نگر (چار سال)
6. چک نمبر 50/UCC (دو سال)
7. چک نمبر 46/UCC (چھ سال)
8. چک نمبر 37/UCC (تین سال)
9. شاکے (چار سال)
10. لتھے پور (دو سال)
11. گرانگ والا (دو سال)
12. فتح ریحان (تین سال)
13. محمد پور (چار سال)
14. چک نمبر 45 (چار سال)
15. رتن پورہ (تین سال)
16. تلوارہ پار (دو سال)
17. گوئل (آٹھ سال)

(د) ناجائز کاشت کی مثلیں مرتب کی جارہی ہیں۔تاحال کوئی جرمانہ وصول نہیں کیا گیا۔ڈسٹرکٹ کلکٹر، شیخوپورہ کو ہدایات جاری کی گئیں کہ جرمانہ جلد از جلد وصول کیا جائے۔

جناب فیضان خالد ورک: جناب سپیکر! میں اس سوال کے جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اگلا سوال بھی جناب فیضان خالد ورک صاحب کا ہے۔

جناب فیضان خالد ورک: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 330 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع شیخوپورہ: جعلی اشٹام پیپرز کی فروخت و دیگر تفصیلات

*330: جناب فیضان خالد ورک: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع شیخوپورہ میں اشٹام پیپرز کی فروخت کا لائسنس کس کس کے پاس ہے، ان کے نام، ولدیت اور پتا جات بتائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ شیخوپورہ میں جعلی اشٹام پیپرز کی فروخت عروج پر ہے خاص کر 100 سے لے کر 1000 روپے تک کے اشٹام جو کہ رجسٹری وغیرہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں؟

(ج) حکومت نے کتنے لوگوں کو جعلی اشٹام فروخت کرتے ہوئے گزشتہ دو سال کے دوران پکڑا ان کے نام، پتا جات بتائیں نیز حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے، ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) بمطابق ایڈیشنل ڈسٹرکٹ کلکٹر ضلع شیخوپورہ میں کل 187 اشٹام فروش ہیں ان کے نام، ولدیت اور پتا جات کی تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) حسب رپورٹ ڈسٹرکٹ کلکٹر اکاؤنٹس آفیسر شیخوپورہ ضلع ہذا میں جعلی اشٹام پیپرز کی فروخت کی کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔

(ج) حسب رپورٹ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر شیخوپورہ گزشتہ دو سال کے دوران جعلی اشٹام کی فروخت کے متعلق کوئی مقدمہ درج نہ ہوا ہے۔

جناب فیضان خالد ورک: جناب سپیکر! میں اس سوال کے جواب سے بھی مطمئن ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال محترمہ زیب النساء اعوان صاحبہ کا ہے۔ جی، سوال نمبر بولیں۔

محترمہ زیب النساء اعوان: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 832 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں گھوڑی پال سکیم کا رقبہ و دیگر تفصیلات

*832: محترمہ زیب النساء اعوان: کیاوزیر مال وکالونیزازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :–

(الف) صوبہ پنجاب میں گھوڑی پال سکیم کن کن اضلاع میں ہے ہر ضلع میں اس سکیم کا کل کتنا رقبہ ہے، علیٰحدہ علیٰحدہ تفصیل سے بیان کریں؟

(ب) گھوڑی پال سکیم کے لئے کن کن شرائط اور کتنی اراضی کا ہوناضروری ہے؟

(ج) سال 11۔2010 کے دوران کتنے لوگوں کو گھوڑی پال سکیم کے تحت رقبہ الاٹ کیا گیا تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) مذکورہ مدت کے دوران جن لوگوں کو گھوڑی پال سکیم میں شامل کیا گیاان کے نام وپتا جات اور موضع اراضی کی تفصیل بیان کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال وکالونیز(چودھری زاہداکرم):

(الف) گھوڑی پال سکیم فیصل آباد، سرگودھا، خانیوال، اوکاڑہ، ساہیوال کے اضلاع میں جاری کی گئی تھی ضلع وار رقبہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔	فیصل آباد	=	2822ایکڑ2کنال
2۔	اوکاڑہ	=	374ایکڑ5کنال15مرلے
3۔	خانیوال	=	29750ایکڑ
4۔	ساہیوال	=	48925ایکڑ
5۔	سرگودھا	=	6779ایکڑ،5کنال15مرلے

(ب) گورنمنٹ آف پنجاب کالونیزڈیپارٹمنٹ نے نوٹیفکیشن نمبری No.4292-83/2537-CLI مورخہ 09-08-1983 میں شرائط جاری کی ہیں۔ نوٹیفکیشن کی کاپی جھنڈی(الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اس کی چیدہ چیدہ شرائط درج ذیل ہیں:

1) گورنمنٹ کومزارعین کے انتخاب میں مکمل اختیار ہوگا۔

2) مزارع صرف اراضی افزائش نسل برائے حیوانات (گھوڑی / گائے) کے لئے استعمال کرے گا۔

3) مزارع گورنمنٹ سے وفادار رہے گا۔

4) مزارع گورنمنٹ، سیمی گورنمنٹ یا خود مختار ادارے کا ملازم نہ ہوگا۔ مزارع اس علاقے میں رہنے کا پابند ہو گا جس میں زمین واقع ہے لیکن بعض حالات میں مزارع اپنی عارضی غیر موجودگی میں ایک بااختیار ایجنٹ مقرر کر سکے گا جس کی منظوری ڈائریکٹر ریمونٹ ویٹرنری فارم سے لینا ہوگی۔

5) مزارع بذریعہ انتقال، رہن وغیرہ حقوق فروخت یا منتقل کرنے کا مجاز نہ ہو گا۔
6) مزارع کو نہ زمین خریدنے کا حق ہو گا اور نہ ہی وہ قابض مزارع کہلوانے کا حقدار ہو گا۔
7) زمین کا قبضہ لینے کے چھ مہینے کے اندر اندر مزارع کا اس موضع میں رہائش رکھنا ضروری ہے اور جانوروں کے لئے اصطبل کی تعمیر ڈائریکٹر ریمونٹ اور ویٹرنری فارمز کی ہدایت اور سفارشات کے مطابق کرے گا۔
8) مزارع جب اور جہاں معائنہ کے لئے ضرورت ہو گی سٹاک پیش کرنے کا پابند ہو گا۔ ڈائریکٹر کسی بھی وقت یا اس کا کوئی نمائندہ زمین کا معائنہ کرنے کے لئے بااختیار ہو گا۔
9) جانوروں کی نسل کے بارے فیصلہ کرنے میں ڈائریکٹر بااختیار ہو گا۔ مزارعہ درآمدی جانور کی صورت میں ایک سال جبکہ مقامی جانور کی صورت میں چھ ماہ میں گھوڑی، گائے یا بھیڑ رکھنے کا پابند ہو گا جو نسل کشی کے لئے مناسب ہو، پیمانہ درج ذیل ہو گا
a) 50ایکڑ رقبہ میں ایک درآمدی گھوڑی یا(2) درآمدی گائے
b) 25ایکڑ رقبہ پر ایک مقامی گھوڑی یا ایک مقامی گائے
c) پانچ کنال رقبہ پر ایک بھیڑ

(ج) سال11۔2010 میں الاٹ شدہ رقبہ اور الاٹی کی تفصیل درج ذیل ہے۔ تفصیل جھنڈی (الف وب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

	ضلع	تعداد الاٹیاں	رقبہ مرلے، کنال، ایکڑ
1	اوکاڑہ	15	374۔05۔15
2	فیصل آباد	79	436۔04۔07
3	ساہیوال	۔	---
4	خانیوال	۔	---
5	سرگودھا	۔	---

(د) مذکورہ مدت میں رقبہ صرف ضلع اوکاڑہ اور فیصل آباد میں الاٹ کیا گیا۔ باقی اضلاع میں رقبہ تقسیم نہ ہوا ہے۔ الاٹ شدہ رقبہ کی تفصیل جھنڈی (الف) اور (ب) ایوان کی میز پر برائے ملاحظہ رکھ دی گئی ہے۔

	ضلع	تعداد الاٹیاں	رقبہ
1	اوکاڑہ	15	جھنڈی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
2	فیصل آباد	79	جھنڈی (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محترمہ زیب النساء اعوان: جناب سپیکر! میں جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ماشاء اللہ جی۔ اگلا سوال بھی محترمہ زیب النساء اعوان صاحبہ کا ہے۔

محترمہ زیب النساء اعوان: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1056 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: سرکاری اراضی پر قبضہ کی تفصیلات

*1056: **محترمہ زیب النسأ اعوان:** کیا وزیر مال وکالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع بھنگالی لاہور کینٹ میں سال 96-1995 میں سرکاری زمین 416 کنال 13 مرلے تھی؟

(ب) پچھلے پانچ سالوں کے دوران اس اراضی پر کن کن لوگوں نے ناجائز قبضہ کیا، ان کے نام و پتا جات اور زیر قبضہ اراضی کی تفصیل فراہم کریں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ قبضہ محکمہ کے افسران کی ملی بھگت سے ہوا، اگر جواب اثبات میں ہے تو محکمہ نے ان ملازمین کے خلاف کوئی انکوائری کی تو اس انکوائری میں ملوث ملازمین کو کیا کیا سزا دی گئی، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ بیان کریں؟

(د) کیا حکومت ناجائز قابضین سے سرکاری اراضی کو واگزار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال وکالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) بروئے رجسٹر حقداران زمین سال 96-1995 سرکاری زمین 416-k 13-M ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔	کھاتہ جات	161-K 01 M
2۔	راستہ / سڑک	158-K 13-M
3۔	آبادی	56-K 03-M
4۔	قبرستان	23-K 17-M
5۔	سکول	08-K 01-M
6۔	بنجر	08-K 19-M
	کل میزان:	416-K 14-M

(ب) پچھلے پانچ سالوں کے دوران سرکاری اراضی پر کوئی قبضہ نہ ہوا ہے۔

(ج) چونکہ کوئی قبضہ سرکار زیر نہ ہوا ہے تو کسی افسر کی ملی بھگت کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا ہے۔

(د) جواب جز (ب) میں درج ہے۔

محترمہ زیب النساء اعوان: جناب سپیکر! میں اس سوال کے جواب سے بھی مطمئن ہوں۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: ماشاء اللہ۔ اگلا سوال محترمہ راحیلہ انور صاحبہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ اس لئے اس سوال کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی محترمہ راحیلہ انور صاحبہ کا ہے اس سوال کو بھی pending کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال میاں طاہر صاحب کا ہے۔ میاں طاہر صاحب اپنا سوال نمبر بولیں۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1566 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع فیصل آباد: سرکاری رقبہ ودیگر تفصیلات

*1566: **میاں طاہر:** کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع فیصل آباد میں سرکاری رقبہ کہاں کہاں موجود ہے؟

(ب) اس پر کتنا رقبہ خالی، بنجر اور غیر آباد ہے، نیز یہ کہاں کہاں موجود ہے؟

(ج) کتنا رقبہ پٹہ/لیز/ٹھیکہ پر ہے۔ اس سے سال 12۔2011 اور 13۔2012 کے دوران حکومت کو کتنی آمدن ہوئی ہے؟

(د) کتنا رقبہ پر ناجائز قابضین نے قبضہ کر رکھا ہے اور یہ رقبہ مع قابضین کی تفصیل بتائیں؟

(ہ) ناجائز قابضین سے قبضہ کب تک واگزار کر والیا جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) ضلع بھر میں رقبہ بقدر 235467 کنال 14 مرلے ہے۔ چکوک اور رقبہ کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع بھر میں رقبہ خالی بنجر اور غیر آباد تعدادی 75436 کنال 17 مرلے ہے اور رقبہ کی تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع بھر میں کل رقبہ 136339 کنال 11 مرلے پٹہ لیز ٹھیکہ پر ہے آمدن سال 12۔2011 مبلغ 97828612 روپے اور آمدن سال 13۔2012 مبلغ 26100953 روپے ہے تفصیل (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ناجائز قابضین رقبہ بقدر 3896 کنال ایک مرلہ پر قابض ہیں تفصیل (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) ناجائز قابضین کے خلاف رقبہ واگزار کروانے کی کارروائی زیر عمل ہے اور چار ماہ کے عرصہ کے اندر رقبہ ناجائز قابضین سے واگزار کروالیا جائے گا۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب کے جز (ہ) میں بتایا گیا ہے کہ ناجائز قابضین کے خلاف رقبہ واگزار کرانے کی کارروائی زیر عمل ہے اور چار ماہ کے عرصہ کے اندر رقبہ ناجائز قابضین سے واگزار کرالیا جائے گا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب ناجائز قبضہ ہوا تھا تو اُس وقت متعلقہ افسران نے اس ناجائز قبضہ کو کیوں نہیں چھڑوایا؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! جب میرے علم میں یہ بات آئی ہے تو میں نے فوری اس کا نوٹس لیا ہے اور انشاء اللہ چار ماہ میں ناجائز قابضین سے قبضہ واگزار کرالیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے commitment دے دی ہے تو چار مہینے کے اندر اندر وہ اس کا قبضہ واگزار کرالیں گے۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! میں نے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا تھا کہ فی ایکڑ لیز جو سالانہ بنتی ہے، کیا ہم یہ سرکاری ریٹ پر دیتے ہیں یا وہاں مارکیٹ ریٹ کے مطابق جگہ پٹہ پر دیتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! یہ بولی ہوتی ہے، نیلامی میں جو سب سے اوپر ہوتا ہے اس کو جگہ لیز پر دی جاتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ نیلام عام کے ذریعے دی جاتی ہے۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں کہ میرا تعلق 280-RB فیصل آباد سے ہے۔ وہاں پر بولی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، وہاں پر ایک پٹواری آتا ہے، وہ پیسے لیتا ہے اور لوگوں کے نام درج کر کے لے جاتا ہے۔ محکمہ میں اس وقت ایک سو سے زائد applications موجود ہیں جو ریکارڈ پر ہیں لیکن یہاں پر کہا گیا ہے کہ متعلقہ حکام کے خلاف درخواستیں نہیں آئیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان درخواستوں کی فوٹو کاپیاں فراہم کر سکتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! میرے معزز ممبر وہ proofہمیں دیں گے تو ہم انشاء اللہ اس پر پوراactionلیں گے اور اس کی انکوائری کرائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ اجلاس کے بعد پارلیمانی سیکرٹری صاحب اور ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ بیٹھ کر اس کی نشاندہی کریں کہ وہاں پر بغیر بولی اور طریق کار کے خلاف کوئی بھی الاٹمنٹ کی گئی ہے تو یہ اس کے خلافactionبھی لیں گے اور آپ کو تفصیلات بھی بتائیں گے۔ جی، ملک ارشد صاحب!

جناب محمد ارشد ملک(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جز(ج) کا جواب آیا ہے کہ ضلع بھر میں کل رقبہ 136339کنال11مرلے پٹہ لیز ٹھیکہ پر ہے، آمدن سال12-2011مبلغ 9کروڑ78لاکھ28 ہزار612روپے اور آمدن سال13-2012مبلغ2کروڑ61لاکھ953روپے ہے۔ یہ بڑا فرق ہے، یہ رقم بڑھنے کی بجائے بہت زیادہ کم ہو گئی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آمدن کیوں کم ہوئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! میرے معزز ممبر نے بہت اچھاpoint outکیا ہے12-2011اور13-2012کی آمدن میں بڑا فرق ہے لیکن جب یہ جواب موصول ہوا تھا توtypingغلط ہو گئی یہclerical mistakeہے۔12-2011میں7کروڑ23لاکھ 49ہزار219روپے ہیں اور13-2012میں اس کے5کروڑ15لاکھ80ہزار366 روپے ہیں۔ 09-2008میں لیز بند تھی2010میں یہ لیز وزیر اعلیٰ سکیم میں کھلی ہے جس میں رقبہ الاٹ ہوا ہے، 2003سے ریکوری نہیں کی گئی تھی اس لئے12-2011کی رقم زیادہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! یہ جواب ہمیں 15-مارچ کو موصول ہوا ہے تو جواب کوcorrectکیوں نہیں کرایا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! میرے پاسlatest reportہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ آپ کے پاس ہے لیکن ایوان میں تو نہیں ہے۔ آپ اس پر انکوائری کر کے بتائیں کہ ایوان کی سوالات و جوابات کی کاپی میں کیوں درستی نہیں کرائی گئی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال بھی میاں طاہر صاحب کا ہے۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! سوال نمبر 1567 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد: تحصیلداروں و نائب تحصیلداروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1567: میاں طاہر: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل فیصل آباد میں اس وقت کتنے تحصیلدار اور نائب تحصیلدار کام کر رہے ہیں اور کس کس ونگ / شعبہ میں کام کر رہے ہیں؟

(ب) اس تحصیل میں اس کیٹیگری کی کتنی اسامیاں ہیں اور کتنی خالی ہیں؟

(ج) اس وقت ان اسامیوں پر کون کون ملازمین کام کر رہے ہیں، ان کے نام، پتاجات، ڈومی سائل اور عرصہ تعیناتی متعلقہ تحصیل کا بتائیں؟

(د) ان میں سے کس کس ملازم کے خلاف کس کس بناء پر کہاں کہاں انکوائریاں چل رہی ہیں؟

(ہ) کیا حکومت اس تحصیل میں تین سال یا اس سے زائد عرصہ سے تعینات ان ملازمین کو یہاں سے ٹرانسفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) تحصیل فیصل آباد میں اس وقت صرف ایک تحصیلدار بطور تحصیلدار سٹی فیصل آباد کام کر رہا ہے جبکہ تحصیل فیصل آباد صدر کی سیٹ خالی ہے۔ اور آمدہ جواب کمشنر فیصل آباد کے مطابق چھ نائب تحصیلدار کام کر رہے ہیں اور محکمہ ریونیو میں ہی اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔

(ب) اس وقت تحصیل فیصل آباد میں اس کیٹیگری کی دو اسامیاں ہیں ان میں سے ایک اسامی پر تحصیلدار بطور تحصیلدار سٹی کام کر رہا ہے جبکہ ایک اسامی تحصیل فیصل آباد صدر خالی ہے اور آمدہ جواب کمشنر فیصل آباد کے مطابق نائب تحصیلداران کی آٹھ اسامیاں ہیں اس وقت تحصیل فیصل آباد سٹی میں نائب تحصیلدار کی ایک اسامی اور تحصیل فیصل آباد صدر میں ایک اسامی خالی ہے۔

(ج) اس وقت مجاہد ضیاء تحصیلدار بطور تحصیلدار فیصل آباد سٹی مورخہ 2013-09-12 سے کام کر رہا ہے۔ جس کا ڈومیسائل لاہور کا ہے اور پتا مندرجہ ذیل ہے:

بالمقابل پولیس سٹیشن گوالمنڈی لاہور جبکہ ایک اسامی تحصیل فیصل آباد صدر خالی ہے اور آمدہ جواب کمشنر فیصل آباد کے مطابق نائب تحصیلدار تحصیل سٹی و صدر میں چھ ملازمین کام کر رہے ہیں جن کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) اس وقت کسی تحصیلدار کے خلاف کسی بناء پر کہیں بھی کوئی انکوائری نہ چل رہی ہے اور آمدہ جواب کمشنر فیصل آباد کے مطابق جملہ نائب تحصیلداران کے خلاف بھی کوئی انکوائری نہ ہے۔

(ہ) تحصیلدار فیصل آباد سٹی کی تعیناتی 2013-09-12 کو ہوئی ہے اور آمدہ جواب کمشنر فیصل آباد کے مطابق جملہ نائب تحصیلدار صاحبان کی تعیناتی 2013 میں کی گئی ہے۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ فیصل آباد میں 6 نائب تحصیلدار کام کر رہے ہیں۔ فیصل آباد ایک بہت بڑا ضلع ہے، وہاں کی عوام دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں، وہاں صدر میں کوئی بھی تحصیلدار تعینات نہیں ہے۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس ایوان کو بتانا چاہیں گے کہ یہ وہاں پر تحصیلدار کو تعینات کرنے کا کب تک ارادہ رکھتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! 9۔دسمبر 2013 کو مسٹر شیر محمد خان، نائب تحصیلدار صدر appoint ہو گئے ہیں۔ یہ seat fill ہو گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: صدر میں 9۔دسمبر کو نائب تحصیلدار لگا دیا گیا ہے۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! آپ ابھی فیصل آباد سے چیک کرا سکتے ہیں کہ ابھی بھی تحصیلدار کی سیٹ خالی پڑی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کو مذاق بنایا جا رہا ہے۔ میں فیصل آباد کا رہنے والا ہوں۔ میں تین دن پہلے فیصل آباد گیا تھا تو اس وقت تک وہاں پر سیٹ خالی پڑی ہوئی تھی اور پارلیمانی سیکرٹری کہہ رہے ہیں کہ fill ہو چکی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! میں اپنے معزز ممبر سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ تحصیلدار کی بات کر رہے ہیں یا نائب تحصیلدار کی بات کر رہے ہیں۔

میاں طاہر: جناب سپیکر! میں تحصیلدار کی بات کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ تحصیلدار کی بات کر رہے ہیں۔ تحصیلدار ابھی تک کیوں post نہیں ہوا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر!اس کے آرڈر میرے پاس ہیں دونوں seats fill ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ کس کے آرڈر ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! تحصیلدار کے آرڈر ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کو کب post کیا گیا اور اس کا نام کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر!9۔دسمبر 2013 کو مسٹر شیر محمد خان تحصیلدار کہروڑپکا ڈسٹرکٹ لودھراں سے ٹرانسفر ہو کر صدر فیصل آباد تعینات ہو گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں طاہر: جناب سپیکر!میں اجلاس کے بعد پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے آفس میں چلا جاتا ہوں اور وہاں پر فیصل آباد سے تصدیق کرا دیتا ہوں کہ فیصل آباد کی سیٹ ابھی تک خالی پڑی ہوئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب!پہلی بات تو یہ ہے کہ 27۔نومبر کو آپ نے ہمیں جواب بھجوایا ہے۔آپ نے یہاں پر جو جوابات دیئے ہیں اس میں mention نہیں کیا۔آپ نے یہاں پر کیوں اس کا جواب نہیں دیا؟اگر 9۔دسمبر کو تحصیلدار لگا دیا گیا ہے تو یہاں پر ہمیں کیوں جواب نہیں دیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر!اس کو چیک کرا لیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے۔آپ اس کی رپورٹ next session میں دیں گے۔میں اس سوال کو pending کرتا ہوں۔آپ confirm کر کے ایوان میں بتائیں گے کہ آیا وہ تحصیلدار وہاں پر لگا ہے یا نہیں لگا۔میاں صاحب بھی بڑے وثوق سے کہہ رہے ہیں اور آرڈر آپ کے پاس بھی موجود ہیں۔آپ اس بارے میں ایوان کو بتائیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر!ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال سردار قیصر عباس خان مگسی صاحب کا ہے۔۔۔موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی سردار قیصر عباس خان مگسی صاحب کا ہے۔۔۔موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال محترمہ حنا پرویزبٹ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ حنا پرویزبٹ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر1652 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں لینڈ ریکارڈ کمپیوٹرائزیشن کی تفصیلات

*1652: **محترمہ حنا پرویزبٹ:** کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں لینڈ ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کا کام سال 2007 میں شروع ہوا اور اس پر خرچ کا تخمینہ 5۔ارب 67 کروڑ 20 لاکھ روپے لگایا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس منصوبے کو سال 2012 میں مکمل ہونا تھا؟

(ج) مذکورہ بالا منصوبے کی بروقت عدم تکمیل سے اس کی لاگت میں کتنا اضافہ ہوا اور اب یہ منصوبہ کب تک مکمل کر لیا جائے گا؟

(د) اس منصوبے کی تکمیل کے لئے کتنا بیرونی قرضہ لیا گیا اور اس پر کتنا مارک اپ ادا کیا جاتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) یہ درست نہ ہے لینڈ ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کا منصوبہ ورلڈ بنک کے تعاون سے 2007 میں پنجاب کے صرف 18 اضلاع کے لئے شروع کیا گیا تھا اور اس وقت خرچ کا تخمینہ 3۔ارب 11 کروڑ 50 لاکھ روپے لگایا گیا تھا۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ 2009 میں صوبہ پنجاب کے تمام 36 اضلاع میں لینڈ ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کے منصوبہ کا دائرہ کار پھیلا دیا گیا اور اس منصوبہ کا موجودہ تخمینہ 11۔ارب 20 کروڑ روپے لگایا گیا ہے لینڈ ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کے منصوبہ پر عملی کام 2010 میں سافٹ ویئر کی تکمیل کے بعد شروع کیا گیا۔

(ب) 2007 میں صوبہ پنجاب کے 18 اضلاع کی لینڈ ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کی تکمیل 2012 میں خیال کی گئی تھی۔

(ج) جیسا کہ اوپر (الف و ب) میں بیان کیا گیا ہے کہ 2007 میں پنجاب کے 18 اضلاع میں لینڈ ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کا کام شروع کیا گیا تھا اور 2009 میں اس کا دائرہ کار پنجاب کے تمام

36اضلاع تک وسیع کر دیا گیا تھا لینڈ ریکارڈ کی کمپیو ٹرائزیشن کا موجودہ تخمینہ 11۔ارب 20کروڑ روپے چند وجوہات کی بناء پر (جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں) لگایا گیا ہے اور اس کا PC-1 ECNEC سے منظور کروالیا گیا ہے نئے PC-1 پراجیکٹ کی تکمیل کی تاریخ جون2014 تجویز کی گئی ہے۔

(د) لینڈ ریکارڈ کی کمپیو ٹرائزیشن کے لئے 115.650 ملین امریکن ڈالرز کا نرم شرائط پر قرضہ لیا گیا ہے اور مارک اپ کی شرح 0.75 فیصد سالانہ ہے اور یہ قرضہ 25 سال کی مدت میں 2017 سے 2041 کے دوران واپس کرنا ہے۔

محترمہ حنا پرویز بٹ: میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ب) کے مطابق 2007 میں جو لینڈ ریکارڈ کا منصوبہ ورلڈ بنک کے ساتھ شروع کیا گیا تھا جس کو 2012 میں مکمل ہونا تھا۔اس میں 18اضلاع کی لینڈ ریکارڈ کمپیو ٹرائزیشن ہونی تھی تو کتنے اضلاع میں یہ کام مکمل کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! یہ درست نہ ہے لینڈ ریکارڈ کی کمپیو ٹرائزیشن کا منصوبہ ورلڈ بنک کے تعاون سے 2007 میں پنجاب کے صرف 18اضلاع کے لئے شروع کیا گیا تھا اور اس وقت خرچ کا تخمینہ 3۔ارب 11کروڑ 50لاکھ روپیہ لگایا گیا تھا، 2009 میں صوبہ پنجاب کے تمام 36اضلاع میں لینڈ ریکارڈ کی کمپیو ٹرائزیشن کے منصوبہ کا دائرہ کار پھیلا دیا گیا اور اس منصوبہ کا موجودہ تخمینہ 11۔ارب 20کروڑ روپیہ لگایا گیا ہے۔اس وقت لودھراں اور حافظ آباد اضلاع میں یہ مکمل ہے اور باقی اضلاع میں کام جاری ہے۔ ہم انشاء اللہ جون 2014 میں اس کام کو مکمل کر لیں گے۔

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب سپیکر! 2009 میں اس منصوبہ کو 36اضلاع تک پھیلا دیا گیا تھا تو اب جون 2014 آنے میں صرف تین ماہ رہ گئے ہیں اور مارچ بھی تقریباً ختم ہونے والا ہے تو اس وقت 36اضلاع میں سے کتنے ایسے ہیں جن کا کام مقررہ وقت تک مکمل ہو جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! انشاء اللہ پورے پنجاب یعنی 36اضلاع میں PC-1 میں ECNEC سے منظور کرایا گیا ہے وہاں پر جون 2014 کی تجویز دے دی گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کیا آپ جون 2014 تک پورے پنجاب میں یہ مکمل کر لیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال وکالونیز(چودھری زاہد اکرم): جی،انشاء اللہ۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ!پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے commitment دی ہے۔ اگلا سوال جناب احمد شاہ کھگہ صاحب کا ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2128 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع پاکپتن: سیلاب سے متاثرہ دیہات کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2128: جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر مال وکالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) 2013 میں آنے والے سیلاب سے ضلع پاکپتن کے کتنے گاؤں متاثر ہوئے ہیں مکمل تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ب) متاثرین سیلاب کی بحالی کے لئے حکومت پنجاب نے کیا اقدامات اٹھائے ہیں نیز کیا ان اقدامات میں مالی امداد اور کسانوں کی فصلوں کے نقصان کا ازالہ بھی شامل ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ موجودہ سال میں متاثرین سیلاب کو مالی امداد فراہم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اگر ہاں تو کتنی مالی امداد کی جائے گی، تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال وکالونیز(چودھری زاہد اکرم):

(الف) 2013 میں آنے والے سیلاب سے ضلع پاکپتن کے کل 34 عدد مواضعات / چکوک جزوی طور پر متاثر ہوئے تھے۔ جن موضعات میں فصلات کو 50 فیصد سے زائد نقصان ہوا تھا ان کو آفت زدہ قرار دیا گیا۔ مکمل تفصیل بغرض ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) متاثرین سیلاب کی بحالی کے لئے حکومت پنجاب کی جانب سے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبری CR.III/367/2013-228 مورخہ 05-10-2013 بورڈ آف ریونیو PDMA پنجاب لاہور تین مواضعات (کھگہ، قادر بخش بلوچ اور اراضی جند اکرم) کو آفت زدہ قرار دیا گیا اور ترقی فنڈ، لوکل ریٹ، زرعی انکم ٹیکس اور آبیانہ برائے فصل خریف سال 2013 معاف کر دیئے گئے۔

(ج) حکومت پنجاب کی مروجہ پالیسی کے مطابق قدرتی آفت سے مکمل طور پر تباہ شدہ مکان کے لئے مبلغ -/30,000 روپے معاوضہ اور جزوی طور پر تباہ شدہ مکان کے لئے مبلغ

15,000/- روپے معاوضہ ادا کیا جاتا ہے لیکن ضلعی انتظامیہ پاکپتن کی طرف سے مکانات کے نقصانات کی کوئی رپورٹ نہ تھی اس لئے کوئی مالی امداد فراہم نہیں کی گئی۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! جواب میں سیلاب کے حوالے سے پاکپتن کے تین دیہاتوں کے نام بتائے گئے ہیں جن میں کھگہ، قادر بخش بلوچ اور اراضی جند اکرم ہیں جن کو آفت زدہ قرار دیا گیا۔ اس کے بعد جواب دیا گیا ہے کہ وہاں 30ہزار روپیہ مکان تباہ ہونے کے دینے تھے، وہ نہیں دیئے گئے جبکہ اوپر کہا گیا ہے کہ علاقہ آفت زدہ ہے اور نیچے تفصیل میں کہا گیا ہے کہ کوئی ایک مکان بھی نہیں گرا۔ اس کی وضاحت پارلیمانی سیکرٹری صاحب کر دیں کہ اگر سیلاب آیا ہے اور نقصان ہوا ہے تو پیسے کیوں نہیں دیئے گئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! متاثرین سیلاب کی بحالی کے لئے حکومت پنجاب کی جانب سے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبری 228-2013/367/CR.111 مورخہ 05-10-2013 بورڈ آف ریونیو PDMA پنجاب لاہور تین موضع جات (کھگہ، قادر بخش بلوچ اور اراضی جند اکرم) کو آفت زدہ قرار دیا گیا تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے نوٹیفکیشن کے مطابق ترقی فنڈ، لوکل ریٹ، زرعی انکم ٹیکس اور آبیانہ برائے فصل خریف سال 2013 معاف کر دیئے گئے تھے۔ حکومت کی طرف سے پالیسی ہے کہ تباہ شدہ مکان اور جزوی طور پر تباہ شدہ مکان کی رپورٹ ہمیں وہاں سے موصول نہ ہوئی ہے اس لئے وہاں پر کوئی رقم نہ دی گئی ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! یہی تو میں سوال پوچھ رہا ہوں کہ یہ رپورٹ کس نے بنا کر دینی تھی جبکہ ان تینوں گاؤں میں سیلاب آیا ہے اور ان کو آفت زدہ قرار دیا گیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! اس میں جو گھروں کا نقصان ہوا ہے وہ انہوں نے تفصیل دی ہوئی ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! گھروں کے نقصان کی رپورٹ نیچے سے آنی تھی تو وہ انہوں نے دینی تھی۔ یہ ان کو پوچھا جائے کہ جو نقصان ہوا ہے اس کی رپورٹ کیوں نہیں آئی؟

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری صاحب! یہ رپورٹ کس نے بنانی تھی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم):جناب سپیکر!یہ رپورٹ ڈسٹرکٹ کلکٹر کی طرف سے آئی ہے اور اس میں صرف فصلوں کے نقصان کے بارے میں بتایا گیا ہے اور مکانات کے نقصانات کے حوالے سے کوئی رپورٹ وصول نہ ہوئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب!آپ کے نوٹس میں کوئی مکانات اس قسم کے ہیں جن کو نقصان پہنچا ہے؟

جناب احمد شاہ کھگہ جناب سپیکر!میرے نوٹس میں ایسے مکانات ہیں۔آپ پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یقین دہانی کروادیں میں ان کو نشاندہی کروادیتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ دوبارہ کلکٹر سے کہہ کر کروادیتے ہیں۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم):جناب سپیکر!معزز ممبر اگر کوئی point out کرتے ہیں تو اس کی انکوائری کروالی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب!ٹھیک ہے؟

جناب احمد شاہ کھگہ جناب سپیکر!میں ضرور نشاندہی کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال اویس قاسم خان صاحب کا ہے۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں لہذا اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال قاضی احمد سعید صاحب کا ہے۔۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال چودھری اشرف علی انصاری کا ہے۔

چودھری اشرف علی انصاری:جناب سپیکر!بڑی مہربانی۔ میرا سوال نمبر 2864 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع گوجرانوالہ: محکمہ مال کے دفاتر کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2864:**چودھری اشرف علی انصاری**:کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں رجسٹری، ہبہ اور دیگر مدوں میں 2010 سے آج تک کل کتنی رقم حاصل ہوئی، تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ب) رجسٹری برانچ کے کتنے دفاتر گوجرانوالہ میں کس کس جگہ کام کر رہے ہیں؟

(ج) ان دفاتر میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور عرصہ تعیناتی کی مکمل تفصیل فراہم کریں؟

(د) ان میں سے کتنے ملازمین کے خلاف اس وقت کس کس بناء پر محکمانہ کارروائی اور قانونی کارروائیاں چل رہی ہیں، آگاہ کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم):

(الف) بمطابق رپورٹ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ کلکٹر ضلع گوجرانوالہ میں رجسٹرڈ شدہ دستاویزات کی مد میں درج ذیل آمدن ہوئی ہے۔

سال	اشٹام ڈیوٹی	رجسٹریشن فیس	CVT
2010۔2011	376462402/۔	205734853/۔	46703526/۔
2011۔2012	466067601/۔	209586077/۔	78557438/۔
2012۔2013	437803071/۔	219671419/۔	93884660/۔
2013۔2014 (1۔7۔2013تا30۔11۔2013)	178018730/۔	88227045/۔	43437248/۔

(ب) ضلع گوجرانوالہ میں رجسٹری برانچ کے قدر رج ذیل دفاتر قائم کئے گئے ہیں۔

	نام دفتر	مقام
1	اربن۔I	ہیڈ کوارٹر گوجرانوالہ
2	اربن۔II	ہیڈ کوارٹر گوجرانوالہ
3	رورل	تحصیل آفس گوجرانوالہ
4	کامونکی	تحصیل آفس کامونکی
5	واہنڈو	سب تحصیل آفس واہنڈو
6	وزیر آباد	تحصیل آفس وزیر آباد
7	علی پور چٹھہ	سب تحصیل آفس علی پور چٹھہ
8	نوشہرہ ورکاں	سب تحصیل آفس نوشہرہ ورکاں

(ج) ضلع گوجرانوالہ میں رجسٹری برانچ کے دفاتر میں تعینات ملازمین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اربن۔I گوجرانوالہ

نام دفتر	نام اہلکار	عہدہ	گریڈ	عرصہ تعیناتی
اربن۔I گوجرانوالہ	سلمان عبداللہ	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	13۔10۔11تاحال
اربن۔I گوجرانوالہ	غلام محمد منشاء	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	13۔10۔11تاحال
اربن۔I گوجرانوالہ	حفیظ اللہ	نائب قاصد	1	13۔10۔11تاحال
اربن۔I گوجرانوالہ	نوید یوسف	نائب قاصد	1	13۔10۔11تاحال

اربن۔II گوجرانوالہ

نام دفتر	نام اہلکار	عہدہ	گریڈ	عرصہ تعیناتی
اربن۔II گوجرانوالہ	محمد شفیق رضا	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	13۔10۔11تاحال
اربن۔II گوجرانوالہ	شہزاد اکبر	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	13۔10۔11تاحال
اربن۔II گوجرانوالہ	محمد منشاء	نائب قاصد	1	13۔10۔11تاحال

رورل گوجرانوالہ

نام اہلکار	عہدہ	گریڈ	عرصہ تعیناتی
سرفراز احمد	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	13۔10۔11تاحال
پروش علی	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	13۔10۔11تاحال
امجد اقبال	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	13۔10۔11تاحال
کامران صدیقی	نائب قاصد	1	13۔10۔11تاحال
محمد ارشد	نائب قاصد	1	13۔10۔11تاحال

وزیر آباد	نور خان	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	2013۔08۔31تاحال
علی پور چٹھہ	ظفر عباس	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	2012۔08۔28تاحال
نوشہرہ ورکاں	شہزاد اختر نوید	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	2013۔10۔23تاحال
تحصیل کامونکی	محمد افضل	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	2013۔08۔12تاحال

	محمد اشرف	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	2013۔09۔26تاحال
واہنڈو	نوید اقبال	جونیئر کلرک (رجسٹری محرر)	7	2013۔09۔05تاحال

(د) مذکورہ ملازمین کے خلاف کوئی محکمانہ یا قانونی کارروائی جاری نہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! اس کے جز (الف) میں پوچھا گیا تھا کہ ان کو کن کن مدوں سے رقم حاصل ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے اشٹام ڈیوٹی، رجسٹریشن فیس اور سی وی ٹی کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بھی مد ہے جہاں سے ان کو پیسے حاصل ہوتے ہیں۔ کمرشل پراپرٹی کے covered area کے حساب سے یہ 10 روپے per feet فیس وصول کرتے ہیں۔

MR ACTING SPEAKER: Order in the House.

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! جس مد کا یہاں پر ذکر نہیں کیا گیا ہے اس کی میرے خیال میں تین وجوہات ہیں۔ یا تو وہ لکھتے وقت بھول گئے ہیں، دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جان بوجھ کر انہوں نے نہیں لکھا اور تیسری صورت یہ ہے کہ گوجرانوالہ میں وہ وصول ہی نہ کرتے ہوں۔ یہ ذرا پارلیمانی سیکرٹری صاحب وضاحت کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! معزز ممبر جو چیز نوٹس میں لائے ہیں میں اس کا جواب بعد میں دے دوں گا۔ یا یہ اِدھر new question put کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: انصاری صاحب! Question Hour کے بعد آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس پر discuss کر لیں۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! بالکل ٹھیک ہے۔ میرا دوسرا ضمنی سوال ہے کہ اس میں ملازمین کا عرصہ تعیناتی پوچھا گیا تھا تو اس کے جواب میں اگر آپ دیکھیں تو جتنے بھی ملازمین ہیں دو چار کے علاوہ ان سب کا عرصہ تعیناتی 11-10-2013 سے شروع ہوتا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ ایک ہی دن ڈسٹرکٹ گوجرانوالہ کے سارے دفاتر کا پورے کا پورا عملہ تبدیل کر دیا گیا اس کے پیچھے کیا محرکات تھے اس کی ذرا وضاحت کر دیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! یہ پورا عملہ کیوں تبدیل کر دیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو سوال کیا تھا اس کے مطابق اس کی تفصیل لف ہے۔ اب ان کا سوال ہے کہ ایک ہی دن یہ عملہ کیوں تعینات ہوا ہے؟ یہ new question ہی بنتا ہے یہ ان کے سوال سے متعلقہ کوئی سوال نہیں بنتا ہے۔ اس کی تفصیل ان کو بعد میں بتا دی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری صاحب! یہ آپ کو اس کی تفصیل بھی بعد میں بتا دیں گے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ میرا آخری سوال ہے کہ جز (د) میں بتا گیا ہے کہ مذکورہ ملازمین کے خلاف کوئی محکمانہ یا قانونی کارروائی جاری نہ ہے۔ اس کی بھی تین وجوہات میری سمجھ میں آتی ہیں یا تو یہ سارے کے سارے لوگ فرشتہ صفت ہیں، بالکل یہ کسی بھی corruption میں ملوث نہیں ہیں۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے خلاف کوئی application آئی ہو اور وہ جھوٹی ثابت ہو گئی ہو اور اس کو خارج کر دیا گیا ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ لوگوں نے کسی خوف، کسی مصلحت کی وجہ سے یا ان کے ذہن میں یہ ہو کہ ہماری درخواست کا کچھ نہیں بننا تو کسی نے درخواست ہی نہ دی ہو، میرے ذہن میں یہ تینوں صورتیں ہی آتی ہیں یا پھر یہ وضاحت فرما دیں کہ ایسی کون سی صورت ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری صاحب! اگر آپ کے نوٹس میں اس قسم کی کوئی بات ہے تو آپ اس کی application پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو دیں۔ جو بھی بات ہے جس ملازم کے بھی خلاف ہے تو اس کی انکوائری کروائیں۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! میں بالکل application دوں گا۔ اس کا جواب تو بالکل ایسے ہی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری صاحب! آپ کے نوٹس میں ہے تو آپ بتادیں اگر کوئی specific case اس قسم کا ہے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! میری گزارش سن لیں اس کا جواب تو بالکل ایسے ہی ہے، جیسے میں کہوں کہ میں پھولوں کی کیاری میں تو کھڑا ہوں لیکن میں خوشبو نہیں سونگھ رہا۔

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری صاحب! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! محکمہ مال کے بندے ہوں اور وہ کہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری صاحب! آپ کوئی بات بتائیں اور کوئی ثبوت دیں۔ اگر اس قسم کی کوئی بات ہے تو وہ آپ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے نوٹس میں لائیں وہ اس کی انکوائری کروائیں گے۔ اگلا سوال محترمہ نگہت شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! On her behalf (معزز ممبر نے محترمہ نگہت شیخ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، سوال نمبر بولیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2876 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع لاہور: لینڈ مافیا کے قبضہ سے واگزار کروائی گئی اراضی و دیگر تفصیلات

*2876: محترمہ نگہت شیخ: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع لاہور میں سال 2011 کے دوران محکمہ مال نے لینڈ مافیا کے قبضے سے کل کتنی زمین واگزار کرائی نیز یہ زمین کہاں کہاں پر واقع تھی؟

(ب) ضلع لاہور میں سال 2011 کے دوران محکمہ مال نے لینڈ مافیا کے خلاف کیا کیا کارروائی کی نیز اس میں ملوث کل کتنے افراد کو گرفتار، جرمانہ وسزائیں دی گئی اور جرمانے کی مد میں حکومت کو کل کتنی رقم موصول ہوئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال وکالونیز(چودھری زاہد اکرم):

(الف) 12-2011 کے دوران ضلعی لاہور میں کل 6978 کنال 08 مرلے 192 فٹ سرکاری رقبہ ناجائز قابضین سے واگزار کروایا گیا:

1۔ تحصیل سٹی	1569-K 04-M 39-Sq.ft.
2۔ تحصیل ماڈل ٹاؤن	1085-K 13-M
3۔ تحصیل رائیونڈ	3339-K 01-M 100 Sq.ft
4۔ تحصیل شالیمار	769K- 15-M 153-Sq.ft
5۔ تحصیل کینٹ	214-K 14-M 125-Sq.ft
کل میزان	6978-K 08-M 192-Sq.ft.

(ب) کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! اس میں میرا سوال یہ ہے کہ جز(الف) میں بتایا گیا ہے کہ تقریباً کوئی 6978 کنال زمین واگزار کروائی گئی ہے لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جز(ب) میں لکھا گیا ہے کہ اس لینڈ مافیا کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی تو میں اس کی وجہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیوں کارروائی نہیں کی گئی؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ان لوگوں کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی گئی جن سے رقبہ چھڑوایا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال وکالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! میری معزز ممبر نے بہت اچھا point out کیا ہے۔ یہ جب میرے نوٹس میں آیا تھا تو مجھے بھی ایسا ہی جواب موصول ہوا جیسا کہ آپ کے سامنے ٹیبل پر رکھا ہوا ہے۔ یہ ہمارے لاہور کے ADC صاحب نے جواب دیا تھا۔ لاہور سے related دو سوال ہیں، دونوں سوالوں کا جواب انہوں نے یہی دیا ہے کہ کوئی کارروائی، کوئی

گرفتاری اور کوئی ایف آئی آرز نہ دی گئی ہیں۔اس کا نوٹس لے لیا گیا ہے۔میں نے اپنے source سے 44ایف آئی آرز منگوا لی ہیں جو ان کے خلاف ہوئی ہیں لیکن ہمیں ADC صاحب سے جواب یہی موصول ہوا ہے جو آپ کے سامنے ٹیبل پر موجود ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب!آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے لیکن یہ کیوں اس طرح کا جواب ایوان میں دیا جارہا ہے یہ تیسرا ایسا جواب آ رہا ہے تو یہ ایسا کیوں ہے ؟15۔مارچ کو یہ جواب دیا گیا ہے یعنی چار دن پہلے یہ جواب دیا گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم):جناب سپیکر!میرے پاس ٹائم کم تھا اس کے اوپر پوری کارروائی کی جائے گی۔یہ میں نے اپنے source سے 44ایف آئی آر نکلوائی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب!ان کے خلاف کارروائی کر کے ایوان کو آگاہ کریں کہ انہیں اس طرح کا جواب کیوں دیا گیا ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم):جناب سپیکر!انشاءاللہ کارروائی ہو گی۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:جناب سپیکر!بات اتنی simple نہیں ہے۔6978کنال سے زیادہ زمین واگزار کروائی گئی ہے اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے sources سے ایف آئی آرز نکلوائی ہیں یہاں پر جواب یہ دینا کہ کارروائی نہیں کی گئی اس کا مطلب ہے کہ کسی کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے یعنی underhand بہت کچھ چل رہا ہے۔یہ ہمارے محکمہ مال کی کارکردگی پر بہت بڑا question mark ہے اور اس پر چھوٹی موٹی کارروائی سے بات نہیں بنے گی جیسا کہ یہ تحصیلداروں کے اوپر کارروائیاں کرتے ہیں پھر وہ فارغ ہو جاتے ہیں۔میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ یا تو اس پر کمیٹی بنائی جائے یا اس سوال کو pending کیا جائے۔محکمے کے جو لوگ بھی جوابدہ ہیں جنہوں نے غلط جواب دیا ہے اور جنہوں نے اس کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور ایف آئی آرز دبادی ہیں ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی ہونی چاہئے کیونکہ یہ چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ لاہور کی بات ہے۔باقی جو اضلاع ہیں ان میں تو پتا نہیں کیا ہو رہا ہے ؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ!آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:جناب سپیکر!لاہور کے اندر اتنی قیمتی اراضی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب !اس پر action لے کر ایوان کو آگاہ کریں۔ اس سوال کے حوالے سے کارروائی کریں اور انکوائری کر کے اس ایوان کو آگاہ کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جی، جناب!

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر2912 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں تحصیلداروں، نائب تحصیلداروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2912: محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ مال میں کتنے تحصیلدار، نائب تحصیلدار اور قانونگو کام کر رہے ہیں؟

(ب) صوبہ میں تحصیلدار، نائب تحصیلدار اور قانونگو کی کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں، ان پر تعیناتی کیوں نہیں کی جارہی ہے؟

(ج) قانونگو، نائب تحصیلدار اور تحصیلداروں کو ترقیوں کے لئے آخری دفعہ کب ڈی پی سی کی میٹنگ ہوئی؟

(د) اس میٹنگ میں کن کن اسامیوں کی ترقیوں کی سفارش کی گئی؟

(ہ) اس وقت صوبہ میں کتنے تحصیلدار، نائب تحصیلدار اور قانونگو کے ترقیوں کے کیسز زیر التواء ہیں؟

(و) حکومت ان ملازمین کی ترقیوں کے لئے کب تک ڈی پی سی کی میٹنگ طلب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم):

(الف) محکمہ مال میں اس وقت 144 تحصیلدار جبکہ 53 تحصیلدار دوسرے محکموں میں ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں، 12 تحصیلدار تعیناتی کے انتظار میں ہیں جبکہ چار تحصیلدار معطل ہیں اور تین تحصیلدار چھٹی پر ہیں اور جملہ ہائے کمشنرز پنجاب سے آمدہ رپورٹ کے مطابق 525 نائب تحصیلدار اور 936 قانونگو کام کر رہے ہیں۔

(ب) صوبہ میں تحصیلدار کی اسامیاں مندرجہ ذیل تین محاذ پر پر کی جاتی ہیں۔

1۔ 30فیصد ڈائریکٹ کوٹا
2۔ 53فیصد پروموشن کوٹا
3۔ 17فیصد منسٹریل کوٹا

اس وقت تحصیلداروں کی 106اسامیاں(51+53+02)خالی ہیں اور جملہ ہائے کمشنرز پنجاب سے موصول ہونے والی رپورٹ کے مطابق 145نائب تحصیلداروں کی اور 280 اسامیاں قانونگو کی خالی ہیں،تاہم خالی اسامیوں کے محاذ تعیناتی کے لئے مختلف انتظامی امور حائل ہیں جن میں متنازعہ سنیارٹی لسٹ،معاملات زیر سماعت عدالت ہائے اور اہلکاران کی انکوائریاں شامل ہیں مزید براں ان خالی اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے ڈائریکٹ کوٹا کے محاذ 45اسامیاں پر کرنے کے لئے ریکوزیشن پنجاب پبلک سروس کمیشن کو بھجوائی جا چکی ہے جبکہ پروموشن کوٹا کے محاذ خالی اسامیاں پر کرنے کے لئے مورخہ 2014۔01۔22کو ڈی پی سی کی گئی تھی جس میں گیارہ(11)اہل عارضی تحصیلداروں کو بطور مستقل تحصیلدار ترقی دینے کی سفارش کی تھی۔

(ج) تحصیلداران 16۔BS سے بطور پی ایم ایس آفیسر 17۔BS میں ترقی کے لئے آخری دفعہ ڈی پی سی کی میٹنگ مورخہ 2014۔02۔22ایس اینڈ جی اے ڈی نے منعقد کی تھی۔

تحصیلداروں کی ترقی کے لئے آخری دفعہ ڈی پی سی کی میٹنگ بورڈ آف ریونیو پنجاب میں مورخہ 2014۔01۔22کو منعقد ہوئی تھی جس میں قانون کے مطابق گیارہ عارضی تحصیلداروں کو بطور مستقل تحصیلدار کرنے کی سفارش کی تھی۔جملہ ہائے کمشنرز پنجاب سے آمدہ رپورٹ کے مطابق قانونگو کی ترقی کے لئے ڈویژن کی سطح پر وقتاً فوقتاً خالی اسامیوں کے لئے ڈی پی سی کی میٹنگ منعقد ہوتی رہتی ہے۔تاہم کچھ ڈویژنوں میں قانونگو کی متنازعہ سنیارٹی فہرست زیر سماعت عدالت ہائے اور اہلکاران کی انکوائریاں ڈی پی سی کی میٹنگ میں تاخیر کی وجہ بنتی ہیں۔

(د) بورڈ آف ریونیو میں مورخہ 2014۔01۔22کو ڈی پی سی کی میٹنگ منعقد ہوئی تھی جس میں گیارہ عارضی تحصیلداروں کو بطور مستقل تحصیلدار کرنے کی سفارش کی تھی اور جملہ ہائے کمشنرز پنجاب سے آمدہ رپورٹ کے مطابق ڈویژن کی سطح پر پٹواری سے قانونگو اور قانونگو سے نائب تحصیلدار کی ترقی کے لئے ضلع اور ڈویژن کی سطح پر وقتاً فوقتاً ڈی پی سی کی میٹنگ منعقد ہوتی رہتی ہے وضاحت جز(ج)میں کر دی گئی ہے۔

(ہ) اس وقت صوبہ میں چار تحصیلداروں کی ترقی کے نوٹیفکیشن کے اجراء کے لئے ایس اینڈ جی اے ڈی میں کیس بوجہ زیر سماعت ہائی کورٹ رٹ پٹیشن نمبری 1496/14 زیر التواء ہے۔

نائب تحصیلدار / عارضی تحصیلدار سے مستقل تحصیلدار کی ترقی کے لئے کیس بورڈ آف ریونیو میں زیر التواء ہے جو کہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

جملہ ہائے کمشنرز پنجاب نے آمدہ رپورٹ کے مطابق قانونگو سے نائب تحصیلدار کی ترقیوں کے لئے متعلقہ ڈویژن میں کیس زیر التواء کی وجہ سنیارٹی لسٹ کے تنازعات ہیں جو کہ پنجاب سروس ٹربیونل یا دیگر عدالت / اتھارٹیز میں زیر سماعت ہیں۔

(و) مجوزہ قانون کے مطابق ان کے کوٹا کی سیٹیں خالی ہونے اور کسی فورم پر بھی کیس زیر کارروائی نہ ہونے کی صورت میں ڈی پی سی کی میٹنگ ہو سکتی ہے جز (د) اور (ہ) میں بیان کردہ معاملات ختم ہونے پر فوراً ترقیاں کر دی جائیں گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ میں نے پورے صوبہ کے حوالے سے facts and figures مانگے تھے لیکن لمبی چوڑی اسامیاں ہیں جو ابھی تک خالی ہیں۔ مجھے یہ بتا دیجئے کہ یہ اسامیاں خالی ہونے کے بعد محکمہ مال کام کس طرح کر رہا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! یہ اسامیاں کیوں خالی ہیں اور آپ کا کیا alternate ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! میرے معزز ممبر نے تحصیلدار، نائب تحصیلداران اور قانونگو کے حوالے سے سوال کیا تھا ان کو مکمل details فراہم کر دی گئی ہیں۔ جن جگہوں پر چند اسامیاں خالی ہیں وہاں پر ہم نے گیارہ تحصیلداروں کی سفارش DPC کے ذریعے کر دی ہے باقی کچھ litigation میں ہیں، کچھ تحصیلدار اور نائب تحصیلدار انکوائریوں کی وجہ سے suspend ہیں لہٰذا ایڈیشنل چارج دے کر ان سے کام لیا جا رہا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں اپنا سوال دہرا دیتی ہوں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ابھی گیارہ اسامیوں کا انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے سفارش کی ہے اور چار pending ہیں۔ تحصیلداروں کی

106اسامیاں خالی ہیں،145نائب تحصیلداروں اور280 قانونگو کی خالی ہیں۔ میں صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ ان سب اسامیوں کے خالی ہونے کے بعد محکمہ مال کام کس طرح کر رہا ہے، میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! خالی اسامیوں کے حوالے سے یہ ہے کہ کچھ deathہونے کی وجہ سے اسامیاں خالی ہیں، کچھ ریٹائر ہو رہے ہیں، کچھ litigation میں ہیں اور کچھ کے خلاف انکوائریاں وغیرہ ہو رہی ہیں اس لئے خالی ہیں۔ باقی ایڈیشنل چارج دے کر کام لیا جا رہا ہے۔ سنیارٹی لسٹ کے حساب سے ادھر بات کی گئی ہے تو اس کی بھی محترمہ کو تفصیل بتا دی گئی ہے جس کی تفصیل لف بھی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہاں پر ایڈیشنل چارج دیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جی، ایڈیشنل چارج دیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کیا نئی بھرتیاں آپ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے کرتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جی، ایسے ہی کرتے ہیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پھر وضاحت چاہتی ہوں کہ جن کی انکوائریاں pendingہیں وہ ان میں نہیں آتیں۔ جو اسامیاں خالی ہیں میں اُن کی بات کر رہی ہوں کہ محکمہ مال کے پاس اتنی اسامیاں خالی ہونے کے بعد ایسا کون سا جادو کا چراغ ہے جس سے یہ کام لے رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: انہوں نے ایڈیشنل چارج دیئے ہوئے ہیں جن سے کام چلایا جا رہا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ایڈیشنل چارج سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کام کی رفتار اور نوعیت کیا ہو گی؟ بہر حال میں اگلا سوال کر لیتی ہوں۔ میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ساہیوال ڈویژن کے حوالے سے بتا دیں کہ ڈی پی سی کی میٹنگ کب سے نہیں ہوئی؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ان کو بتائیں کہ کب سے ڈی پی سی کی میٹنگ نہیں ہوئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! کہاں پر؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ہمیں ساہیوال ڈویژن کا پوچھ رہی ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! یہاں پر mention نہیں کیا ہوا۔ تمام کمشنر حضرات کے پاس ڈی پی سی کی میٹنگ قانونگو کی ہوتی ہے جو نائب تحصیلدار promote ہوتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً یہ meetings ہوتی رہتی ہیں۔ اگر یہاں پر ایک ضلع کا point out کیا گیا ہے تو وہ نیا سوال کریں جس کا اگلے سیشن میں جواب دے دیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آخری دفعہ ڈی پی سی کی میٹنگ مورخہ 22 جنوری 2014 کو ایس اینڈ جی اے ڈی میں منعقد کی گئی تھی؟۔۔۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گی کہ میں نے اپنا سوال محکمہ مال صوبہ پنجاب کے بارے میں کیا تھا اور صوبہ پنجاب کے اندر میرے خیال میں ساہیوال ڈویژن بھی exist کرتا ہے لہذا میرا fresh question قطعاً نہیں بنتا۔ اگر اس سوال کا جواب پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے پاس نہیں ہے تو ایک علیحدہ بات ہے۔ میں نے پوچھا تھا کہ ساہیوال ڈویژن میں ڈی پی سی کی میٹنگ کب سے نہیں ہوئی کیونکہ اس کی میٹنگ ہوئے وہاں پر سالوں بیت چکے ہیں اور صرف افسران جنہوں نے ACRs لکھنی ہوتی ہیں وہ ان غریبوں کی ACRs روک کر بیٹھے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ڈی پی سی کی میٹنگ نہیں ہو رہی۔ میرا یہاں پر یہ سوال raise کرنے کا مقصد یہی تھا۔ اگر یہ جواب نہیں ہے تو آپ کہیں کہ یہ جواب نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے اور میرے خیال میں آپ کے notice میں بھی آیا ہو گا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! یہ fresh question بالکل نہیں بنتا۔ میرا اس اسمبلی میں تیسرا tenure ہے اور میں fresh question اور جواب کے بارے سمجھتی ہوں کہ مجھے کیا پوچھنا چاہئے؟ یہ fresh question قطعاً نہیں بنتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! اگر ان کے پاس جواب نہیں ہے تو وہ علیحدہ بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ بات سنیں۔ بات یہ ہے کہ میرے notice میں بھی اس قسم کی بہت ساری باتیں آتی ہیں۔ راجن پور کی اگر آپ مثال لے لیں تو میرے خیال میں جب ڈی پی سی کی میٹنگ ہونے لگتی ہے تو کوئی نہ کوئی گرداور اُٹھ کر نائب تحصیلدار کے خلاف litigation میں چلا جاتا ہے۔ پچھلے پندرہ سال سے وہاں پر میٹنگ نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے وہاں پر محکمانہ معاملات لٹک رہے ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! محترمہ جو ساہیوال ڈویژن کی بات کر رہی ہیں تو اس چیز کو assure کروائیں کہ ڈی پی سی کی میٹنگ جلد از جلد ہو اور جن کا حق بنتا ہے ان کو حق دلوانے کی کوشش کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! لازمی کریں گے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میری آخری submission یہ ہے کہ ڈی پی سی کی میٹنگ کا کوئی schedule by the law مقرر ہونا چاہئے کہ ایک سال میں ایک دفعہ یا چھ مہینے میں ایک دفعہ یہ میٹنگ ضرور ہونی چاہئے تاکہ جو بے چارے غریب اہلکار لائن میں لگے رہتے ہیں اُن کو ان کا حق مل سکے۔ میرا ان سے سوال اور سفارش بھی ہے کہ محکمہ کوئی ایسا Rule بنائے کہ جس میں سال یا چھ مہینے میں ایک دفعہ ڈی پی سی کی میٹنگ ہونی ضروری ہو۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! محترمہ کی یہ بہت اچھی تجویز ہے لہذا اس کو شامل کریں اور اس قسم کا کوئی mechanism بنائیں۔ اگلا سوال جناب احسن ریاض فتیانہ صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی جناب احسن ریاض فتیانہ صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال سردار شہاب الدین خان کا ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 3149 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ پنجاب میں اشتمال اراضی کے کام کی بندش کی تفصیلات

*3149: **سردار شہاب الدین خان:** کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ ریونیو نے صوبہ بھر میں جہاں جہاں بھی اشتمال اراضی کا کام جاری تھا اس کو بند کر دیا ہے، اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پورا محکمہ اشتمال، بورڈ آف ریونیو سے لے کر سی او تحصیل سطح پر ختم کر دیا گیا ہے یا کر دیا جائیگا؟

(ج) جہاں جمعبندی وغیرہ نہ بنی ہے حکومت لینڈ کی تقسیم کے لئے کیا بندوبست کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم):

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے مفاد عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جن مواضعات میں ابھی تک اشتمال شروع نہیں ہوا اور سکیم کنفرم نہیں ہوئی، وہاں پر اشتمال کا کام روک دیا گیا۔ بشرطیکہ ان مواضعات کے متعلق کسی عدالت کا حکم امتناعی نہ ہو۔ ہدایات مورخہ 04-11-2013 کو جاری کر دی گئیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) 2000 سے 2010 تک پنجاب میں کل 1381 مواضعات میں بندوبست اراضی شروع کیا گیا تھا جن میں سے 1024 مکمل ہو چکے ہیں۔ 2012 میں صرف ایک موضع ضلع خوشاب میں بندوبست شروع کیا گیا تھا۔ ڈسٹرکٹ کلکٹر اگر ضروری سمجھتے ہوئے تحرک کرے تو حکومت متعلقہ ضلع میں بندوبست کا آغاز کرتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! انہوں نے جواب دیا ہے کہ "یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے مفاد عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جن مواضعات میں ابھی تک اشتمال شروع نہیں ہوا اور سکیم confirm نہیں ہوئی وہاں پر اشتمال کا کام روک دیا گیا ہے۔" میرا سوال یہ تھا کہ اس کی کیا وجوہات ہیں؟ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے اس کی وضاحت چاہوں گا کہ مفاد عامہ کی خاطر consolidation تو نہیں روکی جاتی؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! یہ اشتمال کیوں روکا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! چونکہ پنجاب میں کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ سسٹم شروع کیا گیا تھا اس لئے ایک دفعہ سارا ریکارڈ ریونیو کو دیا گیا ہے اس لئے اشتمال کو روک دیا گیا ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ مجھے اشتمال کا تھوڑا سا mechanism بتادیں کہ وہ کیا ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے روکا گیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اگر ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو رہا ہے تو اشتمال کیوں روک دیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! ریکارڈ تو ریونیو کا ہی ہوتا ہے جو ان کو دے دیا جاتا ہے لیکن اُن سے واپس لے لیا گیا ہے تاکہ تمام ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ کر دیا جائے۔ اس کے بعد جہاں ڈسٹرکٹ کلکٹر ضروری سمجھیں گے اور وہ تحریر کریں گے تو حکومت متعلقہ ضلع میں اس کا آغاز کر دے گی۔

MR ACTING SPEAKER: Order in the House.

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! آپ ان کا جواب ملاحظہ کریں کہ یہ درست ہے کہ محکمہ اشتمال کا صوبہ بھر میں کام روک دیا گیا ہے یعنی کہ صوبہ حکم کرتا ہے اور ڈسٹرکٹ کلکٹر صاحب اس کا بندوبست کریں گے۔ اگر ہمارے پارلیمانی سیکرٹری یا معزز منسٹر صاحبان نے تیاری کر کے نہیں آنا ہوتا۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: سردار صاحب! میرے خیال میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے بارے مجھے کہنا چاہئے کہ آج انہوں نے تیاری بھی کی ہوئی ہے اور اچھے جواب دیئے ہیں۔ اس پر میں ان کو سراہتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں کہ consolidation کا mechanism اور طریق کار بتادیں کہ اشتمال ہوتا کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! ان کو منسٹر بنایا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، انہوں نے پہلی دفعہ جواب دیئے ہیں جس میں انہوں نے محنت کی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! میرے معزز ممبر اشتمال کے بارے پوچھ رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جہاں جس کی اراضی مختلف جگہ پر پڑی ہوتی ہے ان کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے۔ اگر ایک بندے کی ایک موضع میں پانچ ایکڑ کہیں اور پانچ ایکڑ کہیں پر ہے تو رضامندی کے ساتھ سب کو اکٹھا کر کے اس کی دس ایکڑ اراضی اکٹھی کر دی جاتی ہے جس کو اشتمال کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ معزز ممبر سمجھ گئے ہوں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! انہوں نے بالکل صحیح جواب دیا ہے کہ مختلف جگہوں پر جو رقبے ہوتے ہیں ان کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے جس سے لوگوں کے جھگڑے ختم ہوتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہے کہ ہم نے مفاد عامہ کی خاطر بند کیا ہے۔ یہ جنوبی پنجاب کا بہت اہم issue ہے۔ میری جناب کے توسط سے موجودہ حکومت سے گزارش ہوگی کہ اس کام کو بہتر طریقے سے مکمل کیا جائے۔ میں مثال دیتا ہوں کیونکہ میرے معزز ممبر بھی تحصیل چوبارہ کا موضع نواں کوٹ اور خیر یالہ سے related ہیں جہاں کئی سالوں سے اشتمال نہیں ہو سکا، وہاں آئے دن لڑائی جھگڑے اور قتل اسی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ اسی طریقے سے تحصیل لیہ میں بھی ہے۔ آپ بھی ماشاء اللہ اسی علاقے سے ہیں لہذا میری یہ گزارش ہوگی کہ اشتمال کے کام کو جو روکا گیا ہے اس کو بہتر طریقے سے مکمل کیا جائے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! یہ note کریں کیونکہ سردار صاحب نے بڑی important بات کی ہے۔ اس کا جو بھی طریق کار بنتا ہے یا جس طرح اشتمال چل رہا تھا اس کو کسی بھی طریقے سے continue کرایا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! اس کو عارضی طور پر معطل کیا گیا ہے بلکہ ختم نہیں کیا گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کو آپ جلد از جلد دوبارہ سے شروع کروائیں۔ ان کی بات بالکل ٹھیک ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز(چودھری زاہد اکرم): جناب سپیکر! ضرور عمل ہوگا۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال چودھری افتخار احمد چھچھر صاحب کا ہے۔۔۔ ان کی طرف سے request آئی ہے کہ میرا یہ سوال pending کر دیں لہذا یہ سوال pending کیا جاتا ہے۔ تمام سوالات کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام و دیگر تفصیلات

*134: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کب قائم ہوئی اس کے ذمہ چولستان کی ترقی کے لئے کیا کیا کام لگائے گئے ہیں؟

(ب) چولستان میں لائیو سٹاک کی بڑھوتری اور ترقی کے لئے کیا کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں، مزید کون سے منصوبے زیر تکمیل وزیر غور ہیں؟

(ج) کیا حکومت اس ادارہ کی Managerial Body میں ضلع کے منتخب ایم این اے اور ایم پی ایز میں سے کچھ کو شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی، بہاولپور 1976 میں قائم ہوئی۔ نوٹیفکیشن نمبری PAP/Legis-2(110/76/87 مورخہ 21۔جولائی سی ڈے اے ایکٹ 1976 اتھارٹی کے ذمہ سی ڈی ایکٹ Chapter-IV, para-15 کے تحت چولستان کی ترقی کے لئے ڈیوٹیاں لگائی گئی ہیں جو کہ ایکٹ میں درج ہیں۔ ایکٹ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) چولستان میں لائیو سٹاک کی بڑھوتری اور ترقی کے لئے اٹھائے گئے اقدامات:

1۔ چولستان لائیو سٹاک ڈویلپمنٹ پراجیکٹ
2۔ شاد باد چولستان پراجیکٹ
3۔ شاد باد کوآپریٹو لائیو سٹاک فارم پراجیکٹ
4۔ ڈائریکٹر آف لائیو سٹاک

نان لائیو سٹاک ڈویلپمنٹ پراجیکٹ:

رقم 277.04 ملین، حالت: مکمل، مختص وقت: 11-2008

اینمل ہسبینڈری:

10 موبائل ویٹرنری ڈسپنسریز کا قیام، مینجمنٹ:20 شیڈ مہیا کرنے تھے، 11 مکمل ہوئے خوراک کی فراہمی، ایکسٹینشن ورک۔ 10 موبائل ویٹرنری ڈسپنسریاں کام کر رہی ہیں اور اہداف مکمل کر لئے ہیں۔ 10 ویٹرنری آفیسرز، 12 ویٹرنری اسسٹنٹ اور 60 کمیونٹی لائیوسٹاک ایکسٹنشن ورکرز۔

بادچولستان پراجیکٹ:

رقم مختص Million 197.8، حالت: مکمل، مختص وقت 12-2009ء

نکات:

300 کمیونٹی ورکرز کی ٹریننگ کرنا، 100 کمیونٹی ٹوبوں کو بحال کرنا، 100 ٹربائنوں کی بحالی، 20 شمسی چلرز کی تنصیب، 10 بائیو گیس پلانٹ کی تنصیب، جدید زچہ خانہ کی تعمیر (پرائیویٹ سیکٹر)

بادکوآپریٹولائیوسٹاک فارم پراجیکٹ:

رقم مختص Million 419.409 مختص وقت: 2013-2009ء

نکات:

چولستانی لائیوسٹاک پروڈیوسر کو دودھ اور گوشت کی تجارت کے اصل فوائد تک پہنچانا، مقامی لوگوں کی سماجی اور معاشی اہلیت کو بڑھانا اور چولستان میں لائیوسٹاک تجارتی زون بنانا، بیماریوں سے پاک چولستان زون بنانا تاکہ لائیوسٹاک کی مصنوعات کی برآمدات شروع کی جائیں جو WTO کے معیار کے مطابق ہوں۔

ڈائریکٹر آف لائیوسٹاک ونگ:

حاصل ہدف:

2012 فارمرز میٹنگ: 1219، فارمرز رابطہ 12998، بڑے جانوروں کی ویکسینیشن (گل گھوٹو، چوڑے مار، منہ کھر): 156767 چھوٹے جانوروں کی ویکسینیشن (اینٹیریا وٹاکسیمیا، پلورو نمونیا، پی پی آر): 493289، پیٹ اور جگر کے کیڑے مارنے کی دوا (چھوٹے اور بڑے جانور: 16495، علاج معالجہ: 65213

منصوبہ جات:

سٹاک ڈائریکٹریٹ اپنی 10 موبائل ویٹرنری ڈسپنسریوں کے ساتھ علاج معالجہ کی سہولت مہیا کر رہا ہے۔ حکومت کا پنجاب کو منہ کھر اور بیماریوں سے بالکل پاک کرنے کا منصوبہ زیر غور ہے۔

(ج) سی ڈی اے ایکٹ 1976 کے تحت اتھارٹی نے managerial body میں ضلع کے منتخب مندرجہ ذیل ایم این ایز اور ایم پی ایز کو شامل کیا گیا ہے:۔

a)	Honorable Chief Minister, Punjab	Chairman
b)	MNA, Bahawalpur	Member
c)	MNA, Bahawalnagar	Member
d)	MNA, Rahim Yar Khan	Member
e)	MPA, Bahawalpur	Member

f) MPA, Bahawalnagar Member
g) MPA, Rahim Yar Khan Member
h) Chairman, P&D Deptt. Govt. of the Punjab Member
i) Member (Colonies) BOR, Govt. of the Punjab Member
j) Secretary Finance, Govt. of the Punjab Member
k) Secretary Irrigation & Power, Govt. of the Punjab Member
l) Managing Director, CDA Member/ Secretary

لاہور کے ٹاؤنز میں پچھلے پانچ سالوں میں رجسٹریوں، اشٹام ڈیوٹی کی مد میں ہونے والے گھپلوں کی تفصیلات

*348: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے ٹاؤنز میں پچھلے پانچ سال رجسٹریوں، اشٹام ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیسوں کی مد میں گھپلا کر کے حکومت پنجاب کو بھاری مالی نقصان پہنچایا گیا ہے اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت پنجاب کو نقصان پہنچانے والے کرپٹ عناصر کے خلاف حکومت کیا کارروائی کرتی ہے؟

(ب) کیا گزشتہ پانچ سال میں اشٹام ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیسوں کی مد میں کوئی آڈٹ رپورٹ تیار کی گئی ہے تو رپورٹس کی کاپیاں ایوان میں فراہم کی جائیں، اگر نہیں تو کب تک آڈٹ کی رپورٹس مرتب ہو جائیں گی، اگر آڈٹ ہی نہیں کیا جاتا تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مارکیٹ ریٹ سے کم قیمت کی رجسٹریاں تیار کی جاتی رہی ہیں اگر جواب ہاں میں ہے تو حکومت کا اس سلسلہ میں کیا چیک اینڈ بیلنس کا طریق کار ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پچھلے پانچ سالوں میں رجسٹریوں، اشٹام ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیسوں کی مد میں تمام سب رجسٹراروں کے دفاتر کی حسب ضابطہ پڑتال کی گئی۔ دوران پڑتال نشتر ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن میں رجسٹریشن فیسوں کی مد میں گھپلا پایا گیا اور جو افسران /اہلکاران اس گھپلے میں ملوث پائے گئے تھے (سب رجسٹرار صاحبان، رجسٹری محرران اور کلرک دفتر خزانہ لاہور) کے خلاف تھانہ انٹی کرپشن ہیڈ کوارٹر میں ایف آئی آر نمبران 97/2011،4/2011 اور 98/2011 درج کروائی گئیں۔ معاملہ تاحال محکمہ انٹی کرپشن میں زیر تفتیش ہے۔ ایف آئی آر کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) گزشتہ پانچ سالوں میں اشٹام ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیس کی مد میں باقاعدہ آڈٹ ہوا تھا اس آڈٹ کی رپورٹس کی کاپیاں جھنڈی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) جب کوئی دستاویز برائے رجسٹریشن دفتر سب رجسٹرار میں پیش کی جاتی ہے تو دستاویز میں لکھی ہوئی مالیت کا موازنہ ویلیوایشن ٹیبل (جدول مالیت) جاری کردہ ضلع کلکٹر سے کیا جاتا ہے۔ اگر کسی قسم کی کوئی کمی پائی جاتی ہے تو اس پر اعتراض لگا کر کمی پوری کروائی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ رجسٹرڈ شدہ دستاویز کا باقاعدہ آڈٹ کیا جاتا ہے اگر دوران پڑتال بھی کوئی بے قاعدگی پائی جاتی ہے تو اس کو متعلقہ سب رجسٹرار اور ضلع کلکٹر صاحب کے نوٹس میں لایا جاتا ہے تاکہ اس آڈٹ رپورٹ کی روشنی میں ضروری کارروائی کر کے کمی پوری کرائی جائے۔

بہاولپور، بہاولنگر، رحیم یار خان میں فوجی آفیسران کو زرعی اراضی الاٹ کرنے کی تفصیلات

*698: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 30۔جون2000 سے 30۔جون2013 تک بہاولپور / بہاولنگر / رحیم یار خان میں کس کس عہدہ کے فوجی آفیسر کو کس کس موضع میں کتنی کتنی زرعی اراضی الاٹ کی گئی؟

(ب) اس دوران کون کون سے فوجی آفیسر کو ان مواضعات کا لنمبردار بھی بنایا گیا؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) 30۔جون2000 سے 30۔جون2013 تک بہاولپور / بہاولنگر / رحیم یار خان میں مندرجہ ذیل فوجی افسران اور جوانوں کو زرعی اراضی الاٹ ہوئی۔

i	بہاولپور	276
Ii	بہاولنگر	355
iii	رحیم یار خان	603

ان الاٹمنٹس کی تفصیل جھنڈی (الف، ب، پ) پر بالترتیب ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس عرصہ میں مندرجہ ذیل فوجی افسران کو لنمبردار کیا گیا۔

i	بہاولپور	07
ii	بہاولنگر	03
iii	رحیم یار خان	--

ان کی تفصیل جھنڈی (ت و ج) پر بالترتیب ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع لیہ: سرکاری اراضی لینڈ مافیا سے واگزار کروانے کی تفصیلات

*1636: سردار قیصر عباس خان مگسی: کیا وزیر مال وکالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع لیہ میں پندرہ / بیس سال سے لینڈ مافیا نے ہزاروں ایکڑ سرکاری اراضی جعلسازی سے اپنے نام کرائی ہوئی ہے جس میں رانا شہادت علی اور راؤ عبدالوحید کے نام سر فہرست ہیں؟

(ب) لینڈ مافیا کے ان سرغنوں کے خلاف حکومتی سطح پر کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اگر نہیں لائی گئی تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع لیہ میں زائد از استحقاق رقبہ ایڈجسٹ ہوتا رہا ہے جس میں سے تقریباً 3600 ایکڑ رقبہ غلط ایڈجسمنٹ کی بناء پر چیف سیٹلمنٹ کمشنر صاحب نے خارج کر دیا ہے۔ جس کے خلاف مقدمات مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ راؤ عبدالوحید نے مختلف الاٹیوں کے نام رقبہ 49800 کنال بحیثیت مختیار عام الاٹ وایڈجسٹ کروایا۔ اس الاٹمنٹ / ایڈجسٹمنٹ کی انکوائری جناب چیف سیٹلمنٹ کمشنر صاحب کر رہے ہیں۔ اس طرح رانا شہادت علی اپنے والد کے نام رقبہ تعدادی 5096 کنال تحصیل چوبارہ میں ایڈجسٹ کروایا اور ڈسٹرکٹ کلکٹر لیہ نے مورخہ 1998-06-02 کو اس رقبہ میں سے رقبہ تعدادی 2873 کنال بوگس و فرضی ثابت ہونے کی بناء پر خارج کر دیا۔ اس اراضی کے بارے میں مختلف عدالتوں / بشمول ہائی کورٹ مقدمات زیر سماعت ہیں۔

(ب) لینڈ مافیا کے سرغنوں کے خلاف مقدمات نمبر 9/2000 (سرکار بنام مسماۃ فاطمہ وغیرہ)، 10/2000 (سرکار بنام چاند خان وغیرہ)، 11/2000 (سرکار بنام محمد عاشق وغیرہ)، 12/2000 (سرکار بنام عنایت بیگم وغیرہ)، 13/2000 (سرکار بنام فتح محمد وغیرہ)، 14/2000 (سرکار بنام حسن محمد وغیرہ)، 18/2000 (پولیس سٹیشن چوبارہ بنام نور محمد وغیرہ) درج کرائے گئے۔ کیس اعلیٰ عدالتوں میں زیر سماعت ہونے کی وجہ سے فوجداری مقدمات pending ہیں۔ لینڈ مافیا سے تقریباً 3600 ایکڑ رقبہ چیف سیٹلمنٹ کمشنر / ممبر جوڈیشل V، بورڈ آف ریونیو پنجاب کے حکم سے خارج کیا گیا۔ کافی رقبہ کے اخراج کے لئے انکوائری چیف سیٹلمنٹ کمشنر / ممبر جوڈیشل V کر رہے ہیں۔

ضلع لیہ: محکمہ مال کی اراضی پر ناجائز قابضین کی تفصیلات

*1637: سردار قیصر عباس خان مگسی: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع لیہ میں محکمہ مال کی زمین پر کتنے لوگ ناجائز قابض ہیں، ان کی تفصیل بتائی جائے؟

(ب) گورنمنٹ نے اب تک ان ناجائز قابضین کے خلاف کیا کارروائی کی ہے، اس کی تفصیل بتائی جائے؟

(ج) کیا گورنمنٹ ان زمینوں کو جو ناجائز قابضین کے تصرف میں ہیں، پٹے پر دینے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) محکمہ مال کا رقبہ 15392 ایکڑ ناجائز قابضین کے پاس ہے جن کی تعداد 547 تفصیل بر جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اس میں سے رقبہ تعدادی 14954 ایکڑز پر litigation ہے اور کیسز مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں جس کی تفصیل بر جھنڈی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ باقی 438 ایکڑ رقبہ پر ناجائز قابضین کے خلاف زیر دفعہ 32-34 کالونی ایکٹ کے تحت نوٹس جاری کئے گئے ہیں۔

(ب) جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کل رقبہ 15392 ایکڑ جو ناجائز قابضین کے پاس ہے میں سے 14954 ایکڑ زیر litigation ہے۔ باقی ماندہ رقبہ 438 ایکڑ پر ناجائز قابضین کے خلاف زیر دفعہ 32-34 کالونی ایکٹ کے تحت نوٹس جاری کئے گئے ہیں نیز ناجائز قابضین کے خلاف تاوان کی امثلہ جات مرتب کر دی گئی ہیں کارروائی ہو رہی ہے۔

(ج) جس قدر رقبہ ناجائز قابضین سے واگزار ہو گا اسے گورنمنٹ پنجاب کی پالیسی کے مطابق پٹہ یا دیگر مفاد عامہ کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

ضلع نارووال: محکمہ مال کی اراضی و دیگر تفصیلات

*2240: جناب اویس قاسم خان: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع نارووال میں محکمہ کی کتنی اراضی کس کس مقام پر ہے؟

(ب) مذکورہ اراضی میں سے کتنی لیز/پٹہ/ٹھیکہ پر دی گئی ہے اور اس سے سالانہ کتنی آمدن حکومت کو وصول ہو رہی ہے نیز کتنی اراضی خالی اور بنجر کس کس مقام پر ہے؟

(ج) کتنی اراضی پر کن کن لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے ان کے نام، ولدیت، پتا جات اور موضع کی تفصیل بتائیں؟

(د) کیاحکومت ناجائز قابضین سے سرکاری اراضی واگزار کروانے کاارادہ رکھتی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع نارووال میں کوئی کالونی رقبہ نہ ہے۔

(ب) کیونکہ کوئی کالونی رقبہ ضلع نارووال میں موجود نہ ہے اسلئے کالونی ایکٹ 1912 کے تحت کسی کو بھی رقبہ الاٹ نہ کیاجاسکتاہے۔

(ج) کیونکہ کوئی کالونی رقبہ ضلع نارووال میں موجود نہ ہے اس لئے ناجائز قابضین بھی نہ ہیں۔

(د) کیونکہ کوئی کالونی رقبہ ضلع نارووال میں موجود نہ ہے اس لئے زمین واگزار کروانے کی کوئی قانونی کارروائی عمل میں نہ لائی جاسکتی ہے۔

ضلع رحیم یار خان: بے زمین اور چھوٹے کاشتکاروں کو اراضی الاٹ کرنے کی تفصیلات

*2705: قاضی احمد سعید: کیاوزیرمال وکالونیزازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب حکومت نے 2003 میں صوبہ کے بے زمین اور چھوٹے کاشتکاروں کے لئے نوٹیفکیشن نمبر 1921CL(I)/2003۔3040 کے تحت زمین کی الاٹمنٹ سکیم شروع کی تھی؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ اس سکیم کے تحت ضلع رحیم یار خان کے بے زمین اور چھوٹے کاشتکاروں کو زمینیں الاٹ کی گئیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کچھ کاشتکاروں اور درخواست گزاروں کو صرف اسناد دی گئیں اور مطلوبہ قسط اور فیس بھی بنک میں جمع کروانے کے باوجود انہیں آج تک زمین الاٹ نہیں کی گئی؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور ہائی کورٹ بہاولپور بنچ نے فیصلہ دیا کہ باقی ماندہ درخواست گزاروں کو بھی مقررہ تاریخ تک زمین الاٹ کی جائے لیکن اس کے باوجود ابھی تک زمینیں ضلع رحیم یار خان کے باقی درخواست گزاروں کو الاٹ نہیں کی گئیں؟

(ہ) حکومت کب تک باقی درخواست گزاروں کو بھی زمین الاٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، نہیں تو تاخیر کی وجوہات؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) مستحق درخواست گزاروں کو اسناد جاری ہونے کے بعد باضابطہ طور پر الاٹمنٹ آرڈر جاری کئے گئے اور انہوں نے حسب ضابطہ اقساط بھی جمع کروائیں دیگر درخواست گزاران کو بورڈ آف ریونیو کی ہدایات نمبری CL-I-1298/2011-4392 مورخہ 2011-08-13 اور نمبری CL-I-994/2012-4786 مورخہ 2012-09-05 کے تحت نہ تو باضابطہ الاٹمنٹ آرڈر جاری کیا گیا اور نہ ہی ان سے اس بابت کوئی فیس / قسط بنک میں جمع کرائی گئی۔

(د) عدالت عالیہ ہائی کورٹ سے ایسا کوئی حکم موصول نہیں ہوا ہے اور نہ ہی سوال میں کسی رٹ پٹیشن کا ذکر کیا گیا ہے۔

(ہ) حکومت پنجاب نے سال 2003 میں نوٹیفکیشن نمبری CL(1)-1921/2003-3040 مورخہ 2003-09-01 کے تحت یہ سکیم شروع کی تھی اب یہ سکیم ختم ہو چکی ہے اب گورنمنٹ کی حالیہ پالیسی نمبری CL-I-931/2013-916 اور CL-I-932/2013-917 مورخہ 13-11-26 عارضی کاشت سکیم جاری کی گئی ہے جو کہ مورخہ 15-12-31 تک جاری رہے گی۔ جملہ مستحقین اس میں شامل ہو کر اراضی سرکار حسب شرائط حاصل کر سکتے ہیں۔

ضلع فیصل آباد: سیلاب کی زد میں آنے والے علاقہ جات و دیگر تفصیلات

*2924: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) فیصل آباد ڈسٹرکٹ کا کون کون سا دیہات، قصبہ اور شہر موجودہ سیلاب کی زد میں آیا؟

(ب) ان میں کتنے گھرانے اور افراد سیلاب سے متاثر ہوئے؟

(ج) پی پی۔58 فیصل آباد کا کتنا حصہ سیلاب کی زد میں آیا۔ سیلاب سے متاثرہ علاقہ جات کے نام کیا کیا ہیں؟

(د) کیا حکومت نے سیلاب سے متاثرہ علاقوں کا سروے کروایا تھا اگر ہاں تو یہ سروے کس نے کیا تھا ان کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں، اگر غیر سیاسی افراد سے کروایا گیا تو ان افراد کے نام، ولدیت اور عوامی نمائندہ کی حیثیت وعہدہ بتائیں؟

(ہ) کیا حکومت اس ضلع میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کی طرز پر پٹواریوں سے گھر گھر جاکر سروے کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں نیز کیا حکومت سیلاب سے متاثرہ افراد /کسانوں کی امداد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صوبہ پنجاب میں تمام ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسرز / کمشنرز کو بذریعہ چٹھی مورخہ 04-09-2013، 05-09-2013، 09-09-2013 اور 11-09-2013 فلڈ 2013 کے متاثرہ علاقہ جات کی سروے رپورٹس 13۔09۔2013 تک بھیجنے کا کہا گیا لیکن ضلعی انتظامیہ فیصل آباد کی طرف سے ایسی کوئی رپورٹ وصول نہ ہوئی جس کی وجہ سے ضلع فیصل آباد کا کوئی علاقہ آفت زدہ قرار نہیں دیا گیا۔

تاہم اسمبلی سوال نمبر 2924 کے جواب میں ڈی سی او فیصل آباد نے مورخہ 14۔02۔03 کو رپورٹ کی ہے کہ موجودہ سیلاب 2013 کی وجہ سے ضلع فیصل آباد میں پنڈی شیخ موسیٰ، 597 گ ب، ٹھٹھہ بیگ، 610 گ ب، ٹھٹھہ اسماعیل، 598 گ ب، 608 گ ب، اراضی تھانہ سنگھ ٹبہ دھک صلاح، جھلار رجوکہ، عالم شاہ گھگھہ، ڈڈڈوکے، سعی کے، ملنگ، میر شہانہ، کنڈ نیکا وصلی، حاجی وٹو چیین سعی کے، جکا وٹو، کرولے والی، حکمیک کے کاٹھیے، ابووہنی وال، جٹلے حیات کے، جلی ترہانہ، عالم شاہ تاجہ، جلی فتیانہ، شیرازہ متاثر ہوئے۔

(ب) مورخہ 2014۔02۔03 کو موصول شدہ رپورٹ کے مطابق متاثرہ گھرانوں کی تعداد 1051 ہے اور متاثرہ افراد تقریباً 3500 ہیں۔

(ج) تقریباً 4/1 حصہ سیلاب کی زد میں آیا اور متاثرہ علاقہ جات کے نام جز (الف) کے جواب میں درج ہیں۔

(د) ضلعی انتظامیہ نے سیلاب زدہ علاقے کا سروے بذریعہ عملہ فیلڈ پٹواریاں / قانگویان وریونیو افسران سے کروایا گیا لیکن اس کی رپورٹ وصول نہ ہوئی۔

(ہ)

I۔ ہر ضلع میں متعلقہ ضلعی انتظامیہ ذمے دار ہے کہ لینڈ ایڈمنسٹریشن مینول کے مطابق کسی موضع / ریونیو اسٹیٹ میں جہاں کسی قدرتی آفت کی وجہ سے فصلوں کو 50 فیصد یا اس سے زیادہ نقصان ہو جائے تو پنجاب نیشنل کلیمیٹیز (پریوینشن اینڈ ریلیف) ایکٹ 1958 کے تحت سروے کرے اور آفت زدہ قرار دینے کے لئے رپورٹ ریلیف کمشنر، بورڈ آف ریونیو کو بھجوائے۔ اس سلسلہ میں محکمہ مال و انہار کے افسران کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ 1973 کے تحت مشترکہ طور پر سروے کرتے ہیں۔ آفت زدہ قرار دینے پر مندرجہ ذیل حکومتی محصولیات معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

1۔ زرعی انکم ٹیکس   2۔ آبیانہ

3۔ ترقیاتی محاصل   4۔ لوکل ریٹ

مزید برآں بنکوں کے سربراہان سے درخواست کی جاتی ہے کہ آفت زدہ قرار دیئے گئے علاقوں میں زرعی قرضہ کی وصولی مؤخر کر دی جائے اور اگلی فصل کی بوائی کے لئے کسانوں کو مزید قرضہ جات فراہم کئے جائیں۔

II۔ کیونکہ پہلی مرتبہ ڈی سی او فیصل آباد نے مورخہ 2014-02-03 کو سیلاب سے نقصان کی رپورٹ دی لہذا ڈی سی او فیصل آباد کو بذریعہ چٹھی مورخہ 2014-2-12 اور 2014-2-17 دوبارہ درخواست کی ہے کہ محکمہ مال و انہار کے افسران کے ذریعے متاثرہ علاقہ جات کا مشترکہ سروے کرائے اور رپورٹ بھیجے تاکہ 50 فیصد یا اس سے زیادہ متاثرہ علاقہ جات کو آفت زدہ قرار دیا جائے اور حکومتی محصولات معاف کر دیئے جائیں۔

ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ: سرکاری کی اراضی و دیگر تفصیلات

*3105: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سرکاری زمین کہاں کہاں اور کتنی کتنی ہے؟

(ب) کتنی اراضی غیر آباد اور کتنی اراضی آباد ہے؟

(ج) کتنی اراضی ٹھیکہ / لیز پر کس کس کو دی ہوئی ہے اور ان سے سالانہ کتنی رقم وصول کی جا رہی ہے؟

(د) کتنی اراضی پر کن کن افراد نے کب سے قبضہ کر رکھا ہے؟

(ہ) ان افراد سے سرکاری اراضی واگزار کیوں نہیں کروائی جا رہی؟

(و) اس اراضی کو واگزار کروانا کس کی ذمہ داری ہے؟

(ز) اس اراضی کو کب تک واگزار کروالیا جائے گا؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل کمالیہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے 34 چکوک میں سرکاری زمین 1449 ایکڑ، آٹھ کنال اور آٹھ مرلے ہے۔ چکوک کی تفصیل نیچے درج ہے۔

چکوک نمبر ان 716 گ ب، 722 گ ب، 741 گ ب، 743 گ ب، 746 گ ب ٹکڑا 1 / 57 موضع بب، موضع کوٹ پٹھانہ ٹکڑا 1 / 54، ٹکڑا 55، 56، چک نمبر 705 گ ب، 706 گ ب، 707 گ ب، 713 گ ب، 714 گ ب، 715 گ ب، 709 گ ب، 710 گ ب، 711 گ ب، 724 گ ب، 712 گ ب، 738 گ ب، 725 گ ب، 737 گ ب، ٹکڑا 4 / 57، 731 گ ب، 733 گ ب، 732 گ ب، 735 گ ب، 740 گ ب، 734 گ ب، 742 گ ب۔

(ب) سرکاری زمین میں سے 1379 ایکڑ 02 کنال اور 08 مرلہ آباد اور 70 ایکڑ 04 کنال اور 0 مرلہ غیر آباد ہے۔

(ج) تحصیل کمالیہ میں 226 الاٹیاں کو برقبہ 1242 ایکڑ 04 کنال اور 02 مرلہ لیز پر دیا ہوا ہے ان الاٹیان سے سالانہ -/125,23,646 روپے رقم لگان وصول ہوتا ہے۔ الاٹیان کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) زرعی سرکاری زمین پر کسی شخص نے قبضہ نہ کر رکھا ہے۔

(ہ) سرکاری زمین پر کسی کا بھی قبضہ نہ ہے اس لئے واگزار کروانے کی ضرورت پیش نہ آئی ہے۔

(و) سرکاری اراضی پر قبضہ ہونے کی صورت میں رقبہ واگزار کروانے کی ذمہ داری عملہ محکمہ مال پر عائد ہوتی ہے۔

(ز) جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کسی سرکاری زمین پر کسی کا بھی قبضہ نہ ہے اس لئے واگزار کروانے کی ضرورت پیش نہ آئی ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

رپورٹ

(جو ایوان میں پیش ہوئیں)

جناب قائم مقام سپیکر: سید حسین جہانیاں گردیزی تحریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ رپورٹ پیش کر لیں پھر اس کے بعد ٹائم دیتا ہوں۔

تحریک استحقاق نمبر 10 بابت سال 2013 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

سید حسین جہانیاں گردیزی: جناب سپیکر!

"میں تحریک استحقاق نمبر 10 بابت سال 2013 کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔"

(رپورٹ پیش ہوئی)

رپورٹیں

(میعاد میں توسیع)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، رپورٹ پیش کر دی گئی۔ اب سید حسین جہانیاں گردیزی صاحب تحاریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

تحاریک استحقاق کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سید حسین جہانیاں گردیزی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"میں تحریک استحقاق نمبر 6,7,11,12,13 بابت سال 2013 کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کے لئے دوماہ کی توسیع کی جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 6,7,11,12,13 بابت سال 2013 کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کے لئے دوماہ کی توسیع کی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر 6,7,11,12,13 بابت سال 2013 کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کے لئے دوماہ کی توسیع کی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

پوائنٹ آف آرڈر

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

12۔مارچ2014 کو ایوان میں پیش ہونے والے نشان زدہ سوال نمبر 524 کے درست جواب کی فراہمی

ڈاکٹر مراد راس: شکریہ، جناب سپیکر! آپ سے 12۔مارچ2014 کو میرے سوال نمبر 524 سے متعلق بات ہوئی تھی اور آپ نے اس وقت سیکرٹری اسمبلی کو کہا تھا کہ اس کی تفصیلات لائی جائیں لیکن اس کا ابھی تک جواب کیوں نہیں بتایا گیا؟ 13 سال سے یہ اسامیاں خالی پڑی ہیں یعنی 2000 سے ابھی تک یہ اسامیاں خالی پڑی ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحب! کون سے ڈیپارٹمنٹ سے متعلق ہے؟

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! محکمہ صحت سے متعلق سوال تھا اور اس وقت ڈاکٹر فرخ جاوید نے جواب دیا تھا کہ جنوری 2014 کے اندر ڈی پی سی کی میٹنگ بلائی جائے گی۔ لوگ بوڑھے ہو کر ریٹائر ہو چکے ہیں اور 14 سال ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک یہ اسامیاں fill نہیں کی گئیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ جنوری میں ڈی پی سی کی میٹنگ بلائی جائے گی اور ان اسامیوں کو fill کر دیا جائے گا لیکن اب مارچ 2014 آگیا ہے مگر ابھی تک ڈی پی سی کی میٹنگ نہیں بلائی گئی اور کچھ بھی نہیں کیا جا سکا۔ آپ نے سیکرٹری اسمبلی کو کہا تھا کہ سوال نمبر 524 کے متعلق update اور اس کی latest صورتحال بتائی جائے لیکن ابھی تک نہیں بتایا گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میں نے بالکل کہا تھا اور یہاں پر ڈاکٹر فرخ جاوید صاحب بھی موجود ہیں جنہوں نے دوبارہ بھی یہ بات نوٹ کر لی ہے۔ جس دن محکمہ صحت سے متعلقہ سوالات ہوں گے تو پہلے اس سوال کا جواب لیں گے پھر اگلے سوالات کریں گے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! یہ سوال پھر pending ہو جائے گا اور اگلے سیشن پر چلا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ نہیں۔ جس دن محکمہ صحت سے متعلق سوالات ہوں گے پہلے اس سوال کا جواب لیں گے۔ ڈاکٹر صاحب! میں آپ کو assure کراتا ہوں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! I agree with you مگر بات یہ ہے کہ اتنی دیر سے یہ سوال pending ہو رہا ہے اور اب پھر pending ہو کر اگلے سیشن پر چلا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحب! بات یہ ہے کہ جہاں اتنا عرصہ یہ سوال pending پڑا رہا ہے تو آپ مزید 20/15 دن صبر کر لیں۔ ڈاکٹر صاحب! یہاں پر موجود ہیں اور انہوں نے اسے نوٹ کر لیا ہے تو پہلے اس سوال کا جواب لیا جائے گا پھر دوسرے سوالات ہوں گے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ایک وضاحت کرنا چاہوں گا کہ ایک ضمنی سوال میں آپ نے ذرا سا موقع عنائت فرمایا تھا اور وہ بھی سوال تشنہ رہا۔ میں چھوٹے بڑے قد کی پیمائش کے حوالے سے ایک تاریخ بتانا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! پارلیمانی سیکرٹری صاحب چلے گئے ہیں۔ آپ نے اس وقت بھی وضاحت کر دی تھی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس ایوان، ریونیو بورڈ اور محرک کو بھی پتا چل جائے گا اور پارلیمانی سیکرٹری کو بھی پتا چل جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے بتا دیا ہے اور اب تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی چلے گئے ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! نہایت ضروری بات ہے۔ آپ سن تو لیں کہ "ٹوڈل مل" اکبر بادشاہ کے نورتن ٹوڈل مل نے یہ پیمائش کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ اس وقت کوئی instruments نہیں ہوتے تھے تو اس وقت قدموں کی پیمائش جو کہ ایک standardized پیمائش تھی، اس کا نام ایک کرم تھا جسے ساڑھے پانچ فٹ پر منتقل کیا گیا۔ ٹوڈل مل نے ہی جریب ایجاد کی تھی جو اتنی وزنی ہوتی تھی جسے اٹھا کر چلنا مشکل تھا اس لئے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے اور آپ کی بات ریکارڈ پر آ گئی ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اگر آپ نہیں سننا چاہتے تو میں بات کو بند کر دوں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بالکل۔ مہربانی کر دیں۔

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب احمد خان بھچر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اشتمال کے متعلق بات کرنا چاہوں گا کہ میرا علاقہ موضع واں بھچراں جنوبی بھی اشتمال میں ہے۔ ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ ابھی تک اشتمال کے مواضعات میں تقسیم نہیں ہوئی۔ تقسیم شروع میں ہوتی ہے اور میرا خیال ہے کہ جس موضع میں تقسیم نہیں ہوئی تو ان کو واپس محکمہ مال میں بھیج دینا چاہئے اور جن مواضعات میں تقسیم ہو چکی ہے انہیں جلد از جلد مکمل کرنا چاہئے۔ میں ایک اور بات عرض کروں گا کہ محکمہ مال کی طرف سے ایک نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے کہ ہوم سرکل میں کوئی پٹواری تعینات نہیں ہو سکتا۔ سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو کی طرف سے یہ نوٹیفکیشن 1997 سے چل رہا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: کیا نہیں ہو سکتا؟

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! جناب ہوم سرکل قانونگو ہے جہاں پر کوئی پٹواری اپنے ہوم سرکل میں تعینات نہیں ہو سکتا۔ اس وقت پنجاب میں میرے اپنے علاقے میں ہوم سرکل میں پٹواری تعینات ہیں۔ آپ کے ہر ضلع اور تحصیل میں دو تین قسم کے سرکل ہوتے ہیں جس میں سے کچھ rich سرکل ہوتے ہیں، اس میں وہ ایک مہینے کے لئے جاتے ہیں لیکن پھر واپس آ جاتے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب اور محکمہ مال کو یہ گزارش کروں گا کہ ان پٹواریوں کا ریکارڈ منگوالیں جو ہوم سرکل میں ہیں۔ انہیں اس قانونگو سے نکال کر ساتھ والے قانونگو میں بھیج دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! وہ کہہ رہے ہیں کہ سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو اور محکمہ مال کی طرف سے ایک نوٹیفکیشن ہوا تھا کہ متعلقہ پٹواری اپنے ہوم سرکل میں تعینات نہیں ہو سکتا تو اس کو assure کروائیں اور واں بھچراں سے ریکارڈ منگوائیں۔ اگر کہیں پر نوٹیفکیشن کی violation ہو رہی ہے تو پھر اس کو فوراً change کروائیں۔ یہ نوٹ کریں اور بھچر صاحب کو بھی اس کی تفصیل بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال و کالونیز (چودھری زاہد اکرم): جی، ٹھیک ہے۔

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، راں صاحب!

ملک مظہر عباس راں: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دیہاتوں میں چارہ کاٹنے والی مشین ہوتی ہے جسے ٹوکہ مشین کہتے ہیں۔ اس ٹوکہ مشین کے تمام دیہاتوں میں اتنے بُرے اثرات پڑ رہے ہیں، آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ ہر دیہات میں دو چار آدمی ایسے مل جاتے ہیں جن کے ٹوکے میں آنے کی وجہ سے بازو کٹے ہوئے ہیں، ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اور انگلیاں کٹی ہوئی ہیں۔ اس کے لئے گزارش یہ ہے کہ اس کے ڈیزائن کو تبدیل کرایا جائے کیونکہ اگر ڈیزائن تبدیل کر دیا جائے تو لوگ معذوری سے بچ جائیں گے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب قائم مقام سپیکر: راں صاحب! آپ اس پر تحریک التوائے کار لے آئیں میں اسے take up کروں گا۔ جناب آزاد علی تبسم صاحب!

جناب آزاد علی تبسم: شکریہ، جناب سپیکر! میرا توجہ دلاؤ نوٹس 504 ہے۔

ضلع ننکانہ صاحب: آٹھویں جماعت کے طالب علم سے زیادتی کے مرتکب ملزمان کی گرفتاری و دیگر تفصیلات

504: **جناب آزاد علی تبسم:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 7-مارچ 2014 کو مبشر ولد غلام محمد آٹھویں جماعت کے طالب علم رہائشی سکنہ ڈلہ چندہ سنگھ شاہ کوٹ ضلع ننکانہ صاحب کو ملزمان تیمور اور محمد ندیم نے گھر سے بلا کر زیادتی کی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مقدمہ درج ہونے کے باوجود تھانہ ہذا کی پولیس نے ملزمان کو گرفتار نہ کیا بلکہ ان کو ضمانت کروانے کا موقع فراہم کیا کیونکہ ملزمان بااثر ہیں اور ان کو ڈی ایس پی سانگلہ ہل کی حمایت بھی حاصل ہے؟

(ج) اس واقعہ کی تازہ ترین اور مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 504 کے مقدمہ میں مدعی فریق اور متعلقہ ڈی پی او کو میں نے اپنے آفس میں بلا کر

ساری بات سنی ہے۔ یہ 7 تاریخ کا وقوعہ ہے اور وقوعہ درست ہے لیکن اس کا مقدمہ درج کرنے میں دو دن کی تاخیر کی گئی ہے اور اس میں prima facie ایس ایچ او اور متعلقہ ڈی ایس پی کی غفلت پائی گئی ہے تو اس سلسلے میں آئی جی صاحب کے ذمہ میں نے لگایا ہے کہ ان دونوں افسران کے خلاف محکمانہ کارروائی کریں۔ ایک ملزم گرفتار ہو چکا ہے جبکہ دوسرے نے قبل از گرفتاری ضمانت کروائی ہوئی ہے۔ چونکہ تفتیش کے مطابق وہ گنہگار ہے تو اس کی قبل از گرفتاری ضمانت کو منسوخ کروانے کی ہدایت کی ہے۔ مدعی فریق اور mover کی satisfaction کے مطابق یہ کارروائی کی گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 495 محترمہ نبیلہ حاکم علی خان صاحبہ کا ہے۔

قصور: کوٹ رادھا کشن میں شوگر ملز میں ڈکیتی اور دیگر تفصیلات

495: محترمہ نبیلہ حاکم علی خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 4۔فروری 2014 روزنامہ "جنگ" کی خبر کے مطابق کوٹ رادھا کشن قصور کے نواحی علاقہ چک نمبر 55 میں واقع شوگر مل میں 20 ڈاکوؤں کا دھاوا۔ ڈیڑھ کروڑ روپے سے زائد رقم لوٹ کر فرار ہو گئے ؟

(ب) اس واقعہ کی تفتیش اور دیگر صورتحال سے ایوان کو آگاہ فرمائیں ؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ مقدمہ ہذا کی تفتیش زیر نگرانی ڈی ایس پی، ایس ڈی پی او صدر سرکل بذریعہ مقامی پولیس عمل میں لائی جا رہی ہے۔ وقوعہ کی بروقت اطلاع پا کر مقامی پولیس موقع پر پہنچ گئی اور ملزمان کے ساتھ شدید cross firing ہوئی، دھند اور اندھیرے کے باوجود پولیس پارٹی نے ملزمان کا تعاقب اور فائرنگ کا تبادلہ جاری رکھا جس کی وجہ سے ملزمان جس سیف میں 25 لاکھ 62 ہزار روپے کی رقم موجود تھی، وہ کھیتوں میں پھینک گئے۔ مقدمہ ہذا میں رقم مبلغ 25 لاکھ 62 ہزار روپے کی برآمدگی ہو چکی ہے اور مقدمہ ہذا میں ملزمان کی شناخت بھی ہو چکی ہے، ان میں سے کچھ کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور باقی کو گرفتار کر کے اس مقدمہ کا چالان عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

محترمہ نبیلہ حاکم علی خان: جناب سپیکر! ان میں سے کتنے ملزمان گرفتار ہوئے ہیں اور باقی کتنے ہیں نیز ان کے نام کیا ہیں ؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جن لوگوں کو شامل تفتیش کیا گیا ہے تو ابھی چونکہ انوسٹی گیشن in progress ہے اس لئے یہ بات public کرنا انوسٹی گیشن کے مفاد میں نہیں ہو گا بہر حال اس معاملے کو within a week's time conclude کر لیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر تعلیم تشریف لا چکے ہیں۔کل یہاں پر ایک بات ہوئی تھی تو میں چاہتا ہوں کہ آپ اُس کی یہاں پر وضاحت کر دیں۔محترمہ راحیلہ انور کی ہمارے لئے بہت عزت ہے لیکن اس حوالے سے ایوان میں غلط فہمی ہوئی تھی۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (رانا مشہود احمد خان): جناب سپیکر!آپ کا بہت شکریہ۔میں نے ہمیشہ پورے ایوان کو اپنی باتوں سے اپنے کردار اور اپنے عمل سے اللہ کے فضل سے پچھلے تمام tenure کے اندر ثابت کیا ہے کہ میں اس ایوان کی کارروائی،یہاں کے معزز ممبران اور ان کے تقدس کا بھی خیال رکھتا ہوں اور ان سب کو میں بڑا serious لیتا ہوں۔اگر آپ دیکھیں کہ جو کل گفتگو ہوئی ہے کیونکہ میرے بارے میں جس طرح سے media پر بات کی گئی ہے آج تک اس طرح کا الزام میرے اوپر نہیں آیا۔میرے لئے خود یہ بہت پریشان کن بات ہے اور میں نے جب کل سوالوں کے جواب دیئے تو میں نے ایوان کی کارروائی نکلوائی ہے۔اُس کارروائی کو اگر آپ دیکھیں تو محترمہ راحیلہ انور صاحبہ نے کہا ہے کہ:

"جناب سپیکر ابھی درجہ چہارم کی جو بات ہو رہی ہے منسٹر صاحب نے جو جواب دیا ہے میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں کو تو یہ seriously لیتے ہی نہیں ہیں۔اُنہوں نے میری بہن کو کہا کہ یہ چل کر visit کر لیں میں تو ہوں ہی اُس area کی تو آپ نے پھر کہا کہ آپ نے visit کیا ہے؟ راحیلہ انور جی سر!وہ میرا area ہے اُن کے پیچھے ایوان کے معزز ممبر نذر حسین گوندل بیٹھے ہیں اُن کا بھی area ہے اور میرا بھی area ہے جو محترمہ نے بات کی ہے وہ 100 فیصد درست ہے وہاں پر ایک سکول نہیں بلکہ کتنے ہی سکول ہیں جن میں بچے خود صفائی کرتے ہیں۔یہ اس بات کو serious لے لیں کوئی بات نہیں ہم بھی انسان ہیں۔

جناب سپیکر!آپ نے کہا وہ serious لے رہے ہیں،راحیلہ انور نے کہا اب میرا خیال ہے کہ منسٹر صاحب اسے serious نہیں لے رہے۔اس کے بعد آپ نے کہا کہ نہیں، وہ serious لے رہے ہیں۔اب اس پر انہوں نے کہا کہ میں ان سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ ایک اور گاؤں نگڑ ہے وہاں پر جنگلات

ہیں اُس کی انہوں نے بات کی آپ نے کہا کہ نشاندہی کر دی، منسٹر صاحب! اس کو دیکھیں اس پر محترمہ نے پھر کہا کہ میں انہیں خود لے جاؤں گی، میں انہیں لے جاؤں گی ان کے پیچھے نذر حسین گوندل بیٹھے ہیں وہ انہیں لے جائیں گے۔ اب جب میں نے اس پر کھڑے ہو کر کہا کہ محترمہ نے کہا ہے کہ میں ان کو serious نہیں لیتا ہوں، میں بالکل ان کو serious لیتا ہوں اور جو انہوں نے بات کی ہے اس کے اوپر جو rooms کہیں گی وہ میں بنوا کر دوں گا"۔

جناب سپیکر! اب میں تو حیران ہوں کہ اس میں کون سی غلط بات ہے؟ آپ ماشاء اللہ custodian of the House ہیں تو مجھے ایک لفظ بتادیں جو غیر پارلیمانی ہے، ایک بات بتادیں جو ذومعنی ہے۔ میرے ماضی کی تمام تقاریر اٹھا کر دیکھ لیں، میں ماضی میں جب اپوزیشن میں تھا وہاں پر جو میرا conduct رہا ہے جو as Deputy Speaker conduct رہا ہمیشہ میں نے تمام ممبران کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کی ہے، اس ایوان کے تقدس کو ہمیشہ بحال رکھنے کی کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ زیادتی ہے کہ میرے اوپر اس طرح آج media کے اندر بات ہوئی، زندگی میں میرے اوپر اس طرح بات نہیں ہوئی۔ جس طرح اخبارات کے اندر اور media کے اندر ایک طوفان آیا ہوا ہے کہ منسٹر نے ذومعنی الفاظ استعمال کئے۔ میں یہ اپنا سارا case جناب کے اور کیا اس ایوان کے اوپر چھوڑتا ہوں کہ اس کے اندر ایک بھی ذومعنی لفظ ہے؟ اتنے سال گزر گئے میں اتنی اسمبلیوں میں رہا، اتنی محترم خواتین ایم پی ایز ہمارے ساتھ رہیں، کوئی ایک یہاں پر کہہ دے کہ میں نے کبھی اس طرح کی اُن کے ساتھ کوئی بات کی ہو یا کچھ کیا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ محترمہ کو اگر ان تمام باتوں کے باوجود اور اس سارے کچھ کے باوجود بھی کیونکہ ہم نے اس ایوان اور اس مقدس ایوان کے تقدس کو بھی بحال رکھنا ہے، ہم نے اس کو بھی لے کر چلنا ہے، اگر اُن کو کہیں پر یہ feeling ہوئی ہے کہ میری اس بات سے اُن کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں on the floor of the House اُس کی معذرت کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر مہربانی Thank you very much جی، میاں صاحب!

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جب صبح ہماری بات Business Advisory Committee میں بیٹھ کر بڑی detail سے ہو گئی تھی تو بہتر ہوتا کہ آپ نے یہ کہا تھا کہ ہم وہاں آپ کے چیمبر میں بیٹھ کر اس پر ساری بات کریں گے اب ہماری متعلقہ ممبر کو confidence میں نہیں لیا گیا یہ ساری بات آپ سے ہوئی تھی کہ ساڑھے گیارہ بجے منسٹر صاحب آپ کے چیمبر میں

آرہے ہیں اور وہاں یہ بات کریں گے اب direct انہوں نے یہاں پر آکر ایوان میں بات کی ہے میرا خیال ہے اُن کا جو کہنے کا مقصد تھا کہ ان کا جو style تھا اس وقت مخاطب کرنے کا اس پر انہیں اعتراض تھا ۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ ہمارے لئے انتہائی قابل احترام ہیں no cross talk آپ ان کی بات سنیں۔

قائدِ حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جو بات ہم نے وہاں بیٹھ کر آپ کے چیمبر میں طے کی تھی اگر اسی طرح سے یہ بات چلتی تو زیادہ بہتر تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! میں ایک گزارش کرتا ہوں کیونکہ منسٹر صاحب کسی تقریب میں تھے۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کیونکہ یہ بات درست ہے کہ آپ کے چیمبر میں یہ بات ہوئی تھی کہ اس بات کو آپ کے چیمبر میں بیٹھ کر resolve کر دیا جائے اور سلجھا دیا جائے۔ یقیناً راحیلہ انور صاحبہ ہماری بہن ہیں ان کو وہاں پر بھی بلا لیا جائے اور رانا مشہود صاحب بھی وہاں پر آجائیں۔ وزیر ایجوکیشن کا version یہ تھا کہ کیونکہ یہ بات کل ایوان میں ہوئی ہے اور تمام media پر اس کو اچھالا گیا ہے، اُن کا کہنا یہ تھا اپنی طرف سے جو میرا مؤقف ہے یا دوسرے لفظوں میں اپنے بارے میں جو بات clear کرنا چاہتا ہوں اُس حد تک مجھے اجازت ہونی چاہئے تاکہ میں اپنی position کو clear کر سکوں۔ باقی آپ کے چیمبر میں جب آپ کہیں گے تو وہاں پر بیٹھ کر بات ہو جائے گی۔ انہوں نے جو media کل کی proceeding کے حوالے سے میں جو خبریں آئی ہیں اس میں اپنی position کو clear کیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے باقی جو Leader of the Opposition کہہ رہے ہیں وہ آج کل جب کہیں گے تو آپ کے چیمبر میں بیٹھ کر بات ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب! بات یہ ہے کہ ایک بات یہاں پر on the floor of the House ہوئی۔ کل منسٹر صاحب نے یہاں پر آکر، کیونکہ 11 بجے بالکل میرے چیمبر میں یہ بات طے ہوئی تھی چونکہ اجلاس کا ٹائم ہو گیا تھا اور ان کا wait کرتے رہے جو کسی تقریب میں مصروف تھے اور باقاعدہ وہاں پر ان کی speech تھی تو اب on the floor of the House آکر انہوں نے اس چیز کی معذرت بھی کر لی ہے اور اپنا version بھی clear کر دیا ہے۔ میاں صاحب! اب میرے خیال

میں،ویسے آپ لوگ چیمبر میں بیٹھنے کے لئے لاکھ دفعہ آئیں لیکن اس سے بڑا فورم اور کوئی نہیں ہے جو بات انہوں نے clear کر دی ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہم جا کر اپنی معزز بہن کو request کرتے ہیں وہ تو اسی انتظار میں چیمبر میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ یہاں پر بات ہو گی۔ اگر یہاں پر بات ہو گئی ہے تو ہم انہیں request کرتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: انہیں میری طرف سے کہیں کہ آپ ہمارے لئے انتہائی قابل احترام ہیں، آپ کی عزت اور وقار ہمارے لئے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ یہاں تشریف لے آئیں۔

(اس مرحلہ پر قائد حزب اختلاف اور دوسرے معزز ممبران حزب اختلاف محترمہ راحیلہ انور کو ایوان میں لانے کے لئے باہر تشریف لے گئے)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے بات کرنی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! میرے خیال میں بات ہو گئی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں محترم وزیر صاحب کی بہت شکر گزار ہوں اور آج caucus کے اندر بھی اپوزیشن کی خواتین کی طرف سے یہ معاملہ اٹھایا گیا تھا۔ میری ابھی محترم وزیر صاحب سے بات نہیں ہوئی تھی لیکن میں ان کو پچھلے دس گیارہ سال سے جانتی ہوں یہ ہمارے colleague رہے ہیں۔ میں نے ان کے behalf پر اُس وقت بھی کہا تھا کہ ان کا تعلق بہت respectable family سے ہے۔ وہ بہت reasonable آدمی ہیں، وہ معذرت کریں گے اور انہوں نے بغیر کسی قصور کے معذرت کی ہے میں ان کی شکر گزار ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایسا ہی ماحول ایوان کو چلانے کے لئے بہتر ہو گا۔

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: جی، انشاء اللہ ایسا ماحول ہی رہے گا۔ بہت شکریہ۔ اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 244/14 میاں محمد اسلم اقبال، محترمہ شُنیلا رُوت، محترمہ سعدیہ سہیل رانا کی طرف سے ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر محترمہ راحیلہ انور ایوان میں تشریف لے آئیں)

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ راحیلہ انور صاحبہ! Welcome کہ آپ ایوان میں تشریف لے آئی ہیں، یہاں پر بات clear ہو گئی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 244/14 کا جواب آنا تھا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری تحریک استحقاق پر فیصلہ کر دیجئے کیونکہ آپ تحریک التوائے کار شروع کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! میں آج ہی چیمبر میں بیٹھ کر اس کا فیصلہ کر دوں گا۔ کیا یہ تحریک استحقاق ڈاکٹر صفدر صاحب سے متعلقہ تھی جو انہوں نے کالم لکھا تھا؟

شیخ علاؤالدین: جی، وہی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، میں آج اس کا چیمبر میں بیٹھ کر فیصلہ کر دوں گا۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! تحریک التوائے کار نمبر 244/14 کا جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا اس کو next week تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر 244/14 کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 245/14 محترمہ شنیلا رُوت اور محترمہ سعدیہ سہیل رانا کی طرف سے ہے۔ یہ پڑھی جا چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔

ضلعی حکومت لاہور کی جانب سے انتہائی خطرناک قرار دی گئیں 267 فیکٹریوں کی منتقلی کو ایک بار پھر نظر انداز کرنا

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار نمبر 245/14 ہے اس کا جواب آ چکا ہے۔ یہ درست ہے کہ کچھ فیکٹریوں کے خلاف تحفظ ماحول ایکٹ (1997) مجوزہ 2012 کے تحت شکایات موصول ہوئیں کہ وہ متعلقہ قوانین کے معیار کے مطابق نہیں ہیں بلکہ وہاں خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ ان فیکٹریوں کی رپورٹ ہیڈ کوارٹر ماحول کو بھیجی گئی اور تحفظ ماحول ایکٹ کے تحت اب تک 70 فیکٹریوں کو Environmental Protection Order جاری ہو چکے ہیں اور باقی ماندہ کو بھی مرحلہ وار جاری

کئے جا رہے ہیں۔ مزید برآں 101 فیکٹریوں کو شوکاز نوٹس حال ہی میں جاری کئے گئے ہیں، 6 فیکٹریوں کو سیل اور 13 کو مکمل طور پر بند کیا جا چکا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا جواب آ گیا ہے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 252/14 محترمہ نگہت شیخ صاحبہ کی ہے۔ یہ بھی پڑھی جا چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔

مال روڈ لاہور پر سر بمہر پلازے کی چیف سیکرٹری کی اجازت کے بغیر دوبارہ تعمیر جاری

(---جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): شکریہ۔ جناب سپیکر! اس ضمن میں بیان کیا جاتا ہے کہ زیر بحث تعمیر 45 دی مال روڈ لاہور سے متعلقہ ہے۔ اس جگہ عرف عام میں Vanguard Books کی عمارت کہا جاتا ہے۔ اس موقع کا rehabilitation plan کی منظوری دفتر ٹی ایم اے، داتا گنج بخش ٹاؤن سے بحوالہ چٹھی نمبر 112-(TO(P&C-13 مورخہ 13-09-23 واپس لی جا چکی ہے۔ پہلے اس کی منظوری دی گئی تھی لیکن بعد ازاں اس میں نقائص کی بنیاد پر یہ منظوری واپس لے لی گئی ہے۔ بعد ازاں جب موقع پر تعمیر شروع کی گئی تو ٹاؤن انتظامیہ نے خلاف قانون تعمیر کے خلاف آپریشن کر دیا اور عملہ میں سے دن اور رات نگرانی کے لئے دو افراد متعین کر دیئے۔ متعلقہ سٹاف کی رپورٹ موقع پر تعمیر بند ہے اور کوئی تعمیر نہیں ہو رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا جواب آ چکا ہے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار 253/14 محترمہ نگہت شیخ صاحبہ کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا اس کو next week تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر 253/14 کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 257/14 ڈاکٹر مراد راس، جناب احمد خان بھچر کی طرف سے ہے۔ اس کا جواب بھی آنا تھا۔

ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کی جانب سے کمپیوٹرائزڈ نمبر پلیٹوں کی فراہمی میں گھپلوں کا انکشاف

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس سلسلے میں عرض ہے کہ گاڑیوں کی نمبر پلیٹ MTMIS پراجیکٹ کے تحت گاڑی مالکان کو فراہم کرنے کے لئے منصوبے کا آغاز 2003 میں اس وقت کے Information Technology Department نے کیا۔ نمبر پلیٹ کی فراہمی کی ذمہ داری مروجہ قانون کے تحت معاہدہ کے ذریعے جرمنی کی ایک کمپنی میسرز 3M کو تفویض کی گئی (کاپی جھنڈی "الف" پر لف ہے)۔ نمبر پلیٹ کی فروخت سے حاصل شدہ آمدنی فنانس ڈیپارٹمنٹ کی منظوری سے قائم کئے گئے۔ revolving fund A/c No. G-11278 میں جمع کروائی جاتی تھی جس میں متعلقہ کمپنی کو نمبر پلیٹس کی فراہمی کے بعد Revolving Fund Management Committee کی منظوری کے بعد ادائیگی کی جاتی تھی جس میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کا ایک مستقل نمائندہ بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کمیٹی کی تشکیل کی منظوری مورخہ 04-09-2006 کو چیف سیکرٹری صاحب کی زیر نگرانی ایک میٹنگ میں دی گئی تھی کاپی جھنڈی (ب) پر لف ہے محکمہ کے پاس نمبر پلیٹس کی وصولی اور اس کی ادائیگی کا تمام ریکارڈ محفوظ ہے جس کے مطابق کسی مرحلہ پر ادائیگیوں میں کسی قسم کی بے ضابطگی سامنے نہیں آئی۔ دراصل Revolving Fund سے نمبر پلیٹس کی ادائیگی کے علاوہ کسی بھی اور مقصد کے لئے پیسے نہیں نکلوائے جا سکتے لہذا Revolving Fund کے غلط استعمال کا تاثر قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ یہ بات بھی قیاس پر مبنی ہے کہ نمبر پلیٹ میں کوئی computerized چپ یا کیمرہ نصب ہوتا تھا۔ دراصل نمبر پلیٹ میں متعدد سکیورٹی فیچرز موجود ہیں جو ISO-7591 سے مطابقت رکھتے ہیں جو نمبر پلیٹس محکمہ کو مہیا کی جاتی تھی اس میں وہ تمام سکیورٹی فیچرز موجود تھے جن کا کمپنی سے معاہدہ ہوا تھا۔

جہاں تک پلیٹوں کے خام مال کا جرمنی سے درآمد کیا جانا اور پلیٹوں کا کراچی کی ایک مقامی کمپنی تیار کروائے جانے کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں حقیقت معلوم ہونے پر محکمہ نے بروقت punitive ایکشن لیا اور 3M نے سول کورٹ کو اپنے 375.316 ملین روپے کی ادائیگی کا دعویٰ کر رکھا ہے جس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ نیز 26۔فروری 2014 کو نمبر پلیٹوں کی خریداری کے نئے منظور شدہ ٹینڈر میں 3M کمپنی کو اس کی بری پرفارمنس کی بنیاد پر disqualify کر دیا گیا ہے۔ اس کمپنی کو اب

بھی375.316روپے کی ادائیگی ہونا باقی ہے جو پلیٹوں کی مقامی تیاری اور اس سے متعلقہ خلاف ورزی کے سلسلے میں ہونے والے قضیے کی بنیاد پر بقایا ہے۔ جب تک وہ معاملہ طے نہیں ہوتا اس وقت تک کمپنی کو ادائیگی نہیں کی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا تفصیلی جواب آگیا ہے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ جی، شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر269/14 ہے اس کو پڑھ دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے کل ایک ruling دی تھی اور مہربانی کی تھی۔ میں اس ruling کو زیر بحث نہیں لانا چاہتا لیکن میں اس گورنمنٹ کے لئے اور ایوان کے وقت کو بچانے کے لئے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی ruling بجا ہے لیکن ابھی پلیٹوں کے سلسلے میں جو محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جواب دیا ہے یہ میری تحریک التوائے کار نہیں تھی۔ انہوں نے پڑھ دیا، ایوان نے سن لیا اور آپ نے بھی مہربانی کی لیکن 17لاکھ گاڑیوں کی پلیٹیں ابھی تک due ہیں۔ اس میں عوام کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے اگر کمپنی کو ادائیگی نہیں کی ہے تو عوام نے ادائیگی کی ہوئی ہے۔ میں یہ بات ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں۔ اگر متعلقہ منسٹر یا متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری بیٹھے ہوتے تو میں انہیں ابھی concert کرتا کہ اس وقت 17لاکھ لوگ پلیٹوں کے بغیر ہیں۔ ان کو سڑکوں پر ذلیل کیا جاتا ہے، ان کی گاڑیاں روکی جاتی ہیں کیونکہ گورنمنٹ نے گاڑیوں کی پلیٹیں نہیں دیں۔ اگر آپ نے یہی فیصلہ کرنا ہے جس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو پھر ان کو محکمے سے ایک ٹیپ یا سی ڈی منگوا کر ایوان میں چلوا دیا کریں۔ ان کو بھی کیوں تکلیف دیتے ہیں ہم سن لیا کریں گے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار میں نے جمع کروائی تھی جس کا انہوں نے ابھی جواب دیا ہے۔ انہوں نے جو انٹی کرپشن کو رپورٹ دی ہے وہ کون سی رپورٹ ہے؟ میں بھی چاہتا ہوں کہ اس رپورٹ کو دیکھوں کیونکہ اس ساری انکوائری کو کافی حد تک روکا جا رہا ہے۔ اس میں چونکہ کافی لوگ ملوث ہیں جس کی وجہ سے روکا جا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو رپورٹ ان پلیٹوں کے بارے میں انٹی کرپشن کو دی ہے وہ رپورٹ ذرا دکھا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ آپ کو رپورٹ کی detail بتا دیں گے کہ کون سی رپورٹ دی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جو میں اب عرض کرنے لگا ہوں اس میں 16لاکھ افراد کا مسئلہ ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے ذرا گوندل صاحب کی بات سن لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ جو بات میں نے کہی ہے وہ مکمل ریکارڈ کے مطابق کہی ہے۔ اگر شیخ صاحب یا ڈاکٹر مراد راس کے علم میں کوئی بات ہے تو میرے پاس مکمل ریکارڈ موجود ہے اجلاس کے بعد یہ آ جائیں ہم بیٹھ جائیں گے اور جو بھی متعلقہ محکمے کے ساتھ بات کرنی ہو یا ان سے وضاحت چاہئے ہو گی تو ان کو مکمل طور پر ریکارڈ دیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! اپنی تحریک کو پڑھ دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں جو تحریک پڑھنے لگا ہوں اس میں 16 لاکھ افراد کے روزگار کا مسئلہ ہے۔ اس کی وجہ سے لاہور کی سبزی منڈی اور فروٹ منڈی میں ہڑتال کا خطرہ ہے۔ میں یہ serious لفظ ڈر کے مارے بول رہا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ بیان کریں۔

شیخ علاؤالدین: کہ آپ ان کو یہ کہہ دیجئے۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے ہڑتال ہوتی یا نہ ہوتی لیکن آپ نے ان کو پہلے ہی کہہ دیا ہے۔۔

شیخ علاؤالدین: نہیں، وہ اس لئے ہے کہ میرا تعلق ہے اور میں پہلے ہی inform کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، تحریک پڑھیں۔

فروٹ و سبزی منڈی لاہور کو لکھوڈیر منتقل کرنے سے آڑھتیوں اور لوگوں کو پریشانی کا سامنا

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ راوی روڈ اور بادامی باغ کے درمیان وسیع و عریض فروٹ و سبزی منڈی کو منتقل کرنے کا منصوبہ زیر غور ہے۔ ملک کی یہ مایہ ناز فروٹ و سبزی منڈی جس کی بنیاد تقریباً 45 سال پہلے لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے بڑے غور و خوض اور بہترین پلاننگ کے تحت شروع کی۔ آج یہ دونوں منڈیاں تقریباً 16 لاکھ افراد کی کفالت کا ذریعہ ہیں اور ان منڈیوں کو بغیر کسی وجہ عجلت میں ایک ایسی جگہ پر لے جانا جو کہ کسی بھی صورت عوام کے مفاد میں نہ ہو گا کیونکہ جس جگہ منڈی کو لے جانے کی تجویز ہے وہاں کے لاجسٹک

اخراجات پر کوئی غور نہ کیا گیا ہے جو آخر میں عوام ہی کو ادا کرنے ہوں گے اور نہ اُن کاروباری لوگوں کا سوچا گیا جنہوں نے یہاں اربہا روپے کی سرمایہ کاری کی ہوئی ہے اور لاکھوں افراد کا روزگار متاثر ہوگا۔ حقیقتاً موجودہ منڈیوں کو بہت کم سرمائے سے اگلے ساٹھ سے ستر سال تک کے لئے بہترین قابل عمل بنایا جا سکتا ہے۔ اگر صرف دونوں منڈیوں کے سامنے ریلوے لائن کے ساتھ ناجائز تجاوزات کو ختم کر کے ایک اوور ہیڈ بنا دیا جائے تو منڈیوں کے سامنے ٹریفک کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے گا۔ منڈیوں کے ساتھ ٹرک سٹینڈ عملاً ختم ہو چکا ہے۔ یہ جگہ منڈیوں کی extension میں بآسانی کام آ سکتی ہے۔ دوسری طرف لکھوڈیر کا علاقہ جہاں منڈیوں کو تبدیل کرنے پر غور ہو رہا ہے وہ علاقہ دس سے پندرہ فٹ depression میں ہے اور اربوں روپے کی بھرتی سے بھی کبھی مسائل حل نہ ہوں گے۔ جہاں پر سیوریج سسٹم بھی کبھی درست نہ ہوگا جو ان منڈیوں کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔ ان دونوں منڈیوں میں کاروباری آڑھتیوں نے اربوں روپے کی سرمایہ کاری، ایڈوانس ادائیگیاں، بیوپاریوں اور باغات وغیرہ کی خریداری کے لئے لگائے ہوئے ہیں۔ محرک یہ امر بھی معزز ایوان کے سامنے لانے پر مجبور ہے کہ لاہور لبرٹی مارکیٹ اور یہ سبزی اور فروٹ منڈیاں بالکل ہم عمر ہیں۔ لبرٹی مارکیٹ میں تمام ٹریفک 14 گھنٹے روزانہ بلاک رہتا ہے لیکن چونکہ لبرٹی مارکیٹ معاشرے کی Privileged Class کو Luxuries مہیا کرتی ہے سے منسلک ہے اس لئے وہاں وہ پیمانہ جو ان منڈیوں جو کہ ایک عام آدمی کی روزی روٹی کا ذریعہ ہیں اور ایک کروڑ عوام کو سبزی اور فروٹ مہیا کرتی ہیں پر نہ لگانا سمجھ سے بالاتر ہے اور ناقص منصوبہ بندی کی تاریخی مثال ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، آپ کے پاس اس کا جواب ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! شکریہ۔ اس کا جواب موصول ہو چکا ہے اور عرض ہے کہ سبزی و پھل منڈی راوی لنک روڈ لاہور 1969 میں Lahore Improvement Trust موجودہ ایل ڈی اے نے قائم کی تھی۔ ان منڈیوں کا کل رقبہ 250 کنال ہے۔ ان منڈیوں کا شمار پاکستان کی آمدنی والی بڑی منڈیوں میں ہوتا ہے۔ ان منڈیوں میں پورے پاکستان اور ہمسایہ ممالک سے زرعی اجناس آتی ہے اور بذریعہ نیلام عام فروخت ہوتی ہے جو کہ نہ صرف لاہور شہر بلکہ دیگر شہروں کی ضروریات بھی پوری کرتی ہیں۔ اب منڈیاں گنجان آباد آبادیوں کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے بہت سارے مسائل کا شکار ہو چکی ہیں۔ ان منڈیوں میں

کاروباری حجم بڑھنے کی وجہ سے جگہ بہت تنگ ہو چکی ہے اور ساتھ ساتھ بہت سارے مسائل پیدا ہو چکے ہیں جن میں صفائی، ناقص سیوریج سسٹم، ناجائز تجاوزات اور پارکنگ وغیرہ کے مسائل ہیں۔ لاری اڈا اور ٹرک سٹینڈ ساتھ واقع ہونے کی وجہ سے منڈیوں کے اندر اور باہر مین روڈ پر اکثر ٹریفک جام رہتی ہے۔ منڈیوں میں بروقت مال نہ آنے کی وجہ سے زمینداروں اور کاشتکاروں کو کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے اس نقصان سے بچنے کے لئے ان منڈیوں میں مال لانا ہی چھوڑ دیا ہے۔ دیگر منڈیوں میں مال لے جانے میں جو کہ مصنوعی قلت کا سبب بنتے ہیں جس سے نہ صرف مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے بلکہ مارکیٹ کمیٹی کی آمدن بھی بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ یہ منڈیاں روڈ لیول سے تقریباً چھ فٹ نشیبی جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے بارشوں کے دنوں میں دو سے تین فٹ تک پانی میں ڈوبی رہتی ہیں۔ جس کی وجہ سے آڑھتی صاحبان کا کاروبار بری طرح متاثر ہوتا ہے اور وہ سراپا احتجاج بنے رہتے ہیں۔ آڑھتی صاحبان اور عوام کا مطالبہ ہے کہ ان منڈیوں کو کسی موزوں اور مناسب جگہ پر شفٹ کر دیا جائے تاکہ وہ سکون کے ساتھ وہاں اپنے کاروبار کر سکیں۔ عوام کے اس مطالبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیراعلیٰ پنجاب نے ان منڈیوں کو کھوڈیر کے مقام پر منتقل کرنے کا حکم جاری فرمایا ہے۔ جس کے لئے 1098 کنال زمین حاصل کر لی گئی ہے۔ یہ جگہ ان منڈیوں کی منتقلی کے لئے بہت موزوں اور مناسب ہے اور Ring Road کے بالکل ساتھ واقع ہے۔ یہاں موجودہ دور کے مطابق جدید اور ماڈرن سبزی، پھل و گرین منڈیاں بنائی جائیں گی جس میں تمام تر بنیادی سہولتیں، سڑکیں، پارکنگ، سیوریج سسٹم اور سٹریٹ لائٹ وغیرہ حاصل ہو گی۔ ان منڈیوں کی تعمیر کے لئے باقاعدہ consultants کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں جو کہ آڑھتی صاحبان کے ساتھ باقاعدہ مشاورت اور ان کی ضروریات کے مطابق ماسٹر پلان تیار کرے گا اور اس ماسٹر پلان کے مطابق آڑھتی صاحبان کو دکانیں تعمیر کرنے کے لئے مناسب وقت دیا جائے گا۔ نئی جگہ پر منڈیوں کی منتقلی سے مال کی آمد میں اضافہ ہو گا اور کاروبار میں بھی بہتری آئے گی۔ لوگوں کے لئے وسیع کاروبار کے مواقع پیدا ہوں گے، مہنگائی میں بھی کمی آئے گی، قیمتوں میں استحکام پیدا ہو گا اور عوام کو مصنوعی مہنگائی سے نجات ملے گی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بالکل حقائق کے منافی جواب دیا گیا ہے۔ منڈیوں کے بیوپاریوں کا میرے ساتھ تعلق ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کہا ہے کہ ان کے مشورے سے کیا گیا ہے۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ آج کل اتنے پریشان ہیں، آپ اس کو test

case بنالیں۔ میں ان کو ایک گھنٹے کے نوٹس پر آپ کے چیمبر میں بلاتا ہوں۔ وہ اتنے پریشان ہیں کہ آپ سوچ نہیں سکتے اور ان کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا یہ کہ انہوں نے بس سٹینڈ کا ذکر کیا ہے، بس سٹینڈ تو ملتان روڈ پر چلا گیا ہے۔ ہو یہ رہا ہے کہ یہ اربوں روپے اس پر ضائع کرنا چاہتے ہیں اور میں صرف 30 کروڑ روپے میں اس منڈی کو modernate کر سکتا ہوں۔ اس کو بہترین منڈی بنا سکتا ہوں۔ میں سبزی منڈی اور فروٹ منڈی کے سارے بیوپاریوں کو بلا لیتا ہوں۔ یہ اپنی بات پر ٹھہریں اور یہ کہیں کہ ہم نے ان سے مشورہ کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! دیکھیں، بات یہ ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! دیکھیں، بات سنئے کہ آپ اس کو pending کر لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! نہیں، اس تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس کا جواب غلط ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، کوئی اصول ہوتا ہے، اگر جواب غلط ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! بات سنئے کہ اس کا جواب غلط ہے اور ان کے غلط جواب کو اس طرح نہیں مانا جا سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! پلیز، ایسے نہ کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! بات سنیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! sorry اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔ اس تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے اس لئے یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 273/14 محترمہ شُنیلا رُوت اور محترمہ سعدیہ سہیل رانا صاحبہ کی طرف سے ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ایسے نہیں ہو گا۔ آپ زیادتی کر رہے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! میں نے آپ کی ہمیشہ عزت کی ہے۔ میں نے کوئی زیادتی نہیں کی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ جواب حقائق کے منافی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! اس تحریک التوائے کار کا جواب آگیا ہے اور اگر مزید کوئی بات ہے تو اس پر آپ تحریک استحقاق لے کر آئیں۔ میں نے کل اس پر ruling دے دی ہے۔ آپ اس پر بحث کئے جا رہے ہیں، اس پر بحث نہیں ہو سکتی اور بات ختم ہو گئی ہے۔ میں نے اس کو dispose of کر دیا ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! تحریک التوائے کار نمبر 273/14 کا جواب دیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! پلیز، اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اگر انہوں نے حقائق کے منافی بات کی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگر حقائق کے منافی ہے تو آپ اس پر تحریک استحقاق لے کر آ جائیں کہ یہ غلط جواب دیا گیا ہے تو میں اس کو take up کر لیتا ہوں اور یہ کمیٹی کے سپرد کر دوں گا وہ اس پر فیصلہ کر لیں گے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! کسی آڑھتی نے یہ رائے نہیں دی اور وہاں پر جو دکاندار بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے ضرور کہا ہو گا۔ کسی بندے کی رائے کے مطابق یہ رپورٹ نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! دیکھیں، بات یہ ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میری عرض سن لیں اور میں آپ سے گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جواب پڑھ دینے سے، چاہے وہ غلط جواب آگیا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی؟ میں آپ سے بڑے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگر آپ سمجھتے ہیں کہ غلط جواب ہے۔۔۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جس طرح شیخ صاحب نے بات کی ہے آپ آدھے گھنٹے کا ٹائم دے دیں۔ تمام آڑھتی یہاں پر آ جاتے ہیں اور آپ ان سے بات کر لیں۔ یہ کسی کے روزگار کا مسئلہ ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ عوام کا ایوان ہے اور اس پر ان کا بھی حق ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! بات یہ ہے کہ انہوں نے اس پر جواب دے دیا ہے اگر آپ سمجھتے ہیں کہ غلط جواب ہے۔۔۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ غلط جواب ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ اس پر تحریک استحقاق لے آئیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈیپارٹمنٹ نے اس کا جواب دے دیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ غلط جواب ہے اور میں یہ ثابت کر دوں گا۔ میرا ان کے ساتھ تعلق ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! آپ اس پر تحریک استحقاق لے آئیں۔ جی، آپ next تحریک التوائے کار کا جواب دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ جواب غلط ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں، بات یہ ہے، آپ کی بات بالکل ٹھیک ہو گی۔ آپ ایک کام کریں کہ آپ اور میاں صاحب اس پر تحریک استحقاق لے آئیں۔ میں اس کو کمیٹی میں بھیجتا ہوں اور پندرہ دن کے اندر اس کی رپورٹ منگوا لیتے ہیں اور اس کو دیکھ لیتے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! وہاں پر تین یا چار سو کے قریب آڑھتی جو وہاں پر مالک ہیں یہ صرف بتا دیں کہ ان میں سے کتنے آڑھتیوں نے کہا ہے کہ یہاں سے یہ منڈی لے جاؤ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر!۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ان آڑھتیوں میں سے مجھے یہ دو کے نام بتا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، آپ ان کی بات سنیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! فرمائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! میں اس معاملے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بنیادی طور پر جب آپ نے اسے dispose of کر دیا ہے تو مزید اس پر بحث نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ نہ صرف آپ کی بلکہ اس ایوان کی بھی توہین ہے۔ اس کے علاوہ عرض یہ ہے کہ

شیخ صاحب! سپیکر صاحب کی ruling بھی آ چکی ہے کہ میں ان کا جواب دے سکتا ہوں۔اگر آپ اونچا بول سکتے ہیں تو ہم بھی اونچا بول سکتے ہیں۔۔۔

شیخ علاؤالدین: اگر غلط جواب دیں گے تو ضرور بولیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): آپ ایوان کی بھی توہین کرتے ہیں اور سپیکر صاحب کی رولنگ کی بھی توہین کرتے ہیں، جب یہ تحریک التوائے کار dispose of ہو گئی ہے تو اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ اس تحریک التوائے کار کا جواب دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! اگر یہ غلط جواب دیں گے تو ہم بولیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! میں نے اس تحریک التوائے کار کو dispose of کر دیا ہے۔آپ اس پر تحریک استحقاق لے آئیں میں اس کو take up کرکے کمیٹی کے پاس بھیجوں گا۔ تحریک التوائے کار نمبر 273/14 محترمہ شُنیلا رُوت صاحبہ اور محترمہ سعدیہ سہیل رانا صاحبہ کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔اب کسی بھی تحریک التوائے کار پر بحث نہیں ہو گی۔اگر اس پر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو پھر رولز کے مطابق آپ تحریک استحقاق لے آئیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! اگر غلط جواب دیا جائے گا تو ہم بولیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ اس پر تحریک استحقاق لے آئیں میں اس کو کمیٹی کے پاس بھیجوں گا۔پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ اس تحریک التوائے کار کا جواب دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! اگر غلط جواب آئے گا تو ہم بولیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔آپ تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! اگر غلط جواب آئے گا تو ہم اس پر بات کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، نہیں ۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔آپ رولز کے مطابق تحریک استحقاق لے کر آئیں میں اس کو کمیٹی کے سپرد کروں گا۔یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ Chair سے اس طرح مخاطب ہوں۔پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ جواب دیں۔

لاہور کی ڈسپنسریوں اور بنیادی، دیہی مراکز صحت میں ادویات نہ ہونے کی وجہ سے مریضوں کو پریشانی کا سامنا

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): شکریہ۔جناب سپیکر! محکمہ کے ماتحت دیہی مراکز صحت، بنیادی مراکز صحت ڈسپنسریوں، ایم سی آئی سنٹرز، ڈی ایچ کیو اور ٹی ایچ کیو جن کی ادویات کی خریداری کے لئے سالانہ بجٹ 4 کروڑ 80 لاکھ روپے ہے۔ان میں سے پی آر ایس پی کا بجٹ الگ ہے۔ محکمہ صحت نے ادویات کی خریداری کر لی ہے متعلقہ دیہی مراکز، ڈسپنسریوں، ایم سی آئی سنٹرز، ڈی ایچ کیو اور ٹی ایچ کیو میں سپلائی بھیج دی گئی ہے۔اس وقت ان تمام سنٹروں میں ادویات موجود ہیں، اس سے پہلے بھی ادویات موجود تھیں جو لاکھوں مریضوں کو مفت دی جارہی ہیں۔ان کا علاج بھی کیا جارہا ہے، ای ڈی او (ہیلتھ) لاہور کے ماتحت کسی بھی مرکز صحت، ڈسپنسری میں کسی بھی مریض کی طرف سے کوئی شکایت عدم اعتماد نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس تحریک التوائے کار کا جواب آگیا ہے اب یہ تحریک التوائے کار dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 274/14 جناب محمد صدیق خان صاحب، محترمہ شُنیلا رُوت صاحبہ اور محترمہ سعدیہ سہیل رانا صاحبہ کی طرف سے پیش ہوئی ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اس کا جواب آگیا ہے؟

لارج سٹی پیکج کے تحت چار بڑے شہروں کا ترقیاتی بجٹ سٹی گورنمنٹ لاہور کو جاری کرنا

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! یہ درست نہ ہے کہ چار بڑے شہروں یعنی ملتان، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور راولپنڈی کے اضلاع کی مختص شدہ ترقیاتی رقوم میں سے ضلع لاہور کی سکیموں کو فنڈز جاری کئے جارہے ہیں، مبلغ 5 کروڑ، 8 کروڑ، 6 کروڑ 7 لاکھ روپے بالترتیب جو نشاندہی کی گئی ہے وہ رقم درحقیقت ضلع لاہور کے حصہ ہی کی ہے۔ ضلع لاہور کی سکیموں کو فراہم کی گئی ہے، جس سے دیگر چار بڑے شہروں کی سکیمیں ہرگز متاثر نہیں ہو رہیں جبکہ Rescue 1122 کے تین نئے سنٹرز رائے ونڈ، گجومتہ اور مانگا منڈی میں قائم کئے جارہے ہیں، ان سنٹرز کے فنڈز

بالترتیب 7 کروڑ 6 کروڑ 98 لاکھ 61 ہزار 7 سو، 25 لاکھ 42 ہزار روپے کل 21 کروڑ چالیس لاکھ روپے بھی لاہور شہر کے حصہ سے ہی جاری کئے گئے ہیں۔ حقیقتاً موجودہ مالی سال کے ترقیاتی بجٹ میں block allocation پانچ بڑے شہروں لاہور، ملتان، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور راولپنڈی کے لئے مختص کی گئی ہے۔ اس block allocation میں سے پانچ بڑے شہروں کی ضروریات کے تحت ترقیاتی منصوبہ جات کے لئے رقم جاری کی جاتی ہے۔ جس میں لاہور شہر کے علاوہ 3۔ارب 70 کروڑ روپے ملتان، فیصل آباد، راولپنڈی اور گوجرانوالہ کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ جوں جوں ان شہروں کے ترقیاتی منصوبوں کی انتظامی منظوری یعنی administrative approval متعلقہ اتھارٹی کو جاری کی جاتی ہے۔ محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ان اداروں کو ترقیاتی فنڈز جاری کر دیتا ہے۔ اب تک اس block allocation سے لاہور شہر کے علاوہ فیصل آباد کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے 97 کروڑ روپے جاری کئے جا چکے ہیں۔ گوجرانوالہ اور راولپنڈی کے لئے مختص شدہ منصوبے ان شہروں کے منصوبوں کی انتظامی منظوری جاری ہونے کے بعد متعلقہ اداروں کو جاری کر دی جائے گی۔ ملتان کے لئے بھی 37 کروڑ 33 لاکھ 50 ہزار روپے جاری کئے جا چکے ہیں۔ چونکہ لاہور صوبہ کا دارالخلافہ ہونے کے ساتھ ساتھ میگا سٹی بھی ہے، جس کی آبادی بھی دوسرے بڑے شہروں سے زیادہ ہے اس لئے اس کی ضرورت اور مسائل دوسرے شہروں کی نسبت زیادہ ہیں لہذا تناسب کے لحاظ سے اس شہر کا ترقیاتی فنڈ بھی حصہ سے زیادہ بنتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے اس لئے یہ تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 14/275 چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی طرف سے ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اس کا جواب آ گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب موصول نہیں ہوا اس لئے اس تحریک التوائے کار کو اگلے ہفتے تک کے لئے pending کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے اس تحریک التوائے کار کو اگلے ہفتے تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 14/294 بھی چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی طرف سے ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

فارڈر ریسرچ انسٹیٹیوٹ سرگودھا نے نااہل عملہ کی وجہ سے
حکومت کو سالانہ کروڑوں روپے نقصان کا انکشاف

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): شکریہ۔ جناب سپیکر! محکمہ زراعت کا ادارہ فاڈر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے پاس اس وقت کل 116ایکڑ رقبہ ہے جس میں سے 79ایکڑ براہ راست جبکہ 27ایکڑ تین پٹہ داران کاشت کرتے ہیں۔ گزشتہ کئی سالوں سے اس ادارے کا جو ٹارگٹ حکومت پنجاب کی جانب سے دیا جاتا رہا ہے وہ پورا کیا جا رہا ہے۔ یہ ادارہ 1981 میں باقاعدہ ڈائریکٹوریٹ کے طور پر کام کر رہا ہے۔ چارا جات کی فصلات پر ہر پہلو پر ریسرچ کر رہا ہے۔ اب تک اس ادارے نے چارے کی آٹھ فصلات کی تئیس نئی اقسام پیدا کی ہیں جن کی کاشت سے صوبہ بھر کے زمینداروں کو خاطر خواہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ گزشتہ تین سالوں کے دوران اس ادارے نے برسین کی دو، برسین سپر لیٹ انمول، جئی کی ایک، باجرہ کی ایک اور رائی گراس کی ایک نئی قسم دریافت کی ہے۔ اس سلسلے میں مزید ریسرچ جاری ہے، انشاء اللہ اگلے چند سالوں میں فصلات کی دو سے تین قسمیں مزید پیدا ہو جائیں گی۔ کسی بھی فصل کی نئی قسم دریافت کرنے کے لئے کم از کم دس سے بارہ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے اور یہ ایک مکمل ٹیم ورک ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ایک قسم کا بیج دریافت ہوتا ہے۔ دفتر ہذا کی خوبصورتی کے لئے کچھ پھل دار پودے احاطہ میں لگائے ہوئے ہیں جس میں کچھ آم اور باقی کینو کے ہیں۔ ادارہ ہر سال کوشش کرتا ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ آمدن ہو اور گزشتہ کئی سالوں سے ادارہ یہ آمدن حکومت پنجاب کے خزانہ میں جمع کروا رہا ہے، اس میں آموں کی آمدن بھی شامل ہے۔ ادارہ ہر سال لوسن کا بیج تیار کرتا ہے اور گزشتہ سال دو ایکڑ رقبہ سے 89 کلو گرام بیج پیدا کیا گیا۔ ادارہ کے پاس تمام مشینری مناسب شیڈ کے نیچے موجود ہے۔ ادارہ کے پاس چونکہ کل براہ راست 89ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے جس میں زیادہ تر زرعی تجربات کئے جاتے ہیں جبکہ باقی ماندہ دستیاب رقبہ پر یہ فصلات بیج کے لئے کاشت کی جاتی ہیں۔ گزشتہ سال ادارے نے جوار کا 2849 کلو گرام باجرہ کا 506 کلو گرام، مکئی کا 2503 کلو گرام، برسین کا 1289 کلو گرام جئی کا 4747 کلو گرام اور لوسن کا 89 کلو گرام بیج تیار کیا۔ یہ بیج عام طور پر بڑی سیڈ کمپنیاں اور progressive کسانوں کو مہیا کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کو multiply کر کے مزید بیج پیدا کر سکیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اس تحریک کا جواب آ گیا ہے اب اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ نے ابھی منڈیوں کے بارے میں شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک التوائے کار dispose of کر دی۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تحریک التوائے کار کے ذریعے جو مفاد عامہ کے بڑے بڑے مسائل ہیں اس پر ہمارے معزز ممبران بات کرتے ہیں حکومت کی توجہ ان مسائل کی جانب توجہ دلاتے ہیں لیکن یہاں یہ ایک روایت پڑ گئی ہے کہ کوئی بھی تحریک التوائے کار آئے اس کا جواب دے دیا وہ صحیح ہے غلط ہے۔ یہاں پر اس کو پڑھ دیا گیا اور پھر وہ close issue ہو گیا۔ ایک تو میری آپ سے درخواست ہے کہ خدارا across the board کوئی treasury benches سے ہے یا اپوزیشن سے ہے، مفاد عامہ کے اس طرح کے جو مسائل ہیں ان پر کبھی کوئی تحریک التوائے کار منظور بھی کر لیں، یہ ایوان آخر ہے کس لئے؟ اس کو منظور کرکے اس کے اوپر آپ debate کروائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ ماشاء اللہ۔۔۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب والا! میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ آپ نے وہ تحریک التوائے کار dispose of کر دی لیکن میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ تھا کہ اتنی اہمیت عامہ رکھنے والا مسئلہ ڈیڑھ کروڑ کی آبادی لاہور شہر کی ہے، ہم دوبارہ بھی اس تحریک التوائے کار کو لے آئیں گے، اپوزیشن کی طرف سے یہ تحریک التوائے کار لے آئیں گے۔ شیخ علاؤالدین صاحب اس ایوان کا قیمتی اثاثہ ہیں اور وہ ہمیشہ مفاد عامہ کے اہم مسائل پر بات کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے وہ حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہیں اور ان کی بات کو اس طرح serious لیا نہیں جاتا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ فروٹ مارکیٹ، ویجیٹیبل مارکیٹ کو یہاں سے اٹھا کر اگر ہم بارڈر پر لے جائیں تو اس کا براہ راست اثر لاہور کے شہریوں پر پڑے گا،

مہنگائی ہو گی یہاں سے اگر پچاس کلو میٹر دور یا تیس کلو میٹر دور منڈی جاتی ہے تو اربوں روپیہ دوبارہ اس منڈی پر خرچ ہو گا، اگر محرک کا خیال یہ ہے کہ یہ جواب درست نہیں، آپ نے کہہ دیا کہ آپ تحریک استحقاق لے آئیں۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اگر کوئی محرک اس جواب سے مطمئن نہ ہو اور وہ مسئلہ انتہائی اہم نوعیت کا ہو، مفاد عامہ سے ہو جس کا براہ راست تعلق عوام کی زندگیوں سے ہو آپ اسے pending کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں میاں اسلم اقبال صاحب نے بھی یہی بات کی کہ یہ جواب درست نہیں ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ تحریک التوائے کار پر صرف جواب پڑھ دینے سے حکومت بری الذمہ نہیں ہو جاتی بلکہ اس میں جو حقائق ہیں، جو اصل مسائل ہیں جن کی طرف توجہ دی گئی ہے مقصد یہ نہیں ہوتا کہ حکومت کو زچ کریں بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ مسئلہ جو بیوروکریسی کے ذریعے سرکاری محکموں کی نذر ہو گیا اور اس پر حکومت کی توجہ نہیں ہوتی تو اس پر توجہ ہو جائے، وہ مسئلہ حل ہو جائے اور عوام کو ریلیف ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی important مسئلہ ہے ہم کل ہی اسے دوبارہ take up کرتے ہیں اور ایک تحریک التوائے کار لے کر آتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ہمارا اربوں روپیہ بچایا جائے اور لاہور کے شہریوں پر مہنگائی کی شکل میں براہ راست جو بوجھ پڑتا ہے اس سے انہیں بچایا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر محنت و انسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور): جناب سپیکر! میں بڑے احترام سے عرض کرتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف کے لئے میرے دل میں بڑا احترام ہے، میں ساری اپوزیشن کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور ان کی کہی ہوئی بات اصلاح کے لئے ہمارے حکومتی بنچوں اور حکومت کے لئے بڑے معنی رکھتی ہے۔ سپیکر کی رولنگ کے بعد قائد حزب اختلاف کی اتنی بڑی بات کر دینا رولز میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے کوئی ایسا قانون نہیں ہے اور پھر Coming from the Leader of the Opposition میں گزارش کروں گا سپیکر نے ایک رولنگ دے دی اور اس کے بعد اتنی لمبی سٹیٹمنٹ دینا اور پھر سپیکر کی رولنگ پر کہنا کہ اس کو اس طرح نہیں کیا جانا چاہئے تھا اس کو اس طرح handle کیا جانا چاہئے تھا میرا خیال ہے کہ یہ بات ہمارے مہذب قائد حزب اختلاف کو زیب نہیں دیتی۔

جناب قائم مقام سپیکر: راجہ صاحب! بہت شکریہ

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں نے ایک construction بات کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! میری بات سنیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جی۔

جناب قائم مقام سپیکر: تحریک التوائے کار کا مقصد ایک بات گورنمنٹ کے notice میں لانا ہوتا ہے، میں نے کل rules کے مطابق اس پر رولنگ بھی دے دی ہے اور آج دوبارہ بھی اس پر کہتا ہوں کہ یہ ایک exercise چلی آ رہی ہے جو آج سے نہیں بلکہ میرے خیال میں بہت سے سالوں سے چلی آ رہی ہے۔ اب اگر آپ اس پر ووٹنگ کرانا چاہتے ہیں رولز تو یہ کہتے ہیں کہ آپ اس پر ووٹنگ کروالیں، maximum تحاریک التوائے کار اپوزیشن کی طرف سے ہیں اگر میں ہر تحریک التوائے کار پر ووٹنگ کروانے بیٹھوں تو میرا نہیں خیال کہ یہاں پر اپوزیشن کی کسی ایک تحریک التوائے کار کا بھی جواب دیا جا سکے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری عرض سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، شیخ صاحب! اب آپ تشریف رکھیں، مہربانی کر دیں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اب آپ میری بات سنیں، مجھے رولز کے مطابق چلنے دیں آپ نے بات کر دی انہوں نے جواب دے دیا ہے اب ہم سارا دن اسی بحث میں پڑے رہیں گے۔ آپ کہیں گے کہ آپ کی بات ٹھیک ہے وہ کہتے ہیں کہ ہماری بات ٹھیک ہے۔ اگر آپ کو اس پر اعتراض ہے تو آپ اس پر تحریک استحقاق لے کر آئیں تو اسے کمیٹی کے پاس لے کر جائیں گے۔

شیخ علاؤالدین: وہ ہم لائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ اس پر دوبارہ تحریک التوائے کار دینا چاہتے ہیں مجھے بتائیں کہ میں کس کی بات کو valid قرار دوں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی بات ٹھیک ہے، پارلیمانی سیکرٹری صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہماری بات ٹھیک ہے۔ مجھے بتائیں کہ میں اس میں کیا کروں؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے اور بات کر دی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ مجھے رولز کے مطابق ایوان چلانے دیں۔

شیخ علاؤالدین: تین ہزار روپے کے اشتہار پر توجہ دی جا سکتی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ اگر آپ کو اعتراض ہے اور آپ اس پر ووٹنگ کرانا چاہتے ہیں اور ایوان میں بحث کرانا چاہتے ہیں تو میں نے کل اس پر رولنگ دے دی ہے۔ اگر

اب آپ کہیں گے تو میں ووٹنگ کروالوں گا، اس ایوان میں ممبران کی جتنی strength ہے اس کے 63 ممبر اس پر ووٹنگ کر لیں گے اور ہم بحث کے لئے ایک دن fix کر لیں گے۔ اس کے لئے دو گھنٹے ٹائم ہوتا ہے آپ اس میں پورا ٹائم بحث کرتے رہیں لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اگر آپ کو اس پر اعتراض ہے تو تحریک استحقاق لے آئیں۔

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: منسٹر صاحب! میرے خیال میں آپ تشریف رکھیں۔ ان کو جواب دینے دیں یہ بات بہت لمبی ہو گئی ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں نے آپ سے request کی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! میں ابھی out of turn آپ کی تحریک التوائے کار لیتا ہوں۔ تحریک التوائے کار نمبر 315/14 ڈاکٹر مراد راس صاحب کی ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اس کا جواب دیں۔

محکمہ صحت کی عدم توجہ اور لاہور کے ہسپتالوں کی انتظامیہ کی نااہلی کے باعث ویسٹ تلف نہ کرنے کی وجہ سے موذی امراض میں اضافہ

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! ہسپتالوں کا کوڑا کرکٹ، خراب اور بے کار ادویات اور طبی آلات غیر محفوظ طریقے سے ضائع کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ محکمہ صحت پنجاب پاکستان انوائرمنٹ پروٹیکشن ایکٹ 1997 پر سختی سے عمل پیرا ہے جس کے تحت حکومت پاکستان نے Hospital Waste Management Rules 2005 بنائے ہیں جن کی روشنی میں محکمہ صحت ہسپتالوں کی باقاعدہ Hospital Waste Management Committee کی تشکیل دی ہے۔ یہ کمیٹی ہسپتال کے کوڑا کی مناسب تلفی کے لئے سخت monitoring کرتی ہے، سخت اقدامات کئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب تھوڑا اونچا بولیں چونکہ سنائی نہیں دے رہا۔

جناب قائم مقام سپیکر: volume زیادہ کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور(جناب نذر حسین): Hospital waste کی مناسب طریقے سے تلفی کے بارے میں اہم اقدامات اٹھائے گئے ہیں اور اس ضمن میں وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ حکومت پنجاب نے وفاقی حکومت کے تعاون سے 14 ضلعی ہسپتالوں میں Hospital Waste کے لئے Incinerator مہیا کئے ہیں اور waste کو اکٹھا کرنے اور اس سے متعلقہ سامان ہسپتالوں کو مہیا کیا گیا جس میں مختلف رنگوں کی بالٹیاں، سیفٹی بکس سرنج کٹر وغیرہ شامل ہیں۔ہسپتال کے waste کی تلفی اور آگاہی کے لئے ہیلتھ ایجوکیشن کے معلوماتی پمفلٹ اور پوسٹر بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔مزید برآں حکومت پنجاب نے لاہور کے ہسپتالوں کا پیدا شدہ waste بہتر انداز سے تلف کرنے کی خاطر Lahore Waste Management Committee سے معاہدہ کرنے کا جائزہ لیا ہے۔اس طریق کار کے تحت ہسپتالوں کا کوڑا کرکٹ زیادہ مؤثر انداز میں تلف کیا جا سکے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محترمہ! آپ اپنی تحریک التوائے کار out of turn لے لیں۔ڈاکٹر صاحب! پلیز اس پر کوئی comment نہیں ہے، no comment ڈاکٹر صاحب! آپ میرے لئے قابل احترام ہیں no comment

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری میرے ساتھ گنگارام اور جناح ہسپتال چلیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس پر کوئی بحث نہیں sorry تشریف رکھیں۔جی، محترمہ تحریک التوائے کار نمبر 380/14 پیش کریں۔

پانی کے بلوں میں اضافہ سے شہریوں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ فائزہ احمد ملک: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ وزیراعلیٰ کی منظوری کے بغیر واسا ایل ڈی اے نے پانی کے بلوں میں دو سو فیصد تک اضافہ کر دیا ہے جس کی بناء پر لاہور کے شہری بلبلا اٹھے ہیں۔تین مرلہ گھروں کو 220 روپے سے 330 روپے بل بھجوایا جا رہا تھا واسا نے چھوٹے بڑے گھروں کا یکساں ریٹ 660 روپے مقرر کر دیا ہے۔تفصیلات کے مطابق واسا انتظامیہ نے ایک سے تین مرلہ کے گھروں کے پانی کے بلوں میں سو سے دو سو فی صد اضافہ

کیا ہے جس سے شہری بلبلا اٹھے اور واساد فاتر کے چکر لگانے شروع کر دیئے۔ شہر میں پانی کے 6لاکھ 11 ہزار کنکشن ہیں جن میں 95ہزار کمرشل ہیں، 1997 سے قبل ان پر میٹر نہیں لگائے جاتے تھے یوں چھوٹے گھروں کو اوسطاً بل 220روپے سے 330روپے بھجوایا جارہا تھا-ایسے بغیر میٹر کے کنکشنوں کی تعداد سوادو لاکھ سے زائد ہے۔ حکومتی عہدیداروں اور بعض افسران نے ملی بھگت کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ کی منظوری کے بغیر ایل ڈی اے سے اس کی منظوری لی اور چھوٹے گھریلو کنکشن جن پر میٹر موجود نہیں تھے ان کو بلوں میں میٹر والے کنکشن ظاہر کر کے بلوں کا یکساں ریٹ 660روپے مقرر کر دیا۔ شہریوں نے اس پر شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ پٹرول بجلی اور اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں اضافے سے ہم پہلے ہی پریشان تھے واسا نے پانی بھی پہنچ سے دور کر دیا جو کہ ان کے ساتھ سراسر زیادتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور(جناب نذر حسین): شکریہ۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں وضاحت یہ ہے کہ واسا لاہور نے بلوں میں اضافہ کا کوئی نیا نوٹیفکیشن جاری نہیں کیا۔ بل نوٹیفکیشن 2004-04-07 کے ٹیرف کے مطابق جاری کئے جارہے ہیں، نوٹیفکیشن کی کاپی ایوان کی میز پر موجود ہے۔ نوٹیفکیشن مورخہ 1998-02-11 کے مطابق تمام نئے کنکشن کو میٹر کنکشن کے طور پر لگایا جارہا ہے اور نیا کنکشن بغیر میٹر منظور نہیں کیا جارہا نوٹیفکیشن کی کاپی ایوان کی میز پر موجود ہے- علاوہ ازیں لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی سب کمیٹی کی سفارشات مورخہ 2004-02-28 کے مطابق پہلے سے موجود بغیر میٹر کنکشنوں کو مرحلہ وار meter category میں تبدیل کیا جارہا ہے اس کی کاپی بھی ایوان کی میز پر موجود ہے۔ اس وقت کل 6لاکھ 41 ہزار 744 کنکشنوں میں سے meter category کنکشن کی تعداد 6لاکھ 14 ہزار 260 ہے جبکہ 27ہزار 484 کنکشن un metered ہیں، ان un metered کنکشنوں کو meter category میں تبدیلی کا عمل جاری ہے۔ اس طرح اس تاثر کو بھی ختم کیا جا سکے گا کہ یکساں رقبہ رکھنے والوں سے یکساں بل وصول نہیں کیا جاتا۔ واسا ٹیرف کے مطابق ایک تا پانچ مرلہ گھریلو کنکشن کے پانی کا اوسطاً استعمال 10 ہزار گیلن ماہانہ ہے اور اس کا ماہانہ بل تقریباً 326روپے بنتا ہے جس میں واٹر بل 168روپے سات پیسے، سیور بل 117روپے 2 پیسے سینی ٹیشن فیس 37روپے ایک پیسہ اور فکس چارجز بنک سروسز چارجز تین روپے شامل ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر:اس تحریک التوائے کار کا جواب آ گیا ہے لہذا اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!آپ نے شوگر ملوں کے بارے میں ان سے پوچھنا تھا۔۔۔

سرکاری کارروائی

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب!میں اس کے بعد پوچھ لیتا ہوں۔ابھی آپ تشریف رکھیں۔آج کے ایجنڈا پر درج ذیل سرکاری کارروائی ہے۔

قواعد کی معطلی کی تحریک

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014. Minister for Law may move the motion for suspension of Rules.

MINISTER FOR LOCAL GOVERNEMNT AND COMMUNITY DEVELOPMENT/LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I move:

> "That the requirements of Rule 95(3) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid for immediate consideration of the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That the requirements of Rule 95(3) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid for immediate consideration of the Punjab

Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014."

The motion moved and the question is:

"That the Requirements of Rule 95(3) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid for immediate consideration of the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014."

(The motion was carried.)

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا گیا)

مسودہ قانون تولیدی، میٹرنل، نومولود و چائلڈ ہیلتھ اتھارٹی پنجاب مصدرہ 2014

MR ACTING SPEAKER: First reading starts. Now, we take up the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014.Minister for Law may move the motion for consideration of Bill.

MINISTER FOR LOCAL GOVERNEMNT AND COMMUNITY DEVELOPMENT/LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I move:

"That the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014, as recommended by the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014, as recommended by

the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once."

There is an amendment in it. The amendment is from Mian Mehmood-ur-Rasheed, Mian Muhammad Aslam Iqbal, Mr Muhammad Siddique Khan, Dr Murad Raas, Malik Taimoor Masood, Mr Asif Mehmood, Raja Rashid Hafeez, Mr Ijaz Khan, Mr Muhammad Arif Abbasi, Mr Ejaz Hussain Bukhari, Dr Salah-ud-Din Khan, Mr Ahmad Khan Bhacher, Mr Muhammad Sibtain Khan, Mr Khurram Shahzad, Mr Masood Shafqat, Mr Zaheer-ud-Din Khan Alizai, Mr Javed Akhtar, Mr Waheed Asghar Dogar, Mr Khan Muhammad Jahanzaib Khan Khichi, Mr Ahmad Ali Khan Dreshak, Sardar Ali Raza Khan Dreshak, Mr Abdul Majeed Khan Niazi, Mian Mumtaz Ahmad Maharwi, Mrs Saadia Sohail Rana, Dr Nausheen Hamid, Mrs Raheela Anwar, Ms Nabila Hakim Ali Khan, Mrs Naheed Naeem, Ms Shunila Ruth, Qazi Ahamad Saeed, Sardar Shahab-ud-Din Khan, Makhdoom Syed Murtaza Mehmood, Mr Khurram Jahangir Wattoo, Khawaja Muhammad Nizam ul Mehmood, Rais Ibrahim Khalil Ahmed, Makhdoom Syed Ali Akbar, Mrs Faiza Ahmed Malik and Dr Syed Waseem Akhtar. Any mover may move it.

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! تمام معزز ممبران حزب اختلاف نے آپس میں مشورہ کیا تھا اور یہ فیصلہ ہوا ہے کہ in good gesture ہم یہ amendment withdraw کرتے ہیں۔ لیڈی ہیلتھ ورکرز کا مسئلہ بہت پرانا چلا آرہا ہے۔ دو سال پہلے سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا اور اس فیصلے کی روشنی میں یہ قانون سازی کی جا رہی ہے۔ چلیں، دیر آید درست آید۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قانون سازی پورے ایوان کی طرف سے متفقہ طور پر ہونی چاہیئے۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم قائد حزب اختلاف اور تمام معزز ممبران حزب اختلاف کے اس جذبے کو appreciate کرتا ہوں۔ یقیناً اڑتالیس ہزار لیڈی ہیلتھ وزیٹرز ہیں اور اس کے علاوہ 1947 ان کی سپروائزرز ہیں۔ یہ

پروگرام 1994 میں شروع ہوا تھا۔اس کے بعد جب یہ صوبوں کو devolve ہوا تو وفاقی حکومت نے پہلے پانچ سال یعنی 30-جون 2017 تک تمام اخراجات اور تنخواہوں کے سلسلے میں liability برداشت کرنا تھی لیکن اس بارے میں پچھلے کچھ عرصہ میں ایک ابہام سا رہا، یہ فیصلہ نہ ہو پایا اور اسی وجہ سے اس میں دیر ہوئی ہے۔اب یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اس اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے جس کے ذریعے سے ان تمام پچاس ہزار کے قریب لیڈی ہیلتھ ورکرز کو regularize کیا جائے گا۔

MR ACTING SPEAKER: The amendment is withdrawn. Now the motion moved and the question is:

"That the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014, as recommended by the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once."

(The motion was carried unanimously.)

CLAUSE 3

MR ACTING SPEAKER: Second reading starts. We take up the Bill Clause by Clause. Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 4

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 5

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 6

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 7

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 8

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 9

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 10

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 11

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 11 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-12

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 13

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 14

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 15

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 16

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 17

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 18

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 19

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 20

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 21

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 2

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR ACTING SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Preamble of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR ACTING SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Long Title of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: Third reading starts. Minister for Law!

MINISTER FOR LOCAL GOVERNMENT AND COMMUNITY DEVELOPMENT/LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I move:

"That the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014, be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014, be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Reproductive, Maternal, Neo-natal and Child Health Authority Bill 2014, be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

بحث
قبل از بجٹ بحث
(---جاری)

جناب قائم مقام سپیکر: آج کے ایجنڈا پر next item, pre-budget discussion ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سالانہ بجٹ 15-2014 کے لئے معزز ممبران سے بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث کا آغاز ہو چکا ہے۔ آج بھی بحث جاری رہے گی جو ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اپنے نام مجھے نہیں بھجوائے وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں۔ اس میں تمام معزز ممبران سے میری گزارش ہے کہ لسٹ بہت لمبی ہے اور اس میں پانچ منٹ کا وقت مقرر کیا گیا ہے تو ٹائم کو لازمی ملحوظ خاطر رکھیں اور پانچ منٹ سے زیادہ کوئی ٹائم نہیں لے گا۔ اس میں یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ دو ممبران حزب اختلاف سے اور ایک ممبر حزب اقتدار سے لیا جائے گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! سپیکر چیمبر میں آپ نے بھی اور وزیر قانون صاحب نے بھی یہ بات فرمائی تھی کہ pre-budget discussion میں کوئی معزز ممبر جتنا بولنا چاہے بولے، اجلاس کے ایام کو بڑھانا چاہیں تو آپ وہ بھی بڑھا سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، نہیں۔ میاں صاحب! فیصلہ یہ ہوا تھا کہ قائد حزب اختلاف pre-budget discussion میں جتنی بات کرنا چاہیں گے اُنہیں ٹائم دیا جائے گا اور باقی تمام ممبران کے لئے پانچ منٹ time fix کر دیتے ہیں۔ یہ بہت لمبی لسٹ ہے اس طرح تو سب کو موقع نہیں مل سکے گا۔ میرے خیال میں اس پر بحث کے لئے کل کا آخری دن ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی ایسے rules نہیں ہیں اس کو ہم دو دن آگے بڑھا لیں گے۔ آپ اس طرح نہ کریں پھر آپ کہتے ہیں کہ ایوان کی کارروائی نہیں چلتی۔

(قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! یہ decide ہوا تھا۔ یہاں پر قائد حزب اختلاف موجود ہیں وہ بھی اس بات کو second کریں گے۔ سپیکر چیمبر میں اس پر بحث کے لئے پانچ منٹ کا ٹائم طے کیا گیا تھا۔ جی، رانا صاحب!

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ روایت بھی ہے اور سپیکر چیمبر میں بھی یہ بات ہوئی تھی کہ قائد حزب اختلاف اور پارلیمانی لیڈرز کے لئے بحث کے لئے کوئی time limit نہیں ہے۔ باقی یہ بات ہوئی تھی کہ حزب اختلاف کے جتنے دوست ہیں اُن سب کو بات کرنے کے لئے موقع دیا جائے۔ اگر پانچ پانچ منٹ میں سارے دوست اپنی اپنی بات مکمل کر لیں گے تو زیادہ لوگوں کو موقع مل جائے گا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! وزیر قانون نے بھی ہماری بات کی تصدیق کی ہے۔ آپ نے ہر ممبر کے لئے پانچ منٹ fix کئے تھے اور مزید کہا تھا کہ دوست جتنا بھی بولنا چاہییں وہ بول لیں لیکن binding time کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہاں پر یہ بات بھی ہوئی تھی کہ اگر اجلاس کو دو دن مزید بھی extend کرنا پڑتا ہے تو ہم extend بھی کر لیں گے۔ ہمارے سب ممبران کی خواہش ہے کہ آپ اس پر time limit نہ کریں۔ ہم کوشش کریں گے کہ repetition نہ ہو اور ضروری باتیں ہوں لیکن پانچ منٹ کے اندر ہمارے معزز ممبران کی تشنگی ہے اور وہ بات کرنا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں آپ اس طرح کی قدغن نہ لگائیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ پانچ سات منٹ کے اندر اپنی بات wind up کر لیں۔

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! یہ کیسی جمہوریت ہے کہ حزب اختلاف سے دو ممبران اور حزب اقتدار سے ایک ممبر بات کریں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: کل یہاں پر حزب اقتدار کے کافی ممبران موجود تھے تو انہوں نے بات کر لی تھی لیکن حزب اختلاف کے کسی ممبر نے بات نہیں کی تھی۔ (قطع کلامیاں)

کلو صاحب! پلیز، آپ تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کی بات نوٹ کر لی ہے۔ بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں یہ فیصلہ ہوا ہے۔ جی، رانا منور غوث صاحب!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! کل میری بات جاری تھی تو آپ نے ایوان کی کارروائی آج کے لئے ملتوی کر دی۔ میں اپنی تقریر میں ایک بڑا اہم نکتہ

پیش کرنا چاہتا ہوں۔ زراعت کو فروغ دینے کے حوالہ سے کل بات ہو رہی تھی۔ جس طرح ہماری حکومت نے الحمد للہ پچھلے tenure میں گرین ٹریکٹر سکیم کو روشناس کرایا اور لوگوں کو facilitate کیا۔ اس طرح سے نہری پانی کی بچت کرنے کے لئے laser level, introduce ہوا اور عام زمینداروں تک اُس کی سہولت دستیاب ہوئی جو حکومت کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ اسی طرح سے زراعت کے فروغ اور citrus کے فروغ کے لئے ہماری export quality کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے تو حکومت کو چاہئے کہ محکمہ زراعت international level پر ایسے contracts develop کرے جس سے ہمارے citrus کی پیداوار کا ہمارے صوبہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔ اس سال citrus کا زمیندار بہت خسارے میں گیا ہے اور جن لوگوں نے citrus کی trade کی ہے وہ بھی پنجاب میں بہت خسارے میں گئے ہیں۔ اس دفعہ citrus میں ایک وائرس آیا تھا جس کا ہم بروقت علاج نہیں کر سکے۔ آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے میری یہ گزارش ہے کہ اس پر ایک بورڈ یا ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں وزارتِ زراعت اور وزارتِ خزانہ کے لوگ شامل ہوں تاکہ اس کے ذریعے زمینداروں کو educate کر کے facilitate کیا جائے کہ اس بیماری سے کس طرح سے بچا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب ہمارے صوبہ میں حفظانِ صحت کی سہولتیں عام کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک اور ہمارے صوبہ میں liver کی بیماریاں بہت زیادہ بڑھ رہی ہیں لیکن liver کا علاج کرانے کے لئے ہمیں ہمسایہ ممالک چائنا یا انڈیا جانا پڑتا ہے لیکن ہر مریض اتنا خرچہ afford نہیں کر سکتا تو میری استدعا ہے کہ liver transplant کے لئے صوبہ میں ایک بہت بڑا ہسپتال بنایا جائے اور اگر بہتر ہو تو ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر liver کے علاج کے لئے ایک Liver Transplant Centre قائم کیا جائے۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے ہمارا محکمہ انڈسٹری یہ کاوش تو کرتا رہتا ہے کہ سمال انڈسٹری کو فروغ دیا جائے لیکن اس پر عملی طور پر آج تک بہت کم کام ہوا ہے۔ آپ سمال انڈسٹریل اسٹیٹ کو دیکھ لیں کہ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر بنی ہوئی ہے اور صوبائی سطح پر ہمارے منسٹر صاحب، سیکرٹری صاحب اور محکمہ انڈسٹری کے سب لوگ شب و روز کام کرتے رہتے ہیں لیکن اس کا فائدہ چند ایک شہروں تک پہنچ رہا ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ آئندہ بجٹ میں سمال انڈسٹری کو فروغ دینے کے لئے ایک بہتر پالیسی مرتب کی جائے تاکہ اس مہنگائی کے دور میں عام لوگوں تک یہ سہولت پہنچ سکے اور حکومت کی ایسی پالیسی ہونی چاہئے جس سے لوگ گھر بیٹھے بٹھائے اپنا روزگار کما سکیں۔

جناب سپیکر!اس دفعہSports Festival کا انعقاد اللہ کے فضل و کرم سے transparentطریقہ سے ہوا ہے اور اُس کا فائدہUnion Councilاورvillage levelتک پہنچا ہے۔ وہاں سے اُٹھ کر کھلاڑی صوبائی سطح پر آئے ہیں اس کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کے لئے میری یہ submissionہے کہ آئندہ بجٹ میں ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر پر ایک سپورٹس سٹیڈیم ہونا چاہئے، اس میں تمامgamesہونی چاہئیں اور کھلاڑیوں کے لئے تمام سہولتیں میسر ہونی چاہئیں۔

جناب سپیکر! ہمارا جو معدنیات کا شعبہ ہے، اس کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہماری معدنیات سے ہمارے صوبہ کو ایک خطیر رقم حاصل ہو رہی ہے۔ میرے ضلع سرگودھا سے اللہ کے فضل و کرم سے اس وقت معدنیات کی مد میں ہماری صوبائی حکومت کو تقریباً 60کروڑ روپے کا فائدہ ہو رہا ہے اور آمدن آ رہی ہے۔ وہاں کے مزدوروں، مالکان اور جو لوگ اس انڈسٹری میں اپنا پورا کردار ادا کرتے ہیں ان کے لئے یہاں سے جوreturnجاتا ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ ان کو نہ سڑکیں فراہم کی جاتی ہیں، ان مزدوروں کے لئے بہتر طبی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں اور اگر وہاں مزدوروں کے لئے کوئی ہسپتال یا کالج بن رہا ہے تو وہ نامکمل ہے۔ میری وزیر خزانہ سے آپ کی وساطت سے یہ درخواست ہے کہ آئندہ بجٹ میں معدنیات کے شعبہ کو زیادہ سے زیادہdevelopکرنے کے لئے جہاں سے پتھر پورے پنجاب کوsupplyہو رہا ہے۔ ان سڑکوں کو بہتر کرنے کے لئے، ان مزدوروں کے لئے جو وہاں پر دن رات کام کرتے ہیں اور پنجاب حکومت کو اربوں روپے کا فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ان کی طبی اور تعلیمی سہولیات کو بہتر کرنے کے لئے ایک خطیر رقم آئندہ بجٹ میں رکھی جائے۔

جناب سپیکر! میری آپ کی وساطت سے گزارش ہو گی کہ ہمارے ملک میں جو سڑکوں کا infrastructureہے اس کےlink roadsکو بہتر کرنے کے لئے زیادہ توجہ دی جائے۔ یہاں ایک دفعہ سڑک بنا دی جاتی ہے لیکن اس کوrepairکرنے کے لئے کوئی پالیسی نہیں بنائی جاتی، جب بھی کوئی سڑک ٹوٹتی ہے اور وہ مکمل طور پر تباہ ہو جاتی ہے تو اس پر کروڑوں روپے لگائے جاتے ہیں لیکن اس کو لاکھوں روپے لگا کر بچایا نہیں جاتا۔ میری آپ کی وساطت سے گزارش ہے کہ وزیر خزانہ آئندہ بجٹ میں اس پر ایکconsensus developکریں اور حکومتی سطح پر ایک پالیسی بنائی جائے کہ جو سڑکیں بنیں ان کی تعمیر اور مرمت کے لئے ایک سپیشل فنڈ ہر سال رکھا جائے۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔ جی، محترم میاں محمود الرشید صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! شکریہ۔ بجٹ کے حوالے سے قبل از بجٹ بحث کے اجلاس کا انعقاد خوش آئند بات ہے۔ ممبران اسمبلی یہاں پر تجاویز بھی دیں گے، باتیں بھی کریں گے، مشورے بھی دیں گے لیکن وہی ہو گا جو پچھلے 60 سال سے ہوتا آ رہا ہے کہ bureaucrats اپنی ہی مرضی کے facts and figures اور ساری چیزیں ڈال کر بجٹ پاس کرنے سے دو دن پہلے اس ایوان میں بیس بیس کلو گرام کی کتابیں رکھیں گے۔ ہم سارے "ہاں" کرنے پر مجبور ہوں گے اور وہ بجٹ پاس ہو جائے گا۔ کیا بہتر ہوتا کہ سٹینڈنگ کمیٹیاں بجٹ سازی میں اپنا کردار ادا کریں۔ ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کا کیا function ہے؟ یہ سٹینڈنگ کمیٹیاں اس ایوان کا ایک آئینی ادارہ ہیں۔ یہ اچھا ہوتا اب نہیں آج سے تین ماہ پہلے جیسا کہ شروع میں یہ بات ہوتی رہی کہ دسمبر یا جنوری میں قبل از بجٹ بحث کے لئے اجلاس ہو گا، سارے محکموں سے متعلق development and non development expenditures و دیگر سارے اہداف کے حوالے سے سٹینڈنگ کمیٹیوں کے پاس یہ proposals جاتیں۔ یہاں جو سینتیس اڑتیس سٹینڈنگ کمیٹیاں ہیں جن میں حکومتی بنچوں اور اپوزیشن کے بنچوں کے ممبران بھی شامل ہیں، وہ آزادانہ طور پر اپنے وسائل اور مسائل کا موازنہ کرتے اور اس کے بعد اپنی ترجیحات طے کرتے۔ وہ تو عوامی نمائندوں کا بجٹ ہوتا لیکن اب ہم دو دن کی بحث کرانے کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے اور وہی ہو گا جو ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ میری وزیر خزانہ سے آپ کے توسط سے گزارش ہے کہ ابھی ایک ڈیڑھ ماہ باقی ہے آپ فوری طور پر یہاں ایوان میں ہونے والی discussion اور تجاویز کو سٹینڈنگ کمیٹیوں کے حوالے کریں کہ وہ بجٹ کو compile کریں۔ وہ تجاویز دیں، وہ ابتدائی بجٹ کا خاکہ، اہداف، ترقیاتی، غیر ترقیاتی اخراجات اور ترجیحات لے کر آئیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! وہ لے کر آئیں تو ہم کہیں گے کہ یہ عوامی بجٹ ہے اور ان کو ایک task ملے گا۔ عوامی نمائندوں کا منتخب ہو کر آنے کا جو مقصد ہے وہ پورا ہو گا۔ وہ زیادہ بہتر سمجھیں گے کہ ہمارے ضلع میں صحت کے حوالے سے کیا چاہئے، تعلیم کے حوالے سے کیا چاہئے، لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو بہتر بنانے کے حوالے سے کیا چاہئے، انوائرنمنٹ کے حوالے سے کیا چاہئے اور اس کے کیا مسائل ہیں؟ اس لئے میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس روایت کو جنم دینا چاہئے بلکہ ہم آئندہ سے تمام سرکاری اہلکاروں اور bureaucrats کو پابند کریں کیونکہ ایک لگے بندھے طریقے سے یہ الفاظ کی jugglery ہے کہ چند figures کو اِدھر کیا اور چند figures کو اُدھر کیا۔ آپ پچھلے دس سال کے بجٹ اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں ایک ہی سٹائل ہے، ایک ہی طرز اور ایک ہی mechanism آپ کو نظر آئے گا۔ ہم کو عوامی

نمائندوں کوempowerکرنا چاہئے، ان کمیٹیوں کوempowerکرنا چاہئے۔ یہ ایوانempowerہو اور سٹینڈنگ کمیٹیوں کے پاس یہ بجٹ تجاویز جائیں اور وہاں سےcompileہوکر پھرvetکرنے کے لئے bureaucracyاور متعلقہ محکمہ کے سیکرٹری کے پاس یاtechnocratsکے پاس بھجوا سکتے ہیں لیکن initially جوpriorities ہیں وہ منتخب نمائندوں کی ہونی چاہئیں۔ وہ ان لوگوں کی ہونی چاہئیں کہ جو عوام سےmandateلے کر عوام کے مسائل کے حل کے لئے اور پنجاب کو درپیشchallengesکا مقابلہ کرنے کے لئے اس ایوان میں آئے ہیں۔ میری وزیر خزانہ کو سب سے پہلی تجویز تو یہی ہے کہ اب بھی وقت ہے کہ آپ سٹینڈنگ کمیٹیوں کو یہ بھجوائیں اور ان کی تجاویز لیں اور ان کوpriorityدیتے ہوئے اس بنیاد پر آئندہ بجٹ کوcompileکریں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر چند محکموں کے حوالے سے بات کروں گا۔ پچھلے سال یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب نے اعلان کیا اور وزیر خزانہ نے بھی اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کا 30فیصد خرچ کم کر دیا گیا ہے۔ اب دو دن پہلے جو وزیر خزانہ نے تقریر فرمائی تو اس میں کہا کہ 15 فیصد کم کر دیا گیا ہے۔ اب صحیح figureکیا ہے اور یہ کیوں بدلی گئی معلوم نہیں۔ بجٹ تقریر کے صفحہ نمبر5پر وزیر خزانہ یہ فرماتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے اخراجات میں ہم نے 30فیصد کٹوتی کی ہے یا کمی ہے۔ آج سے دو تین دن پہلے انہوں نے جو تقریر فرمائی اس میں 15 فیصد بتایا ہے۔ پچھلے سال وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے تقریباً26کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا جبکہ اس میں کہیں اضافہ ہوا اور 42کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔ اس کے بعد 30فیصد کٹوتی کی ہمیں یہاں خبر سنائی گئی۔ اس بجٹ میں19کروڑ98لاکھ روپیہ رکھا گیا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکتوبر میں ہی وہ سارا بجٹutilizeہو گیا اور پانچ کروڑ روپے کی اضافی گرانٹ اکتوبر میں وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے جاری ہو گئی۔ اس کے بعد دو کروڑ کی مزید اضافی گرانٹ جاری ہو گئی اور آئندہ جون تک پتا نہیں کتنے کروڑ روپیہ مزید وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے جاری ہو گا۔ اسی طرح گورنر ہاؤس کے لئے بھی دو کروڑ روپے کی اضافی گرانٹ جاری ہو گئی ہے۔ علاوہ ازیں وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کی سکیورٹی کے لئے پچھلے دو تین مہینوں کے اندر 20کروڑ روپے کے خطیر فنڈز جاری ہوئے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمارا صوبہ ایک مقروض صوبہ ہے۔ وزیر اعلیٰ نے خود یہاں پر اعلان کیا کہ میں اپنے اخراجات میں کمی کر رہا ہوں۔ وہ کمی کی بجائے سارے فنڈز استعمال کر کے اکتوبر میں نئی گرانٹ لے لیتے ہیں۔ اس کے بعد 20کروڑ روپیہ سکیورٹی کی مد میں لیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی رقم ہے جو پنجاب کے غریب عوام کے خون پسینے کی کمائی اور ان کے ٹیکسوں سے حاصل کی ہوئی رقم

ہے۔اس کو اس بے دریغ طریقے سے سکیورٹی کے نام پر میرے خیال میں خرچ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ پنجاب حکومت کے پاس 9بلٹ پروف گاڑیاں پہلے سے موجود ہیں لیکن ایک ڈیڑھ ماہ پہلے چار نئی بلٹ پروف گاڑیاں جن کی قیمت کروڑوں میں بنتی ہے وہ منظور ہو گئی ہیں کہ چار نئی بلٹ پروف مرسیڈیز گاڑیاں وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے آرہی ہیں تو یہ چیزیں غور طلب ہیں تین ماہ پہلے ایک بلٹ پروف گاڑی کا شیشہ ٹوٹا جس کی قیمت 15لاکھ روپے ہے،ایک ونڈ سکرین کا شیشہ ٹوٹنے پر one time 15لاکھ روپے خرچ آیا ہے۔ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہاں سادگی کی،good governance کی اور لوگوں کے مسائل کی بات کی جاتی ہے لیکن دوسری طرف خاموشی کے ساتھ اتنے بڑے پیمانے پر اتنی زیادہ رقم کا خرچ کرنا،میں سمجھتا ہوں کہ اگر top level پر وزیراعلیٰ،وزیراعلیٰ ہاؤس، گورنر اور گورنر ہاؤس کے اخراجات کم نہیں ہوں گے۔وہ سادگی کا نمونہ پیش نہیں کریں گے تو نیچے پھر اللہ اللہ خیر صلیٰ پورے پنجاب میں جو ہونا ہے اس کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دنوں یہاں پر ایک Austerity Committee بنی تھی اس کمیٹی کا کیا بنا اور یہ فنڈز Austerity Committee کے preview میں بھی نہیں آئے اور وہاں discussion نہیں ہوئی یعنی وزیراعلیٰ اور گورنر ہاؤس کے لئے Supplementary grant کے نام سے جو فنڈز لینے ہوتے ہیں وہ اس کمیٹی کے بھی دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔مجھے اس پر بھی اعتراض ہے جناب آپ تو یہاں اداروں کی بات نہ کریں آپ good governance کی بات نہ کریں اگر آپ بات کرتے ہیں اور institutions بناتے ہیں جو کمیٹی بناتے ہیں جو کمیشن بناتے ہیں جو ادارہ بناتے ہیں پھر اس کو empower کریں آپ کے سامنے کس کی مجال ہے کہ دم مارے کہ جب کمیٹی میں چیف منسٹر ہاؤس کے یا سیکرٹریٹ کے اخراجات میں اضافے کی بات کی جائے تو کمیٹی میں کسی کو انکار کرنے کی جرات کیسے ہو سکتی ہے؟آپ ایک طریقہ اختیار کرتے ہیں اسی پر آپ بھیجتے اس کے preview میں یہ آتا اس طرح کی اہم چیزیں ان کے preview سے باہر نکال دی گئی ہیں اور پھر فوج ظفر موج ہے جیسے جاتی امرہ میں بھی وزیراعلیٰ کے چار کیمپ آفس ہیں۔ خدارا یہ غریب صوبہ ہے، غریب ملک ہے کوئی ایک اپنا سیکرٹیریٹ declare کر دیجئے یہ جگہ جگہ کیمپ آفس،مری میں کیمپ آفس،ماڈل ٹاؤن H-Block میں کیمپ آفس ہے اور جاتی امرہ میں بھی کیمپ آفس ہے،شاہراہ فاطمہ جناح میں بھی کیمپ آفس ہے اور Club Road پر بھی وزیراعلیٰ کا سیکرٹریٹ ہے یہ declare کرنے سے کروڑوں روپے کے اخراجات میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ہم سادگی کی بات کرتے ہیں۔پھر دو دن پہلے بڑی مضحکہ خیز صورت حال ہوئی کہ جاتی امرہ میں قیمتی

جنگلی مور تھے مور پر جنگلی بلا حملہ آور ہوا تو اس پر جو وہاں 20 سکیورٹی اہلکار ہیں ان کو شوکاز نوٹس جاری ہو گئے ہیں کہ آپ کو معطل کیا جاتا ہے۔ بھئی! ہمارے پنجاب پولیس کے 20 اہلکار جنگلی موروں کے رکھوالے تھے کہ جو ڈکیتیاں، خون ریزیاں ہو رہی ہیں، جو لوگوں کی عزتیں اور آبروئیں لٹ رہی ہیں اس کے رکھوالے ہیں؟ یہ طرز زندگی ہمارے قائدین کو بدلنا چاہئے۔ پلیز ہمیں سادگی اختیار کرنی چاہئے۔ اور اسی سے ہم تاریخ میں اپنا نام بنا سکتے ہیں۔ یہاں پر لچھے دار اور دھواں دار تقریر کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دنیا آپ کے عمل دیکھتی ہے کہ آپ کا عمل کیا ہے؟ یہاں پر جگہ جگہ ناکے لگے ہوئے ہیں اور اتنی بڑی تعداد میں لشکر ہمارے لوگوں کی حفاظت کر رہے ہیں تو اس کی طرف ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مالیاتی ڈسپلن لے کر آئیں اور یہ اوپر سے لے کر آئیں یہ نیچے سے نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ حکومت اپنے 1.2 ملین سرکاری ملازمین کی اگر خبر گیری نہیں کر سکتی تو 10 کروڑ عوام کی خبر گیری کیسے کرے گی روزانہ یہاں پر جلسے ہوتے ہیں اور جلوس نکلتے ہیں۔ نرسوں، لیڈی ہیلتھ ورکرز، کلرکوں اور ٹیچرز کی ہڑتال ہے۔ میں یہ کہوں گا وزیر خزانہ کو اس سطح پر پہنچنے سے پہلے کہ لوگ سڑکوں پر نکل آئیں، خواتین راتوں کو یہاں پر رہیں، ایک agitation ہو، ایک unrest ہو، پورے صوبے کے اندر بے چینی کی کیفیت ہو اس سے پہلے اپنے ملازمین کو سنبھالیں، یہاں تک آنے سے پہلے ہی آپ کو ان معاملات کو درست کر لینا چاہئے۔ ترقیاتی بجٹ کے حوالے سے 240۔ارب روپے انہوں نے مختلف مدات میں رکھے ہیں اور 50۔ارب روپے اس کے علاوہ ہیں اس میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو رقم بجٹ کے اندر allocate ہوتی ہے مثلاً بجٹ میں راولپنڈی، ملتان، اور فیصل آباد میں میٹرو بس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بجٹ کی کتاب میں کسی جگہ اس کی approval نہیں ہے آپ block allocation سے نکالیں 30۔ارب روپے اس کو دے دو، 20۔ارب روپے اس کو دے دو، 35۔ارب روپے وہاں لگا دو، یہ کوئی democratic انداز نہیں ہے یہ بجٹ اسی لئے ہوتا ہے؟ آپ نے یہ کرنا تھا آپ اس بجٹ میں یہ رکھ دیتے کہ اتنے اتنے ارب روپے فلاں فلاں شہر میں اس کام کے لئے ہیں۔ ہاں block allocation میں کوئی urgent، miscellaneous آپ کے ذہن میں کوئی اچانک اس طرح کی بات آ جاتی ہے کہ آپ کو وہاں پر فنڈز درکار ہیں اس کے لئے تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن اتنی خطیر رقم وہ اس ایوان میں نہ آئے annual budget میں آئے اور آپ اپنی discretionary powers کو استعمال کرتے ہوئے یہ منصوبے مکمل کرنے لگیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک اچھی روایت نہیں ہے۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے وزیر قانون صاحب کہتے ہیں کہ میٹرو بس پر 30۔ارب روپے لگے تھے میں چیلنج کرتا ہوں آج ایوان میں کھڑے ہو کر کہ 30۔ارب روپے تو اس پر لگے تھے اس سے ملحقہ جتنے فلائی اوور، انڈر پاسز بنے ہیں ان پر کتنے ارب روپے لگے ہیں؟ اور اس کے بعد اب تک 14۔ارب روپے لگ چکے ہیں اور اب مزید بھی خرچ ہو رہا ہے۔ آپ چونگی امر سدھو سے لے کر گجومتہ کی طرف جائیں تو وہاں پر signal free zone کے نام سے 6۔ارب روپے کا فنڈ رکھ کر وہاں دھڑا دھڑ مار دھاڑ شروع ہے، ہزاروں لوگوں کو بے روزگار کر دیا گیا ہے اور وہاں پر ان کی دکانیں ختم کر دی گئی ہیں۔ اب آپ ان کو compensation تو دیں گے لیکن وہ مارکیٹ پرائس کی بجائے آپ نے جو طریقہ وہاں پر رکھا ہوا ہے کہ اس کے مطابق دیں گے جو پیچھے دکاندار ہے وہ تو آگے آ گیا اس کی تو چاندی ہو گئی لیکن جس کی آگے ایک دو مرلے کی دکان تھی جب وہ ساری اڑ گئی اس کو آپ دس بیس لاکھ روپے دیں گے وہ تو بے چارہ ساری عمر کے لئے بھکاری بن جائے گا وہ اتنی رقم میں دوسرا کام بھی شروع نہیں کر سکے گا۔ وہاں پر آپ 5/7۔ارب روپے لگا رہے ہیں۔ اسی طرح بادامی، باغ راوی روڈ جہاں پر 8۔ارب روپے آپ لگا رہے ہیں۔ یہ میٹرو بس مجموعی طور پر ہم کو 70,80۔ارب روپے میں پڑ رہی ہے۔ اب آپ راولپنڈی اور ملتان میں میٹرو بس منصوبہ بنا رہے ہیں، آپ شوق سے کریں بہتر ہوتا کہ آپ اس کو بجٹ کے اندر لے کر آتے۔ یہاں پر discussion ہوتی پھر اس کے بعد funds allocate ہوتے اور پھر آپ وہاں پر خرچ کرتے تو میں آج بھی یہ کہتا ہوں کہ ہمارے پنجاب کے حکمرانوں کو اپنی priorities کو بدلنا ہوگا۔ صرف میٹرو بس اگر آپ کے دماغ میں سما گئی ہے جو 70/60۔ارب روپے دوسرے شہروں کی میٹرو بسوں پر لگانے جا رہے ہیں۔ آپ interior پنجاب کا infrastructure دیکھ لیں جو بالکل برباد ہو چکا ہے۔ آپ لاہور سے دس بیس کلو میٹر نکلیں کنگن پور چلے جائیں، بصیر پور چلے جائیں، آپ نارووال سے شکر گڑھ اور شکر گڑھ سے نینا کوٹ چلے جائیں آپ پنجاب کی کسی بھی سڑک پر چلے جائیں مجھے پچھلے چار چھ ماہ میں مختلف ضلعوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے وہاں تباہ حال سڑکیں ہیں۔ لوگ پتا نہیں کس طرح سے وہاں زندگی گزار رہے ہیں، وہ سڑکیں ٹریفک کے قابل نہیں ہیں، پتا نہیں ہمارے ایم پی ایز اس پر احتجاج کیوں نہیں کرتے؟

جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اربوں روپیہ ایک میٹرو بس پر لگانے کی بجائے آپ priorities بنالیں کہ اس سال میں فلاں شہر میں ہم میٹرو بس چلائیں گے لیکن باقی جو رقم ہے اگر آپ 2/2،3/3۔ارب روپے ان اضلاع کو رابطہ سڑکیں اور ان کے ڈویلپمنٹ کے کام

کے لئے دے دیں تو پورے صوبے کے اندر جو ایک احساس محرومی ہے وہ ختم ہو گا اور ڈویلپمنٹ بڑی تیزی سے ہو گی اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا بجٹ میں کہیں ذکر نہیں ہے لیکن آپ نے اربوں روپیہ اس کے اوپر لگا دیا ہے۔ اسی طرح سے لاہور کے اندر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں 15/20۔ارب روپے سے میٹرو بس سے ملحقہ route پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ بد قسمتی سے شاید وہاں پر پاکستان تحریک انصاف کے ایم این اے اور ایم پی اے ہمارے تھے جو elect ہو گئے، ایک انتہائی اہم اور حساس علاقہ پنجاب یونیورسٹی کا نیو کیمپس پُل جہاں پر چھ سات بڑے ہسپتال شیخ زید ہسپتال، انمول ہسپتال، ڈاکٹر ہسپتال، جناح ہسپتال، شوکت خانم کینسر ہسپتال ہیں اور پنجاب یونیورسٹی سمیت درجنوں دیگر ادارے ہیں جن کی وجہ سے سارا دن وہاں پر ٹریفک جام رہتی ہے۔ میں پچھلے آٹھ ماہ سے متعدد دفعہ concerned quarter میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ اس پر بھی ایک فلائی اوور یا انڈر پاس فوری طور پر بنا دیں۔ میں وزیر خزانہ کو بھی متوجہ کر رہا ہوں کہ وہاں سے صرف پی ٹی آئی کے لوگ نہیں گزرتے یا محمود الرشید اور مراد راس نہیں گزرنے بلکہ عام شہری بھی گزرتے ہیں۔ ہمارے جنوبی لاہور کا اس وقت سب سے بڑا issue یہ ہے کہ پورا لاہور آج واپڈا ٹاؤن، گلشن لاہور، الحجاز، ایل ڈی اے ایونیو، جوہر ٹاؤن اور درجنوں سکیمیں رائیونڈ روڈ اور ملتان روڈ تک بن گئی ہیں جن کی وجہ سے آبادی کا شدید pressure ہے لیکن یہاں پر میں آئے دن دیکھتا ہوں کہ آدھ آدھ، پون پون گھنٹہ چار پانچ دفعہ traffic lights کھلتی ہیں جس کے بعد وہاں سے گزر ہوتا ہے لہذا میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ لاہور کے اندر ڈویلپمنٹ کی activities جہاں پر دائیں بائیں فلائی اوور یا انڈر پاس کی ضرورت نہیں بھی ہے وہاں بڑی تیزی سے بنا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ یہ بھی بنائیں ہمیں کسی پر اعتراض نہیں ہے لیکن وہاں کا جو important problem ہے جس کی وجہ سے لوگ واقعی محسوس کر رہے ہیں اس کی شدید ضرورت ہے لہذا اس طرف بھی آپ کی نظر جانی چاہئے۔ آئندہ ترقیاتی پروگرام کے اندر اس کو ضرور شامل کریں تاکہ لوگوں کا یہ دیرینہ مسئلہ حل ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں اس سے آگے وزیر خزانہ کو تجویز دینا چاہتا ہوں کہ یہ سکیمیں جن میں آپ فنڈز رکھ دیتے ہیں یہ fully funded نہیں ہوتیں۔ ہوتا یہ ہے کہ حکومت کو بعض اوقات double پیسے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ایک منصوبہ شروع ہو گیا تو اگلے سال اس کے لئے فنڈز نہیں ملے یا تھوڑے ملے تو وہ منصوبہ اگلے سال بھی مکمل نہیں ہوتا بلکہ وہ مزید اگلے سال پر چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے construction cost میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ میں اس کی دو تین مثالیں آپ کے

سامنے رکھوں گا کہ پنجاب اسمبلی کی بلڈنگ اس کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ چلڈرن ہسپتال فیصل آباد جس کے لئے پچیس ایکڑ زمین رکھی گئی جس کے لئے چند سال پہلے ایک ارب روپے کا اعلان ہوا لیکن اب سنا ہے کہ وہ جگہ کسی بس اڈے کو دے دی گئی ہے۔ وزیر آباد کارڈیالوجی ہسپتال اور برن ہسپتال بہاولپور بھی مثال ہیں۔ یہ تین چار مثالیں میں نے دی ہیں لیکن اس طرح کے بیسیوں منصوبے ایسے ہیں جو درمیان میں ادھورے پڑے ہیں۔

جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ جو بھی منصوبہ شروع کریں وہ fully funded ہو تاکہ اس میں یہ نہ ہو کہ رقم نہ ملنے کی وجہ سے آئندہ سالوں پر اس کی تعمیر یا تکمیل چلی گئی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے گورنمنٹ کو بعد میں خطیر رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔ منصوبہ جو بھی شروع ہوتا ہے اس کی کوئی اہمیت ہوتی ہے کیونکہ وہ priority کی وجہ سے رکھا جاتا ہے۔ اگر اس کی تعمیر اور تکمیل سالوں تک پھیل جائے تو priority والا مقصد بھی فوت ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میری وزیر خزانہ سے گزارش ہو گی کہ آپ جو بھی سکیمیں دیں وہ fully funded ہوں۔ ایک بات میں یہاں پر ضرور کروں گا کہ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن کمیٹیوں کے حوالے سے ایک تحریک استحقاق پیش ہوئی جو استحقاق کمیٹی کے پاس چلی گئی ہے کہ ضلع کی تعمیر و ترقی میں اپوزیشن کے لوگوں کو آپ نظر انداز نہ کریں۔ ہم آپ سے فنڈز نہیں مانگ رہے کہ ہمیں فنڈز دیں بلکہ ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ جو elected لوگ elect ہو کر اس ایوان کا حصہ بن گئے ہیں ان کا یہ استحقاق ہے کہ اگر ضلع کے اندر کوئی بھی بڑا مسئلہ کوئی بڑی activity ڈویلپمنٹ کے حوالے سے یا عوام کے مسائل کے حوالے سے وہ کرنا چاہتے ہیں تو انہیں آپ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن کمیٹیوں کا ممبر بنائیں جس سے سب کا فائدہ ہو گا۔ وہ لوگ جو elect ہو کر آئے ہیں اس سے ان کے mandate کا احترام ہو گا کوئی توہین نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر! میں مختصر سا آگے ایجوکیشن کی طرف بڑھتا ہوں۔ بدقسمتی سے ہم نے تعلیم کے شعبے کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور پرائیویٹ سیکٹر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ عوام کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ آج سے تیس برس پہلے عام آدمی اپنے بچوں کو پڑھا سکتا تھا لیکن آج وہ سو دفعہ سوچتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو تعلیم کہاں پر دلواؤں؟ یہاں پر تین طرح کا نصاب تعلیم اور تین طرح کے ادارے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ نصاب تعلیم ایک نہ ہونے اور اس پر کوئی کنٹرول اور grip نہ ہونے کی وجہ سے ہم ایک قوم کے طور پر یہاں سے آئندہ آنے والے بچوں کو تیار نہیں کر رہے بلکہ ہم مختلف

گروہوں اور طبقوں میں پوری قوم کو بانٹ رہے ہیں۔ ایک طرف Choueifat اور گرائمر سکول ہیں جن کی فیس ڈالروں میں ہوتی ہے اور بیس بیس، تیس تیس ہزار ہر مہینے کی فیس ہے جبکہ دوسری طرف وہ سکول جو گورنمنٹ کے ہیں ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے کیونکہ وہاں پر سٹاف اور دیگر چیزیں نہیں ہیں۔ ایک طرف دینی مدارس ہیں وہاں پر بھی بڑی تعداد میں لوگ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کس طرح سے انصاف ہو سکتا ہے کہ وہ بچے جو گرائمر سکولوں میں پڑھیں، وہ بچے جنہیں ہر طرح کی آسائش، ہر طرح کا equipment اور ہر طرح کی تیاری کے لئے سازگار ماحول ملے جبکہ دوسری طرف رزقِ حلال کمانے والا کوئی سرکاری ملازم چاہے وہ گریڈ اٹھارہ یا بیس کا بھی ہو تو وہ اپنے بچوں کو رزقِ حلال اور اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ان تعلیمی اداروں میں تعلیم نہیں دلوا سکتا۔ خدارا آپ کوشش کریں کہ پنجاب کے اندر آپ یکساں نصاب تعلیم لے کر آئیں۔ جب یکساں نصاب تعلیم آئے گا تو اس میں بہت سی چیزیں درست ہو جائیں گی۔ ایچی سن کالج میں پڑھنے والا بچہ اگر پنجاب کے کٹھور کلاس میں بیٹھا، ٹاہلی کے درختوں کے نیچے اور گورنمنٹ کے open سکولوں میں بیٹھا وہی کتابیں اور وہی نصاب پڑھتا ہے تو پھر ایک competition کا ماحول ہو گا اور صحت مند ماحول ہو گا۔ اس سے بڑے بڑے پرائیویٹ تعلیمی ادارے دم توڑ جائیں گے لہذا اس پر فوری ضرورت ہے کہ ہم پرائیویٹ سیکٹر میں ان کی فیسوں اور curriculum کو لگام دیں اور باقی چیزوں پر سخت check رکھیں لیکن سرکاری سکولوں کے معیار کو بہتر بنائیں۔ بدقسمتی کے ساتھ اس وقت جو صورتحال ہے میں تھوڑا سا اس کی طرف آؤں گا کہ اس وقت پنجاب میں 57 ہزار 998 گورنمنٹ کے سکول ہیں جن میں سے صرف 11 ہزار 123 سکولوں کی بلڈنگ مکمل ہے جو تقریباً 18 فیصد بنتے ہیں۔ آگے دیکھیں تو پندرہ فیصد یعنی آٹھ ہزار سکول پنجاب کے اندر ایسے ہیں جن کی boundary wall نہیں ہے اور وہ سکول کھلے آسمان تلے ہیں۔ اس سے آگے دیکھیں تو چھ ہزار سکول جو دس فیصد بنتے ہیں ان میں پینے کا پانی نہیں ہے یعنی اگر کسی بچے یا ٹیچر کو پانی کی طلب ہوتی ہے تو وہ سکول سے باہر جائے گا یا گھر سے لے کر آ سکتا ہے لیکن سکول کے اندر نل، ہینڈ پمپ یا پانی کی سپلائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس سے بھی آگے دیکھیں تو انیس فیصد ایسے سکول ہیں جہاں پر لیٹرینیں نہیں ہیں۔ 7 فیصد ایسے سکول ہیں جو ایک کمرے پر مشتمل ہیں۔ صرف ایک ضلع راجن پور میں 82 فیصد سکول ایسے ہیں جن میں بجلی نہیں ہے۔ یہ سارا authentic data ایک ICEF ادارے کے سروے کا ہے میں نے اس کو counter check کیا ہے جو تقریباً اس سے ملتا جلتا ہے۔ راولپنڈی جیسے شہر میں چوبیس فیصد سکولوں میں پینے کی پانی کی سہولت میسر نہیں ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا

focusیہ ہے کہ چار دانش سکول بنا دیئے ان کو publicize کیا اور خوب ڈھنڈورا پیٹا جو بڑی اچھی بات ہے کہ آپ نے چار دانش سکول بنا دیئے یعنی ایک بچے کے اوپر بیس پچیس ہزار روپیہ ماہانہ خرچ کر رہے ہیں۔ یہ خرچ ضرور کریں لیکن ICEF کے سروے کے مطابق پنجاب کے اندر 80لاکھ بچے جو school going age کے ہیں وہ سکول نہیں جا رہے ان کے لئے حکومت کیا بندوبست کر رہی ہے؟ میں وزیر تعلیم سے گزارش کروں گا کہ وہ بچے جو school going ہیں لیکن سکول نہیں جا رہے اُن کو سکول میں لانے کے لئے کوئی بندوبست کریں۔ اسی طرح بجائے اس کے کہ دانش سکول پر ہی آپ funding کریں، میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ کی priority یہ ہونی چاہئے کہ وہ سکول جو ہزاروں کے حساب سے ہیں۔ جن کے اندر missing facilities ہیں، کسی میں پانی نہیں ہے، کسی کی چار دیواری نہیں ہے، کسی میں بجلی اور پنکھا نہیں ہے۔ آپ ان سکولوں کو ریگولر کریں، ان کی missing facilities ختم کریں، ان کی چار دیواریاں مکمل کروائیں اور جو 80لاکھ بچے سکولوں میں نہیں آ رہے ہیں انہیں سکولوں میں لانے کے لئے کوئی نہ کوئی طریق کار اختیار کریں۔ ایک بات اور بڑی alarming ہے کہ تعلیم کا جو total بجٹ ہے بد قسمتی کے ساتھ اس میں 86 فیصد non development ہے جبکہ صرف 14 فیصد بجٹ تعلیم کی اصلاح، ترقی اور باقی چیزوں کے لئے صرف ہوتا ہے۔ سیکنڈری ایجوکیشن کے لئے ضلع کی سطح پر ڈویلپمنٹ میں صرف دو فیصد بجٹ ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ سیکنڈری سطح پر پھر بھی بجٹ مل جاتا ہے لیکن پرائمری سطح پر جو grass roots level پر ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے، وہاں پر فنڈز نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اب ہمیں اس پر توجہ کرنی ہو گی، ہمیں non development بجٹ کم کر کے ڈویلپمنٹ بجٹ میں اضافہ کرنا ہو گا اور جو سکولوں میں جانے کی عمر کے 80لاکھ بچے سکول نہیں جا رہے تو اس طرف حکومت کو سنجیدگی کے ساتھ، جب تک یہ missing facilities نہیں ہوتیں اور لوگوں کو اس بات پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا، نصاب تعلیم ایک نہیں ہوتا تو اس وقت تک لوگ شاید سکولوں میں آنے کے لئے راضی نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر! میں اگر صحت پر ہی بات کروں تو بہت لمبی بات ہو جائے گی۔ میں آگے بڑھتا ہوں تو صحت کے حوالے سے 60 فیصد مسائل کا تعلق پینے کے پانی سے ہے۔ بد قسمتی کے ساتھ اس وقت ہمارے بڑے شہروں میں بھی پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے تو حکومت نے اس سطح پر کیا کیا ہے؟ Basic Health Units جو باہر دیہاتوں اور قصبوں کے اندر ہیں، وہ خالی پڑے ہیں۔ میں وزیر

خزانہ سے گزارش کروں گا کہ وہ کسی کو میرے ساتھ بھجوادیں، میں آپ کوvisit کرواتا ہوں کہ بنیادی مراکز صحت کے اندر مقامی لوگوں میں سے کسی نے اپنے مال مویشی باندھے ہوئے ہیں، کوئی شادی گھر کے طور پر استعمال ہو رہا ہے، وہاں پر ڈاکٹر نہیں ہیں اور وہاں پر ادویات فراہم نہیں ہوتیں۔ اسی طرح سے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں کی حالت بھی انتہائی دگرگوں ہے۔ شہر لاہور جو ڈیڑھ کروڑ آبادی کا شہر ہے تو میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ یہاں بھی کوئی 4/6 بڑے ہسپتال بنانے کے لئے آئندہ بجٹ میں provision رکھیں۔ میرے ساتھ آئیے میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ کارڈیالوجی کا کیا حال ہے کہ وہاں پر ایک بیڈ پر چار چار مریض پڑے ہیں، ایمرجنسی میں آپ literally جاکر دیکھیں کہ وہاں پر تل دھرنے کی جگہ نہیں ہے اور مریض باہر بالکونیوں، ورانڈوں اور گراؤنڈوں کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں کیونکہ اندر کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہی حال میو ہسپتال اور جناح ہسپتال کا ہے تو یہ ڈیڑھ کروڑ کی آبادی کے لئے 5/7 ہسپتال بالکل ناکافی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ادھر ادھر میٹرو بس اور باقی جگہوں پر پیسے خرچ کرنے کی بجائے، حکومت کی جو بنیادی ذمہ داری ہے، لوگوں کے جان و مال کا تحفظ اور انہیں صحت اور تعلیم کی سہولتیں پہنچانے کے لئے بجٹ استعمال کریں۔

جناب سپیکر! ایک اور بہت بڑا مسئلہ جعلی ادویات کا ہے۔ سرکاری ہسپتالوں میں ادویات خریدنے کا ایک طریق کار ہے۔ وہ bid کرتے ہیں اور جو lowest ٹینڈر آ جائے تو اسے bulk ادویات کا order کر دیتے ہیں۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ ملی بھگت کرکے لوگ آپس میں pool کرتے ہیں اور مارکیٹ کے اندر جو third class ادویات ہیں، جن کا کوئی اثر نہیں ہوتا، ہسپتال کی انتظامیہ اس لگے بندھے اور ایک روایتی طریقے کی وجہ سے مجبور ہے کہ وہ ادویات خریدے اس لئے وزیر خزانہ سے میں گزارش کروں گا کہ جعلی ادویات کی روک تھام اور ہسپتالوں میں مفت ادویات کی فراہمی کے لئے ہنگامی بنیادوں پر آئندہ بجٹ میں اقدامات کرنے ہوں گے۔

جناب سپیکر! ایک اہم شعبہ امن و امان یعنی لاء اینڈ آرڈر کا ہے۔ پچھلے 5/6 سالوں میں 500۔ارب روپیہ ہم نے پولیس کے محکمہ کو دے دیا۔ 70/75۔ارب روپے ہم سالانہ انہیں دے رہے ہیں، ضمنی گرانٹس اس کے علاوہ ہیں، تھانہ کلچر کی تبدیلی کی یہاں پر بات ہوئی، قائد ایوان نے بھی کی، ہمارے وزراء بھی کرتے ہیں لیکن رتی برابر فرق نہیں پڑا۔ ایف آئی آر درج نہیں ہو رہی، رو دھو کے کوئی ایف آئی آر درج کروالے، کسی ایم پی اے کا دروازہ کھٹکھٹا کے یا کسی اور ذریعے سے اپنا اثرورسوخ استعمال کرکے، کسی ایس ایچ او کو یا کسی ایس پی کو کسی پر رحم آ جائے تو وہ ایف آئی آر درج ہو گئی۔ ایف آئی آر درج

ہونے کے بعد اس کی تفتیش کے مراحل انتہائی خوفناک ہیں اور اس کاری ایکشن آپ نے آمنہ کی خودسوزی کی شکل میں دیکھ لیا جو کہ میڈیا کے ذریعے quote ہو گیا۔ ہر تھانے میں درجنوں ایسے واقعات ہیں کہ جس میں میرٹ کی بنیاد پر تفتیش نہیں ہوتی جس کی وجہ سے لوگوں کو انصاف نہیں ملتا۔ سٹریٹ کرائمز دن بدن بڑھ رہے ہیں، جرم کی شرح بڑھ رہی ہے، اشتہاریوں کو پکڑنے کے لئے کوئی سسٹم نہیں ہے اور یہ جو events اور activity ہوتی ہے کہ کسی جگہ پر بندے پکڑ لئے، پولیس مقابلے میں ڈاکو مار دیئے، مجموعی طور پر آپ پورے صوبے کو دیکھیں تو جتنی خطیر رقم ہم لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کے لئے پولیس کو دے رہے ہیں، اس کے مقابلے میں ان کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک توروایتی پولیس کے انداز سے ہٹ کر سوچنا ہوگا۔ پراسیکیوشن بہتر نہیں ہے یعنی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی، ایف آئی آر درج ہو جائے تو تفتیش ٹھیک نہیں ہوتی اور پراسیکیوشن نہ ہونے کی وجہ سے ملزمان چھوٹ جاتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے اور ہمارے پنجاب میں بھی یہ ہے کہ جس مجرم نے جرم کیا ہے، جس نے زیادتی کی ہے اور جس نے کسی کا حق مارا ہے، اسے سزا نہیں ملتی، اگر ان لوگوں کا speedy trial ہو، پراسیکیوشن صحیح ہو، تفتیش ہو اور مجرم کیفر کردار تک پہنچیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ لازماً جرائم کی شرح میں کمی واقع ہو گی۔

جناب سپیکر! تفتیش ناقص ہونے کی وجہ کیا ہے؟ وزیر قانون بھی یہاں پر موجود ہیں تو پولیس آرڈر 2002 کا آرٹیکل C-155 کہتا ہے کہ اگر تفتیشی تفتیش ناقص کرتا ہے یا انصاف کی راہ میں حائل ہوتا ہے تو اسے trial کیا جائے گا اور اسے C-155 کے تحت سزا دی جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ شاید ایک بھی ایسا case نہیں ہے کہ جس کو ناقص تفتیش کی بناء پر پولیس آرڈر 2002 کے تحت ملازمت سے dismiss کیا ہو یا سزا دی گئی ہو۔ جب قانون کے اوپر عمل درآمد کا یہ حال ہو گا تو لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کسی طور پر بھی بہتر نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر! ٹریفک کے چالانوں کی آمدنی، کتنی دلچسپ بات ہے کہ 13-2012 کے بجٹ میں ایک ارب 55 کروڑ روپے ٹارگٹ تھا اور آمدنی ایک ارب 70 کروڑ روپے ہو گئی۔ اس سال وزیر خزانہ نے دو ارب 16 کروڑ روپے کا ٹارگٹ رکھا ہوا ہے کہ ٹریفک پولیس کے چالانوں اور جرمانوں سے ہمیں حاصل ہو گا، یہ تو ایک ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے دھڑا دھڑ عوام کے چالان تو ہو رہے ہیں لیکن ٹریفک کی بہتری کے لئے، عوام کے اندر ٹریفک قوانین سے آگہی کے لئے، شعور کی بیداری کے لئے،

ٹریفک کا ڈسپلن قائم رکھنے کے لئے کسی جگہ پر کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے بھی ہمیں خصوصی طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! پچھلے بجٹ میں یوتھ کی پروموشن اور یوتھ کی activities کے لئے ایک ارب 97 کروڑ 50 لاکھ روپے رکھے گئے۔ یہ اس رقم کے علاوہ ہے جو وزیر اعلیٰ نے آج سے دو سال قبل ایک directive جاری کیا جس کی رو سے چار فیصد مزید مختلف departments جن میں District Departments کو اور حکومت کے جتنے بھی صوبائی departments ہیں، کو پابند کیا گیا ہے کہ دو فیصد وہ بھی دیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! میں آپ کو interrupt کر رہا ہوں۔ ہمارے colleague جو اس ایوان کے ممبر رہے ہیں، سینیٹر سردار محسن خان لغاری صاحب یہاں visitor گیلری میں موجود ہیں جنہیں میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں بھی انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ یہ وہ directive ہیں کہ جن کی رو سے ہر ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو دو فیصد کا پابند کیا گیا اور پھر یہ

> Ensuring provision of fund by Local Governments and Provincial Government Departments for conduct of events in Punjab Youth Festival 2014

انہیں بھی کہا گیا کہ دو فیصد دیں۔ یہ ایک ارب 97 کروڑ روپے ہے جس کے علاوہ 4 فیصد یہ لگالیں تو یہ اتنی بڑی رقم بن جاتی ہے لیکن اس رقم کی آڑ میں جو لوٹ مار مچی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ یوتھ فیسٹیول کے نام پر جو ڈرامہ یہاں پر سجایا گیا ہے اور اس پر یہاں ایوان کے اندر بھی بات ہوئی ہے کہ اخروٹ توڑنے کا ریکارڈ، الٹا ناچنے کا ریکارڈ اور بنیان پہننے کے ریکارڈ قائم کر کے ہم کس جگہ اپنی عزت افزائی کر سکتے ہیں اور کس جگہ پر ہم مقام بنانا چاہتے ہیں؟ یہ اتنی بڑی رقم، میں پورے یقین سے کہتا ہوں اور میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو لیٹر بھی لکھا ہے کہ لاہور شہر کے اندر یہ سارا کچھ ہو رہا ہے اور اتنا اس پر شور وغل ہوا، چیزیں زبان زد عام ہیں، آج تک اس Youth Festival کے اوپر اربوں روپیہ لگا ہے کوئی tender نہیں ہوا، کوئی pre qualification نہیں ہوئی، میں ان لوگوں سے جنہوں نے وہاں پر چیزیں supply کی ہیں ملا ہوں اُن لوگوں سے بات کی ہے کسی کے پاس کوئی work order نہیں ہے، کوئی written order نہیں ہے۔ یہ تو ظلم کی بات ہے کہ آپ یہ committee بنائیں اور اربوں روپیہ اُس

کے ہاتھ پر چھوڑدیں اور شہنشاہوں کی طرح، ریوڑیوں کی طرح وہ بانٹتا پھرے کہ دس کروڑ کی یہ supply لے لو، پانچ کروڑ کی یہ supply لے لو، کوئی rule and regulation نہیں ہے۔ سرکاری رقم ہم اس طرح سے نہیں خرچ ہونے دیں گے، یہ عوام کے خون پسینے کی کمائی ہے Youth Festival ہے، youth activities کی promotion کے لئے آپ اس کی آڑ میں اگر یہ کریں اور Bank of Punjab سے دولاکھ lunch boxes ملے ہیں، اُن کو order دیا گیا ہے کہ آپ supply کریں Bank of Punjab کس حیثیت میں کرڑوں روپے کا fund اس Youth Festival کی مد میں لگا سکتا ہے کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔ 265 روپے کا ایک lunch box وہاں پر supply ہوا ہے جس میں مشکل سے 60 سے 70 روپے کی چیزیں ہیں، pizza کا ایک ٹکڑا ہے، ایک biscuit کا چھوٹا سا پیکٹ ہے، ایک چھوٹا جوس ہے ایک tissue paper ہے اور ایک box ہے۔ یہ جو لوٹ مچی ہوئی ہے، یہ جو کرپشن کا بازار گرم ہے یہ Youth Festival کے نام پر۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر تھا یہ اس طرح کا Youth Festival نہ ہوتا اور یہ اربوں روپیہ پاکستان کے غریب عوام کے جائز حقوق کے لئے اور دوسرے مسائل کے لئے وہاں پر لگایا جاتا۔ اگر انہوں نے یہ Youth Festival منانا ہی تھا تو union council کی سطح پر، ان funds کا مقصد کیا تھا؟ youth activities کو promote کرنا، sports کو promote کرنا، youth کی حوصلہ افزائی کرنا، اس سے کوئی انکاری نہیں، سب سے پہلے youth کی بات پی ٹی آئی نے کی، عمران خان صاحب نے بات کی، ہم نے بات کی اور پھر دیکھا دیکھی ہماری بات آپ نے بھی adopt کر لی۔ بڑی اچھی بات ہے اس سے youth کا فائدہ ہوگا اور ہو رہا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں جس طریقے کے ساتھ یہ union council کی سطح پر کوئی بھی constructive کام youth کی promotion کے لئے نہیں ہوا۔ ہمیں توجہ دینی چاہئے کہ آئندہ بجٹ میں Youth Festival کے نام پر block allocation کرنے کی بجائے ہم details طے کریں کہ اس میں کتنی رقم آپ لگانا چاہتے ہیں اور کتنی رقم سے آپ نچلی سطح پر Union Council پر youth کی promotion کے لئے وہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ میرے بعد دوسرے دوستوں نے بھی بولنا ہے میں کوشش کروں گا کہ wind up کروں۔ میں یہ سمجھتا ہوں، تین چار چیزوں کے حوالے سے میری وزیر خزانہ سے درخواست ہوگی کہ جب تک آپ وسائل کی منصفانہ تقسیم نہیں کریں گے اس وقت تک لوگوں کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ کسی ایک شہر پر آپ کا دل آجائے، کسی ایک علاقے پر وعدہ کر دیں وہاں تو آپ سب کچھ نچھاور کر دیں۔ اتفاق سے جس شہر پر آپ کا دل آیا ہے اس بارے میں

بھی یہ WFO بین الاقوامی ادارہ صحت کی report ہے کہ جو دنیا کہ دس آلودہ ترین شہر ہیں اُس میں لاہور بھی شامل ہے یعنی آپ نے اربوں روپیہ تو لگا دیا لیکن لاہور اُن دس آلودہ ترین شہروں میں شامل ہے اس کا مطلب یہ کہ آپ لاہور کی مال روڈ، نہر اور گلبرگ سے باہر نکل کر دیکھیں کہ وہاں پر لوگوں کے حالات کیا ہیں، عام آدمی کس طرح سے زندگی گزار رہا ہے؟ ایک تو میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ وسائل کی منصفانہ تقسیم، دوسرا میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ حکومت کی اصل ذمہ داری تین چیزیں ہیں، لوگوں کے جان مال کا تحفظ لاء اینڈ آرڈر لوگوں کو صحت اور تعلیم کی سہولتیں، صحت کے بارے میں بھی میں نے تھوڑی سی بات کی کہ صحت بھی آپ نے مکمل طور پر private hospitals کے رحم و کرم پر لوگوں کو قصابوں کے سپرد کر دیا ہے۔ وہاں قصائی بیٹھے ہوئے ہیں جو private hospitals کے اندر کوئی عام آدمی تصور نہیں کر سکتا کہ اس کو اگر کوئی urgent تکلیف ہو گئی ہے تو وہ Doctors Hospital یا National Hospital یا Allied Hospital یا کسی اور hospital میں جا کر وہ اپنا علاج معالجہ کروا سکتا ہے خدارا اس پر آپ توجہ دیں، لوگوں کی جان مال کا تحفظ یقینی بنائیں، لوگوں کی تعلیم اور صحت کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ سادگی کو اپنائیں، کفایت شعاری کو اپنائیں، یہ فوج ظفر موج جو ہمارے حکمرانوں کی حفاظت پر مامور ہے اور سکیورٹی کے نام پر جو کروڑوں روپیہ ہم خرچ کر رہے ہیں اس سے ہم اجتناب کریں آخر میں جناب سپیکر!

بقول شاعر:

جبر کا موسم کب بدلے گا ہم بدلیں گے تب بدلے گا
عمر بھر یہ خواہش رہی وہ اب بدلے گا وہ اب بدلے گا
محکوموں کو ملے گی شاہی اک دن
سب کا سب بدلے سب کا سب بدلے

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! انہوں نے ڈاکٹروں کو قصاب کیوں کہا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ نہیں محترمہ! نہیں، نہیں۔ پلیز! آپ تشریف رکھیں بڑی، مہربانی۔ میاں صاحب! آپ نے تو مائیک بھی بڑا لگوا لیا ہے اللہ خیر کرے آج۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! چیف منسٹر کی سیٹ encroach ہو گئی ہے تو مہربانی کر کے encroachment خالی کروائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، محترمہ لاء منسٹر صاحب سے کوئی بات کر رہی تھیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! کافی دیر سے encroach ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! مائیک تھوڑا چھوٹا نہ لگوائیں؟

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ ہی کا کام ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں جی، بات کریں میاں محمد اسلم اقبال صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! شکریہ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ pre budget session کے حوالے سے جو discussion ہو رہی ہے اُس میں اچھی تجاویز بھی حکومتی بنچوں کی طرف سے اور اپوزیشن کی طرف سے آرہی ہیں جو کہ نئی روایات ہیں۔ اپوزیشن اور حکومتی بنچوں کی طرف سے جو تجاویز ہیں وہ وزیر خزانہ یہاں پر بیٹھے ہیں تاکہ ان کو بجٹ کے اندر دیکھ سکیں جہاں تک ان کی possibility ہے تو کیا اس لحاظ سے بہتر نہ ہوتا کہ بجٹ کے حوالے سے جتنا بجٹ استعمال ہو چکا ہے، اس کی utilization ہو چکی ہے، محکموں کے لحاظ سے one page summary جو ہے وہ اسمبلی کے اندر پیش کر دی جاتی تاکہ محکموں کی کارکردگی کے حوالے سے بھی ہمیں پتا چل جاتا کہ کتنا بجٹ استعمال ہو گیا اور کتنا باقی رہ گیا؟ کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کی کارکردگی دیکھنے کے لئے آپ کے پاس اس کے سوا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا صرف ایک یہی پیمانہ ہوتا ہے جس سے پتا چل سکتا ہے کہ متعلقہ ڈیپارٹمنٹ نے کیا کیا ہے، کتنا بجٹ استعمال کیا ہے، فنانس بل کے اندر جو باتیں کی گئی تھیں ان پر کتنی implementation ہوئی ہے؟ اس کی کارکردگی کا صرف اور صرف utilization سے ہی پتا چلنا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہی کہوں گا کہ آئندہ سالوں کا بجٹ اسی طرح پلان کیا جائے۔ یہاں فنانس منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں میری گزارش ہو گی کہ صرف ایک one page summery سے پتا چل جائے گا کہ مختلف departments کی اس وقت position کیا ہے؟ میں کوشش کروں گا کہ 2013-14 کے بجٹ کے حوالے سے موجودہ حالات کے اندر جو محکموں کی کارکردگی ہے اسے بیان کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ مثبت تجاویز بھی حکومت کو ضرور دی جائیں تاکہ لوگوں کی سوچ جو ہم تک پہنچی ہے اس سوچ کو اس اسمبلی کے فورم پر آپ کے توسط سے حکومتی بنچوں تک پہنچائی جائیں۔

جناب سپیکر! 2013-14 کے بجٹ کی اس کتاب میں فنانس منسٹر صاحب کی اس میزانیے کے حوالے سے تقریر لکھی ہے جو انہوں نے اُس وقت پڑھی تھی۔ میں کوشش کروں گا کہ ان کو اُن کی

ہی باتیں یاد کروائی جائیں جب انہوں نے اس وقت ڈیسک بجوائے، عوام کو خوش کیا، بیوروکریسی کو خوش کیا کہ جو باتیں انہوں نے ان کو لکھ کر دی تھیں انہوں نے وہ پڑھ دی ہیں اور اس کے بعد لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں رہا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! انہوں نے بڑے بڑے اچھے شعر پڑھے، ان شعروں سے عوام کی حالت تو نہیں بدلی لیکن حکومت کے حالات ضرور بدل گئے ہیں۔

نگاہ بلند سخن دل نواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

کتنا خوبصورت شعر انہوں نے تڑکا لگا کر یہاں پر پڑھا تھا۔ اس شعر کا کوئی اثر حکومت یا عوام پر اس حوالے سے پڑا ہے؟

جناب سپیکر! سب سے پہلے محکمہ پولیس کی کارکردگی کے حوالے سے میں بات کروں گا۔ فنانس منسٹر صاحب نے یہاں پر فرمایا کہ ہم reforms لے کر آرہے ہیں۔ اس کی ہم بالکل support کریں گے اور ہمیں کرنی بھی چاہئے کیونکہ عوام کی جان ومال کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ان کی طرف سے جو مثبت باتیں آئیں گی ان کو ہم ضرور مانیں گے لیکن جو بجٹ انہوں نے پہلے پولیس کو allocate کیا اس کے رزلٹ بھی دیکھ لئے جائیں کہ ان کے رزلٹ کیا ہیں؟ یہاں پر اب یہ سلسلہ ہونا شروع ہوگیا ہے کہ انصاف لوگوں کو ملتا ہے لیکن مرنے کے بعد اس کا اعلان ہوتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) پہلے کوئی خودکشی کرلے، پہلے کوئی بھوک سے مر جائے، پہلے کوئی اپنے بچوں کو ذبح کر دے، کوئی نہر کے اندر چھلانگ لگا دے اور اس دنیا سے چلا جائے پھر وزیراعلیٰ جا کر اعلان کرتے ہیں کہ اس کو انصاف ملے گا۔ اگر مرنے کے بعد انصاف ملنا ہے تو پھر پنجاب کی تمام عوام کو مر جانا چاہئے کیونکہ وزیراعلیٰ مرنے کے بعد ہی انصاف دے سکتے ہیں اس سے پہلے تو اُن سے انصاف ہونا نہیں ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

حالیہ واقعہ جو مظفر گڑھ کے اندر ہوا اس نے حکومت کے چہرے سے پردہ ہٹا کر رکھ دیا اور انصاف کی قلعی کا پول کھل گیا۔ نہ صرف وہ واقعہ بلکہ سُنبل کیس جو ہوا تھا اس بارے میں بھی کسی کو نہیں پتا۔ PIC کے اندر تین سو سے زیادہ آدمی جعلی ادویات کھانے کی وجہ سے مر گئے۔ اس کی یہاں پر کوئی رپورٹ نہیں آئی، کچھ نہیں ہوا۔ شاہدرہ کے اندر سیرپ پینے سے لوگ مر گئے، کوئی رپورٹ نہیں آئی۔ اگر انہوں نے مرنے کے بعد ہی انصاف دینا ہے تو پھر یہ بجٹ کے اندر لکھ دیں کہ ہم نے لوگوں کو انصاف مرنے کے بعد دینا ہے اس سے پہلے نہیں۔

جناب سپیکر! جس دن یہ واقعہ ہوا، لاء منسٹر صاحب نے یہاں پر جو تقریر کی میرے پاس اُن کی تقاریر کے کچھ صفحات ہیں۔ انہوں نے 14 تاریخ کو تقریر کی۔ ایک واقعہ ہوا، اپوزیشن نے اس issue کو highlight کیا، میڈیا نے کیا، ہم نے اس پر تھوڑا سا press کیا اور لاء منسٹر صاحب نے ایک تقریر کی۔ پھر لاء منسٹر صاحب نے 17 تاریخ کو اپنی تقریر کے دوران ساتھ ہی اس واقعہ کو موڑ کر کہ ہونا چاہئے، ہونا چاہئے تھا، کرنا چاہئے تھا، ایسا نہیں ہوتا، ایسا ہو گیا۔ انہیں احساس دلائیں کہ وہ اپوزیشن میں نہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں ابھی تک یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ وہ حکومت میں بیٹھے ہیں یا اپوزیشن میں بیٹھے ہیں۔ ان کی تقریر اٹھا کر دیکھ لیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! بجٹ پر بات کر لیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! بجٹ پر ہی آ رہا ہوں۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے جب آپ نے پولیس کو پیسے دینے ہیں تو مجھے بولنے کا بھی حق ہے۔ کیا میں اس پر نہ بولوں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جی۔ بولیں، بولیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ یہ ان کی تقریر ہے۔

> "اس کے اندر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بات سے تھوڑا اجتناب کرنا چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ کسی کے ساتھ اگر ظلم ہو تو بالکل ہر قیمت پر ازالہ ہونا چاہئے۔" ہونا چاہئے "لیکن کسی صورت میں اپنی بات منوانے کے لئے violence اختیار کرنا، خود سوزی کرنا، ٹھیک ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہئے"۔ اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ حقائق ہیں کہ اگر کوئی فرد معاشرے کے طاقتور طبقے وغیرہ وغیرہ۔۔۔"

جناب سپیکر! مجھے اس بات کا دلی افسوس ہوا کہ جب وہ واقعہ ہو رہا ہوتا ہے یا اس بارے میں پتا چلتا ہے تو بجائے اس کے کہ ہم اس وقت اس کو قابو کریں، ہم اس کو قابو نہیں کرتے۔ جس طرح کے حکومتی بنچوں کی طرف سے ایک شخص نے کہا کہ ڈیرہ غازی خان کے اندر یہ واقعہ ہو رہا ہے، اس بندے نے بیس خواتین کو یرغمال بنایا ہوا ہے اس کا کچھ کر لیا جائے۔ اتنی بے حسی تھی کہ مجبور کیا گیا کہ آپ توجہ دلاؤ نوٹس دیں۔ کسی نے ایک لمحے یہ نہیں کہا کہ ہم فوری ایکشن لیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ تمہاری بات ٹھیک ہو، ہو سکتا ہے کہ تمہاری بات ٹھیک نہ ہو لیکن انتظار کیا گیا کہ ان عورتوں کی عزت اگر لٹتی

ہے تو لُٹتی رہے تم توجہ دلاؤ نوٹس دو، وہ جب اسمبلی میں آئے گا تو تب ہم ایکشن لیں گے اس کے بغیر نہیں لیں گے۔

جناب سپیکر! یہ پولیس کو پیسے دے رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ ہم سارے اپوزیشن والے اس کو بالکل support کریں گے۔ لاء اینڈ آرڈر کی یہ صورتحال ہے کہ جہاں ڈاکوؤں کے ساتھ "چھوٹو گینگ" سے bargaining کر کے، مذاکرات کر کے آپ اپنے بندے چھڑاتے ہیں وہاں پر کیا حکومت کی کوئی writ establish رہتی ہے؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ پولیس کو پیسے دیں۔ بھئی، ہم پولیس کو پیسے دیتے ہیں یہ عوام کے خون پسینے کی کمائی ہے اس کے رزلٹ بھی تو دو۔ اس کا رزلٹ یہ ہے کہ پولیس اپنے بندے چھڑانے کے لئے "چھوٹو گینگ" کے ساتھ بیٹھ کر مذاکرات کرتی ہے اور ساری پولیس ناکام ہو جاتی ہے۔ حکومت کے اندر کوئی writ نظر نہیں آتی۔ تھانوں کے اندر مقدمات کا اندراج نہیں ہوتا۔ یہ میرے پاس facts and figures ہیں 13-2012، 14-2013 اور 2014 کا جو موجودہ portion جا رہا ہے ان میں دن بدن ڈکیتی، اغواء برائے تاوان، snatching، موٹر سائیکل چوری اور گاڑیاں چوری کے مقدمات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کو اپنے مقدمے کے اندراج کے لئے تھانے میں جا کر جو ذلت اٹھانا پڑتی ہے اس کا آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہم لاہور شہر میں رہتے ہیں، ہمیں پتا ہے کہ سارا دن کسی کی گاڑی چھن گئی، کسی کے ساتھ ڈکیتی کی واردات ہو گئی، کسی خاتون کا زیور اتر گیا لیکن تھانے میں مقدمات کا اندراج نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ اشتہاری دن دہاڑے، کھلے عام سڑکوں پر پھر رہے ہیں اور حکومت کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ کچھ دن پہلے میں نے ایک توجہ دلاؤ نوٹس دیا اور حکومت کی طرف سے جواب آ گیا۔ میں نے بتایا کہ اس میں یہ مسائل ہیں، یہ اشتہاری ہو چکے ہیں انہیں پکڑا جائے۔ حکومت کی طرف سے کہا گیا کہ آپ کے ساتھ متعلقہ ایس پی بات کرے گا۔ ایس پی نے حکومت کی کسی بات کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ اس کو لاء منسٹر نے کہا ہے، لاء منسٹر نے جو اپنے صوبے کا Interior Minister بھی ہوتا ہے لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ ان اشتہاریوں کا اشتہار چھپا ہوا ہے جو میں آپ کو دکھا رہا ہوں۔ یہ اسمبلی لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات کرنے کا ایک best forum ہوتا ہے۔ آپ پولیس کو کہہ رہے ہیں کہ پیسے دینے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ دیں پیسے۔ جتنا دل کرتا ہے پیسے دیں، میں منع نہیں کرتا لیکن ان سے جو رزلٹ لینے ہیں اور لوگوں کی جان و مال کا تحفظ کس نے کرنا ہے؟ اب اس مدعی کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ ہم reforms لے کر آ رہے ہیں، تھانہ کلچر change کریں

گے، کہاں تھانہ کلچرchange ہوا ہے؟ غریبوں کی عزتیں اسی طرح لٹ رہی ہیں۔انہوں نے چھ باریاں لی ہیں، تھانہ کلچرchange نہیں ہونا کیونکہ سارے بندے جو تھانوں میں بھرتی کئے گئے ہیں وہ ان کے بھرتی کئے ہوئے ہیں اور میرٹ کے خلاف بھرتی کئے گئے تھے۔انہوں نے صرف اور صرف سیاسی طور پر نوکریاں دینے کے لئے بندے بھرتی کئے۔ جو انہوں نے پہلے فصل لگائی تھی آج وہی فصل کاٹ رہے ہیں کیونکہ وہ بھرتیاں میرٹ کے خلاف ہوئی تھیں۔ اگر اُس وقت بھرتیاں میرٹ پر کی جاتیں تو آج انہیں کانٹوں کی فصل کاٹنی نہ پڑتی اور حکومت پھر یہاں پر نہیں رک رہی، پھر چور دروازے سے پولیس کے اندر بھرتیاں کر رہی ہے، direct DSP تک بھرتی کئے ہیں اور صرف اور صرف اپنا ووٹ بنک زیادہ کرنے کے لئے بھرتیاں کی گئی ہیں۔لاہور کو خراب کرنے میں موجودہ حکمرانوں کا ہاتھ ہے، انہوں نے لاہور کو خراب کیا اور جرائم کے حوالے کر دیا ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ پولیس کو پیسے دیں؟ بھائی! ہم دیتے ہیں لیکن ہمیں رزلٹ بھی تو دو۔آپ پولیس کی تنخواہیں بڑھائیں؟ ضرور بڑھائیں، جتنی آپ نے کہا ہے اس ایوان نے منظوری دی لیکن اس کے نتائج کیا نکلے، کیا شریف آدمی رات کو10:00 بجے کے بعد گھر سے نکل سکتا ہے؟ ہم شہر میں رہتے ہیں اور رات کو10:00 بجے کے بعد گھر سے نکلنے سے پہلے سوچتے ہیں کہ باہر واردات نہ ہو جائے اور میری فیملی کے ساتھ ہوئی ہے۔کیا10:00 بجے کے بعد لاہور شہر میں آپ نہیں جا سکتے تو لاہور شہر کی چند سڑکوں کے علاوہ آپ باہر چلے جائیں تو بے شتر مہار اشتہاری گینگ سٹار پھر رہے ہیں، حکومت سو رہی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہم تھانہ کلچرchange کریں گے۔آپ تھانہ کلچر کوchange کرنے کی تعریف بتا دیں تاکہ اس کے مطابق ہمیں حوصلہ ہو جائے کہ تھانہ کلچر کی یہ تعریف ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! بجٹ کے اندر فنانس منسٹر صاحب نے صفحہ نمبر7 پر ایک بات کی تھی۔ میں اس کو پڑھ دیتا ہوں کہ "پنجاب 100 پولیس سٹیشن کو ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دے چکی ہے۔ ان ماڈل پولیس سٹیشنوں کا قیام بنیادی مقاصد عوام اور پولیس کے درمیان خود اعتمادی کی فضا کو فروغ دینا ہے اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی تہیہ کیا ہوا ہے کہ ہم پولیس کو جدید خطوط پر استوار کریں گے اس مقصد کے لئے ترکی اور متحدہ عرب امارات کے تعاون سے پولیس کو جدید تربیت دلوائی جائے گی۔"

جناب سپیکر! سوچنے والی بات یہ ہے کہ ہم نے کوشش کر رکھی ہے کہ ہر چیز یا تو ترکی کو دے دینی ہے یا عربیوں کو دے دینی ہے۔ ہم نے تہیہ کر رکھا ہے، میں آگے بھی floor پر بات کرتا ہوں کہ مسلمان کا نصف ایمان صفائی ہے وہ آپ سے ہوتی نہیں ہے اور وہ بھی آپ نے ترکی کو دے دی ہے۔ پہلے

ڈیڑھ ارب روپے سے لاہور کے sanitation کا سارا سسٹم چلتا تھا اب اس کا بجٹ 11۔ارب روپے ہو گیا ہے۔ کمپنی بناتے ہیں، ٹرے میں رکھتے ہیں اور کسی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کا مزاج ہے کہ جس پر دل آ جائے تو وہ پھر ان کا دل ہی آ جاتا ہے۔ آج کل ترکی پر دل آیا ہوا ہے، چائنا پر دل آیا ہوا ہے۔ چیف منسٹر صاحب ایوان کے اندر تشریف لائے اور انہوں نے تقریر فرمائیں۔ آپ یقین مانیں، میری ذاتی رائے ہے اور مجھے محسوس ہوا کہ شاید چیف منسٹر صاحب چائنا اور ترکی کی نمائندگی کر گئے ہیں۔ آپ ان کی تقریر نکال کر دیکھیں کہ اپنے صوبے کے بارے میں بات نہیں کی اور ہمیں ترکی اور چائنا کی مثالیں دیں۔ اپنے صوبے میں امن وامان کے حوالے سے کیا ہو رہا ہے؟ ایک بھی مثال نہیں دی۔ انہوں نے فرمایا کہ ترکی کے اندر پولیس سسٹم بہت اچھا ہے اور صفائی سسٹم بہت اچھا ہے۔ یار! میں اس صوبے کا نمائندہ ہوں مجھے اپنے صوبے کی بات کرنی ہے اور مجھے صوبے کی بات کرنی چاہئے۔ آپ نے ہر چیز ترکی کو اٹھا کر دے دینی ہے، اب آپ کا دل عربیوں پر آ گیا ہے آپ جو کام کرنے جا رہے ہیں وہ میں on the floor of the House کہہ رہا ہوں اور سارے سن لیں یہ آنے والی نسلوں کے لئے انتہائی نقصان دہ ہو گا۔ آپ نے ڈیڑھ ارب ڈالر کے عوض، جس طرح پہلے اگر امریکہ کے ہاتھوں ڈالر کے عوض اس ملک کو بیچا گیا تو ایک دفعہ آپ پھر اس کو بیچنے جا رہے ہیں اور یہ بہت نقصان دہ چیز ہو گی۔ میں یہ واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہمارے لوگوں کے لئے ٹھیک نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! تجاویز اس پولیس سسٹم کے حوالے سے کہ تھانوں کے اندر ایف آئی آر کا اندراج online ہونا چاہئے۔ خیبر پختونخوا کا جو ماڈل ہے اس کو study کیا جائے، دیکھا جائے اور اس کے بعد ایف آئی آر اندراج کے طریقے کو آسان بنایا جائے تاکہ وہاں پر لوگ آسانی سے بغیر کسی ایم پی اے، کسی ایم این اے، کسی آفیسر، کسی سیکرٹری یا بغیر کسی کی سفارش تھانہ میں جا کر اپنی ایف آئی آر کا اندراج کرا سکے۔ تھانوں کی بلڈنگز کو بہتر کیا جائے، جس تھانے کی اپنی بلڈنگ نہیں ہے اس کو اپنی بلڈنگ دی جائے۔ پولیس چالان وقت مقررہ پر کرے اور اس کو time limit کریں تاکہ وقت مقررہ چالان عدالت میں submit کرے اور وقت پر فیصلہ ہو سکے۔ تفتیش کے لئے کوئی time limit کیا جائے اور اس کو follow کیا جائے۔

جناب سپیکر! ہیلتھ کے حوالے سے میں چند گزارشات کرنا چاہوں گا۔ ہیلتھ کے حوالے سے بھی آپ specially لاہور کے ہسپتال میں کیونکہ پنجاب کے قرب وجوار سے اور دور دراز کے اضلاع سے لوگ اس طرف آتے ہیں کیونکہ وہ بہتر محسوس کرتے ہیں کہ لاہور کے اندر شاید انہیں بہتر سہولتیں

ملیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ آپ کسی ہسپتال میں چلے جائیں،آگے اپوزیشن لیڈر صاحب نے پی آئی سی کے حوالے سے بات کی ہے،کیونکہ میرے حلقے میں اس کا تھوڑا سا حصہ آتا ہے اور مجھے اس ہسپتال کے اندر جانے کا اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ جس طرح انہوں نے کہا ہے کہ ایک بیڈ پر چار چار اور پانچ پانچ بندوں کو بٹھایا یا سولایا ہوتا ہے اور بندوں کو فرش پر لٹا کر ڈرپ لگائی ہوتی ہے۔ میرا پچھلے دنوں سیکرٹری صاحب کے پاس جانے کا اتفاق ہوا اور میں نے کہا کہ پی آئی سی کے کچھ حالات بہتر کر دو۔اس پر پورے پنجاب کا پریشر ہے کیونکہ آپ نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ وزیر آباد کے ہسپتال کو نہیں بنانا،آپ نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جو باقی پنجاب کے ہسپتال ہیں وہاں کارڈیالوجی نہیں بنانا اور اسی ہسپتال کو رہنے دینا ہے تو پھر اس کو بہتر بھی کر لو۔جب آپ نے قسم ہی کھالی ہے کہ ہم نے نہیں بنانا تو ٹھیک ہے پھر اس کو ہی ٹھیک کر دیں،اس کی ایمر جنسی ٹھیک کر دیں اور اس کی ایمر جنسی کو بڑا کر دیں۔اپٹما نے یعنی ٹیکسٹائل والوں نے کہا تھا،ٹی وی اور اخبارات میں آتا رہا،انہوں نے کیا کیا؟انہوں نے کہا کہ ہم اس کی ایمر جنسی کو بڑا کرنا چاہتے ہیں۔آج اس بات کو چھ ماہ گزر گئے ہیں کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی،پیسے کسی نے دینے ہیں اور آپ ان کو facilitate نہیں کر سکتے۔پرائیوٹ بندوں کو بھی آپ کام نہیں کرنے دینا چاہ رہے،جو پرائیویٹ مخیر حضرات اس میں حصہ ڈالنا چاہتے ہیں ان کو بھی کچھ نہیں کرنے دے رہے اور آپ خود کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

جناب سپیکر!منسٹر صاحب نے یہاں پر شعر پڑھا تھا کہ:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اللہ دی قسم بڑے دور دا آغاز اے،ایسے دور دا آغاز اے جندی میں تہانوں مثال نہیں دے سکدا،میں آپ کو کیا مثال دوں کہ ہسپتالوں کے اندر غریبوں کا کوئی پرسان حال نہیں،کبھی نرسیں بے چاری مال روڈ پر بیٹھی ہوتی ہیں،کبھی ہیلتھ ورکر آکر بیٹھی ہوتی ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ان کا مسئلہ آج حل ہو گیا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! پنجاب میں ایک مثال ہے کہ سو گنڈے وی۔۔۔اگے تسی آپے سمجھ گئے او میں ہن پورا نہیں کردا"

جناب سپیکر!آپ کے توسط سے منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ PIC کی ایمر جنسی کو اس بجٹ کے اندر بڑا کرنے کے لئے اس میں کوئی خاطر خواہ رقم رکھی جائے،وزیر آباد جو ہسپتال ابھی تک

completeنہیں ہوا اس کو completeکیا جائے، میو ہسپتال کا سرجیکل ٹاور completeکرنے کے لئے اس بجٹ کے اندر پورا بجٹ رکھا جائے تاکہ وہاں پر نہ صرف ہسپتال کو مکمل کیا جائے بلکہ اس کو operationalبھی کیا جائے۔ یہ میری وزیر خزانہ صاحب سے گزارشات ہیں۔ جناح ہسپتال کے اندر ابھی تک Burn Centreشروع نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر! میری یہ requestہے کہ اس برن سنٹر کو شروع کیا جائے کیونکہ اس وقت پورے پنجاب میں ایک Burn Centreہے۔ پورے پنجاب سے سے اگر کوئی اس طرح کا کیس آ جاتا ہے تو patient accommodateنہیں ہو سکتا، وہ خواری کے مراحل سے گزرتا ہے اور آخرکار اس دنیا سے ہی چلا جاتا ہے۔ کوٹ خواجہ سعید کا ایک ہسپتال تھا جس کو انہوں نے راتوں رات completeکر لیا ہے کیونکہ وہ ایک بڑے آدمی کے حلقہ میں آتا ہے اس لئے اس کو راتوں رات مکمل کر لیا گیا ہے لیکن جو غریب آدمیوں کے لئے ہسپتال ہوتے ہیں ان کو مکمل نہیں کیا جاتا۔ حکومتی بنچوں سے میری ایک بہن، جو اس وقت مجھے یہاں پر نظر نہیں آ رہیں، پچھلے دنوں ان کے خاوند کو دل کی تکلیف ہوئی تو وہ پی آئی سی میں چلی گئیں، ان کی ادھر جو خواری ہوئی اس کے بعد انہیں یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ یہاں پر اپنے خاوند کی stuntingنہ کروائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے کیا کہا ہے؟

میاں محمد اسلم اقبال: یہاں پر stuntingنہ کروائیں کیونکہ یہاں پر معیاری stuntingنہیں ہوتی۔ آپ ایک کام کریں کہ ان کو کسی پرائیویٹ ہسپتال میں لے جائیں اور وہاں سے ان کی stunting کروائیں۔ میں یہ ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اجلاس کا وقت ایک گھنٹہ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب والا! پی آئی سی میں جو غریب لوگ آتے ہیں جو حکومت کی طرف نظریں لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں، ان کے دل کا جب وہاں پر علاج ہو رہا ہوتا ہے ان کی stuntingہو رہی ہوتی ہے، اس کا مطلب ہے کہ غیر معیاری stuntان کو ڈالے جا رہے ہیں۔ حکومتی ممبر کو یہ کہا گیا کہ آپ مہربانی فرما کر کسی دوسرے ہسپتال میں چلے جائیں۔ ہمیں یہ سوچنا پڑے گا، ہمیں ہیلتھ پالیسی کو reviewکرنا ہو گا، غریبوں کی خون پسینے کی کمائی، جو ہمیں کما کر دیتے ہیں ان کے صحیح استعمال کے بارے میں ہمیں سوچنا ہو گا۔ جیسا کہ میں نے ایک سیرپ کے واقعہ کی بات کی ہے، اس پر کمیٹی بنی پھر کمیٹی کے اوپر کمیٹی بنی پھر اس کمیٹی کے اوپر بھی کمیٹی بنی اور آخرکار وہ کمیٹی ہی ٹوٹ گئی۔ "جیویں غریب دی کمیٹی پیندی اے

تے فیئر کوئی توڑ کے بھیج جانداا ے "اے کیٹیاں والا اوہی کم ہونداا ے "جب آپ میرٹ پر افسران کی تعیناتی نہیں کریں گے جب آپ سترہ گریڈ والے کو بیس گریڈ والی پوسٹ پر لگادیں گے ،اٹھارہ گریڈ والے کو اکیس گریڈ والی پوسٹ پر لگادیں گے اور انیس گریڈ والے کو بائیس گریڈ والی پوسٹ پر لگادیں گے تو پھر وہاں سے اچھے results نہیں آئیں گے۔جب آپ rule of law کی بات کرتے ہیں،جب آئین اور قانون کے مطابق اس صوبے کو چلانے کی بات کرتے ہیں تو وہ سب سے پہلے رولز،قانون،قاعدے اور ضابطے اپنے اوپر بھی implement کریں،اپنی حکومت پر بھی implement کریں۔ سٹیج پر آکر آپ یہ بات کر لیتے ہیں کہ ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر آئین اور قانون کی پاسداری کرتے ہیں لیکن عملی طور پر جب کام کرنے کی باری آتی ہے تو پسند اور ناپسند کو وجہ بناکر آپ افراد کو لگاتے ہیں اس لئے میری گزارش ہو گی کہ اگر آپ results لینا چاہتے ہیں تو افسران کو میرٹ پر تعینات کریں۔اس محکمے کے حوالے سے چند تجاویز دینا چاہتا ہوں،ہسپتالوں کے اندر جو مفت ادویات آپ دے رہے ہیں جو آپ claim کرتے ہیں،وزیر خزانہ اور وزیر صحت سے گزارش کروں گا کہ مہربانی فرماکر اس کو monitor کریں۔سابق وزیر صحت سندھو صاحب نے اس سلسلے میں بڑی کوشش کی تھی،میں نے اکثر انہیں دیکھا تھا کہ یہ ہسپتالوں کے visit کرتے تھے،میری اب گزارش یہ ہے کہ اس چیز کو monitor کیا جائے کہ فری ادویات کے حوالے سے جو آپ باتیں کرتے ہیں وہ ان تک پہنچنی چاہئیں۔اگر کسی مریض کو ہسپتال میں کوئی شکایت ہے تو وہاں پر ایک سنٹر بنائیں تاکہ اس کی شکایت رجسٹرڈ ہو اور اس کی شکایت پر اس کا مداوا ہو سکے۔اگر وہ بے چارا ہسپتال میں آہی گیا ہے تو اس کی شکایت کا ازالہ ہو سکے۔تمام بڑے ٹی ایچ کیو اور ڈی ایچ کیو ہسپتالوں میں free dialysis کا بندوبست ہو کیونکہ یہ انتہائی ضروری ہے۔آپ یقین مانیں کہ لوگ بے چارے جو ہمارے دفتروں میں آتے ہیں اور آکر کہتے ہیں کہ ہم اپنے پیاروں کا dialysis نہیں کروا سکتے کیونکہ ہسپتالوں کے اندر free dialysis کی limited facilities ہے اس لئے وہ بھی patient کو ایک limited طریقے سے ہی deal کرتے ہیں۔اگر ان کے پاس زیادہ مشینری ہو گی تو وہ زیادہ patients کو deal کر سکیں گے۔

جناب سپیکر!میری یہ گزارش ہے کہ اگر ہم ڈی ایچ کیو اور ٹی ایچ کیو ہسپتالوں میں free dialysis کی سہولیات کو زیادہ بڑھادیں تو میرا یہ خیال ہے کہ غریبوں کی زندگی میں شاید کچھ آسانی پیدا ہو جائے۔اسی حوالے سے میں ایک اور suggestion بھی دینا چاہوں گا کہ ہمارے جتنے سرکاری سکول ہیں وہاں پر Hepatitis کی free vaccination ہونی چاہئے۔پولیو کے قطرے پلانے کے

حوالے سے تو آپ کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں،اس حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بچے کی پیدائش کے حوالے سے جو انجکشن لگائے جاتے ہیں غریب لوگ اس کو afford نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ایک مہنگا انجکشن ہے، میری یہ گزارش ہے کہ تمام سکولوں کے level پر حکومت اس علاقے کے بڑے ہسپتال کو پابند کرے کہ جتنے بھی سکول اس کی حدود کے اندر آتے ہیں ان سکولوں کے اندر ان بچوں کی vaccination مفت کرے۔اس کے علاوہ تحصیل کی سطح پر جتنے بھی ہسپتال ہیں انہیں بھی اپ گریڈ کیا جائے،ان کے آپریشن تھیٹر بہتر کئے جائیں تاکہ لوگوں کو اپنے علاقے میں ہی یہ سہولیات میسر ہوں اور انہیں اپنے علاقے میں سکون مل سکے۔وہ سینکڑوں میل کا سفر کر کے لاہور میں نہ آئیں بلکہ اپنے متعلقہ ضلع کے اندر اپنے بیماروں کا علاج کروا سکیں۔

جناب سپیکر!ہیلتھ انشورنس کے حوالے سے بجٹ کے اندر صفحہ نمبر 10 پر لکھا ہوا ہے اور فنانس منسٹر صاحب نے یہ اعلان کیا تھا جس کی ابھی تک کوئی خبر نہیں ہے،شاید اس کے لئے بھی اخبارات میں اشتہارات دینے پڑیں۔صفحہ نمبر 10 میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ حکومت پنجاب نے عام آدمی پر علاج معالجہ کے اخراجات کے بوجھ کو کم کرنے کے لئے صوبے میں ایک جامع ہیلتھ انشورنس کارڈ سکیم کا منصوبہ تیار کیا ہے۔اس منصوبے کا آغاز صوبے کے مختلف حصوں میں واقع چار پسماندہ ترین اضلاع سے کیا جا رہا ہے اور بجٹ میں اس مقصد کے لئے 4۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔فنانس منسٹر صاحب نے جو الفاظ کہے تھے وہ میں نے یہاں پر بیان کر دیئے ہیں۔میری آپ کے توسط سے ان سے یہ استدعا ہے کہ اس مالی سال کے ختم ہونے تک اس کارڈ کے حوالے سے جو آپ کے parameters ہیں ان parameters کو پورا کیا جائے تاکہ غریب آدمی کو ہیلتھ انشورنس کی جو پالیسی ہے اس سے وہ مستفید ہو سکے۔میزانیہ 14-2013 کے حوالے سے فنانس منسٹر صاحب نے صفحہ نمبر 5 پر بڑی جوشیلے انداز کے اندر، جس طرح مینار پاکستان پر تقریر کرتے ہیں انہوں نے یہ چیز پڑھی تھی۔۔۔

وزیر آبکاری و محصولات / خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): آپ بھی اسمبلی ہال کو الحمرا تھیٹر سمجھتے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: اینھے وی مینوں تہاڈے کارڈ دی ضرورت اے۔اب انہوں نے کہا تھا کہ ہم سادگی اپنائیں گے لیکن انہوں نے اپنے اخراجات کے حوالے سے کوئی کمی بیشی نہیں کی،انہوں نے کہا کہ ہم گاڑیوں پر جھنڈا نہیں لہرائیں گے، مجھے یہ بتادیں کہ اس سے کتنی سادگی ہوئی ہے، جھنڈا نہ لہرانے سے

کتنی بجلی بچی ہے، کتنی بجلی نیشنل گرڈ کے اندر آئی ہے اور کن بندوں نے اس کی خلاف ورزی کی ہے اور اس سلسلے میں ان کو کتنے پیسے بچے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی تجویز یہ ہے کہ دوبارہ جھنڈا لگا لینا چاہئے۔

میاں محمد اسلم اقبال: لگا لیں، شاید ان کا جھنڈا بجلی سے چلتا ہے، بجلی کی بچت کی بات انہوں نے کی تھی، میرے خیال میں اس کو سولر انرجی پر کروالیں، گاڑی میں ایک سولر پینل لگوالیں تاکہ سارا دن ساری رات آپ کا جھنڈا لہراتا رہے، لوگوں کو پتا چل سکے کہ اس گھر میں، اس دفتر میں اور اس گلی میں سے جو گزر کر گئے ہیں وہ منسٹر صاحب ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! یہ تجویز اچھی لگ رہی ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب والا! جھنڈا نہ لہرانے سے کتنے پیسے بچے ہیں یہ ہمیں بتادیں تاکہ ہمیں بھی پتا چل سکے کہ گاڑی پر جھنڈا نہ لہرانے سے کتنے پیسے بچتے ہیں؟ جھنڈا نہ لہرانا عوام کے لئے سردیوں گرمیوں میں بہترین تحفہ ہے۔ خواتین کے بجٹ کے حوالے سے میں کچھ عرض کروں گا، کچھ تجاویز ہیں اگر میرے بھائی اس کو غور سے سن لیں۔ عام گھروں کے اندر جو عورتیں اور بچیاں کام کرتی ہیں، میری ان کے لئے گزارش ہے کہ ان کے لئے کم از کم اجرت کے سلسلے کو ضرور monitor کیا جائے، گھروں میں کام کرنے والی عورتوں کی اجرت کا استحصال نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ اکثر ان پر تشدد بھی ہوتا ہے اس کی رپورٹنگ بھی ہوتی رہتی ہے اس حوالے سے میں گزارش کروں گا کہ domestic violence پر کوئی legislation کے لئے بل بھی لے کر آئیں تاکہ اس کے مطابق ان کے معاملات کو دیکھا جا سکے۔ میں نے یہ بات اصل موضوع سے ہٹ کر کی ہے، اسی طرح ایک اور اہم بات جو میں کرنا چاہ رہا ہوں کہ کچھ خواتین اور بچیاں پڑھی لکھی ہوتی ہیں اور کچھ اپنے حالات واقعات کی وجہ سے پڑھ نہیں سکیں، ان کے لئے زیادہ سے زیادہ دستکاری سکول کھولے جائیں۔ ہوتا یہ ہے کہ کچھ بڑے گھرانوں کی خواتین NGOs بنا لیتی ہیں ان کی مزدوری کو higher کر لیتی ہیں، ان سے کپڑے بھی بنواتی ہیں، کشیدہ کاری بھی کرواتی ہیں اور دوسرے کام بھی کرواتی ہیں۔ انہیں چند سو روپے ملتے ہیں اور وہ ان کا سامان اٹھاتی ہیں، باہر کے ملک میں چلی جاتی ہیں اور اس سامان کو ڈالروں میں فروخت کر دیتی ہیں۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ ان دستکاری سکولوں کو، سکول level پر اپ گریڈ کیا جائے، پہلے بھی یہ سسٹم چلتا رہا ہے باقاعدہ سکول بنائے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ان کی وہاں پر جو product تیار ہوں ان کی product کی مارکیٹ کے لئے بھی کم از کم اپنے صوبے کے اندر، پاکستان

level پر اور باہر اگر یہ export بھی کرنا چاہتے ہیں تو اس حوالے سے بھی ان کو سہولت دی جائے اور کوئی اس طرح کا سلسلہ کیا جائے کہ ان کو اس کا بہتر معاوضہ مل سکے۔ انہیں بھی عالمی منڈی تک رسائی حاصل ہو سکے۔ اس کے علاوہ ایک اور تجویز جو بجٹ کے حوالے سے میں یہاں پر دینا چاہتا ہوں، آپ نے دیکھا ہو گا کہ غریب لوگ جب ساٹھ پینسٹھ سال کی عمر کو پہنچتے ہیں اور وہ بے چارہ خاندان کا واحد اکیلا سہارا ہوتا ہے، وہ بے چارہ ساری عمر کماتا بھی رہتا ہے یا جو بھی day tod ay activity کرتا رہتا ہے۔ میری اس میں گزارش یہ ہے کہ نادرا کے پاس اس سلسلے میں جو ریکارڈ ہے اس کے مطابق جو لوگ پینسٹھ سال سے اوپر ہو گئے ہیں وہ غریب لوگ ہیں، جو گھر کے سربراہ غریب ہیں ان کی عمر پینسٹھ سال سے زیادہ ہو گئی ہے ان کے لئے حکومت کو چاہئے کہ کوئی کارڈ سسٹم شروع کر دے۔ ان کا کوئی وظیفہ لگا دیا جائے تاکہ اپنی بقایا عمر کے حصے کو وہ اچھے طریقے سے گزار سکے۔ اس عمر میں وہ کمانے کے قابل نہیں رہتا، اس لحاظ سے میری یہ گزارش ہو گی کہ اس تجویز کو بھی ضرور دیکھا جائے، اب ان کی مرضی ہے میں نے ایک تجویز دے دی ہے کہ نادرا کے پاس اس کا ریکارڈ ہو گا، اس کے مالی حالات دیکھے جائیں اور مالی حالات دیکھنے کے بعد اس کے لئے دو ہزار، چار ہزار، پانچ ہزار روپے کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ حکومت کا بجٹ جتنا بھی اجازت دیتا ہے اس کے مطابق اس کو شروع کیا جائے تاکہ اچھے انداز میں یہ سکیم شروع ہو سکے۔

جناب سپیکر! اس وقت جو ملک کے اندر سلسلہ چل رہا ہے، کبھی دیکھ کر بڑا افسوس بھی ہوتا ہے کہ اس ملک کے اوپر شوگر مافیا، لینڈ مافیا، ڈالر مافیا اور سیمنٹ مافیا کا قبضہ ہو گیا ہے بلکہ ان کے ہاتھوں ہم نے اپنے ملک کو یرغمال بنا دیا ہے۔

جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ اس وقت کی ضرورت ہے کہ ان مافیا سے اپنے ملک کو واپس لے کر ان لوگوں کے حوالے کر دیا جائے جنہوں نے اس ملک کو

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین! میں یہاں پر جو بات ضرور کہنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ کسی بھی چھوٹے سے کام کے لئے اخبار کے اندر پنجاب حکومت کی طرف سے تشہیر کی جاتی ہے۔ تشہیر پر کروڑوں روپیہ خرچ ہوتا ہے اور وہ کروڑوں روپیہ غریب عوام کے خون پسینے کی کمائی ہے۔ ایک بندہ جو تنور کا کام کر رہا ہے، جو

موچی کا کام کرتا ہے جو اینٹیں اٹھا کر چوتھی منزل پر لے کر جاتا ہے، جو ریڑھی چلاتا ہے، جو فروٹ بیچتا ہے، سبزی بیچتا ہے، جو دن رات مزدوری کرتا ہے اس کے پیسوں سے، اس کی tax money سے

معزز ممبران حزب اقتدار: غریب ٹیکس نہیں دیتا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب چیئر مین! میں انہیں بتاتا ہوں کہ اس سے کس طرح tax money لی جاتی ہے۔ فنانس منسٹر صاحب! سن لیں آپ کو نہیں پتا، جب وہ بازار سے چیز خریدنے جاتا ہے تو آپ نے product پر direct ٹیکس لگایا ہوا ہے امیر بھی اتنے پیسوں میں میں کوئی چیز خریدتا ہے اور غریب بھی اتنے ہی پیسوں میں خریدتا ہے۔ آپ اس سے سیل ٹیکس بھی لیتے ہیں، وہ جا کر چیزیں خریدتا ہے تو پیسے دیتا ہے، وہ گھر کے اندر چیز بعد میں لے کر آتا ہے اور حکومت کو ٹیکس پہلے دے کر آتا ہے یہ کہتے ہیں کہ غریب آدمی ٹیکس نہیں دیتا، اس ملک کی بیس کروڑ غریب عوام صرف اور صرف پندرہ سو حکمرانوں کو پالنے کے لئے سارا دن محنت کرتی ہے، بیس کروڑ عوام کے خون پسینے کی کمائی سے یہ بلٹ پروف گاڑیوں میں بیٹھتے ہیں۔ پولیس جو وہاں بیٹھ کر ان کے موروں کی حفاظت کر رہی ہے اسے غریب کے خون پسینے کی کمائی سے تنخواہ دی جا رہی ہے۔

جناب چیئر مین! میری گزارش ہے کہ اپنے اس صوبے کے لئے بہتر انداز میں ایجوکیشن سسٹم چلانے کے لئے کوئی بہترین پالیسی بنائی جائے۔ میں ایجوکیشن کے حوالے سے بھی چند ایک گزارشات اور تجاویز آپ کے سامنے رکھنا چاہ رہا ہوں۔ بجٹ میزانیہ میں صفحہ نمبر 13 پر سکولوں کے حوالے سے وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا کہ "ابھی بھی پنجاب کے اندر آدھے بچے اور بچیاں سکولوں میں نہیں جاتے۔ اس ملک کے آئین کے اندر درج ہے کہ جو basic education ہے وہ حکومت کی ذمہ داری ہے، حکومت نے ان لوگوں کو مفت تعلیم دینی ہے۔" کیا ہی اچھا ہوتا کہ جب وزیر خزانہ صاحب نے شروع میں بات کی تو یہ اپنی تقریر کے اندر ساتھ یہ بھی کہتے کہ ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ اب پنجاب کا ہر بچہ سکول جا رہا ہے۔ ہمیں پرائیویٹ سکولوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کبھی آٹھویں کلاس کا پرچہ آؤٹ ہوتا ہے وہ ان سے سنبھالا نہیں جاتا اور اگلے دن پرچہ کینسل کروایا جاتا ہے۔ یہ ایجوکیشن کا حال ہے، کسی سکول میں ٹائلٹ نہیں ہے، کسی سکول میں بنچ نہیں ہے، کسی سکول میں فرنیچر نہیں ہے کسی سکول کی چھت نہیں ہے اور 41 سکولوں پر قبضہ ہے۔ اگر انہوں نے encroachment چھڑوانی ہو تو غریبوں کے گھروں پر بلڈوزر چلا دیتے ہیں، دکانوں پر مارکیٹوں پر بلڈوزر چلا دیتے ہیں اور جس سے قوم بننی ہے وہ سکول ہیں لیکن اس بارے میں ان کو پروا نہیں ہے۔ یہ حکومت کا حال ہے۔ انہیں چاہئے کہ

سکولوں کے اندر ایمر جنسی نافذ کر کے پنجاب کے تمام بچوں کو سکول کے اندر لایا جائے تاکہ وہ اس معاشرے کے بہترین شہری بنیں۔

جناب چیئر مین! کھیلوں کے حوالے سے جو اربوں روپے کا بجٹ اخروٹ توڑن ،بنیاناں پان تے لا دتا اس سے کئی علاقوں کے اندر پینے کا صاف پانی، سکولوں کے اندر missing facilities کے حوالے سے دیا جا سکتا تھا۔ میں آپ کے توسط سے وزیر صاحب سے کہوں گا کہ جس نے اپنے سر کے ساتھ اخروٹ توڑے تھے وہ کراچی کے ہسپتال میں داخل ہے یہاں سے کوئی منسٹر جا کر اس بے چارے کی تیمار داری بھی کر آئے۔ اس نے پنجاب میں آ کر اپنی قسمت پھوڑی ہے اور اس نے اخروٹ توڑ کر ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ پٹھان اپنی ریڑھیاں تے اخروٹ ویچدے نیں او نہاں نے ہتھوڑی چھڈ کے بندہ رکھ لتا اے تے اوہدے نال اخروٹ توڑ رہے نیں۔ یہ ان کی performance ہے، اربوں روپیہ کرپشن کی نذر ہو چکا ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا آڈٹ کرایا ہے دیکھیں یہ کیسا بیان ہے؟ جو عبوری حکومت آئی تھی ہم نے اس سے آڈٹ کرایا۔ کیا عبوری حکومت کا مینڈیٹ ہے کہ وہ آڈٹ کرا سکے؟ وہ تو الیکشن کروانے کے لئے دو تین ماہ کے لئے آئی الیکشن کروایا اور چلی گئی۔ آڈٹ کس نے کرنا ہے؟ ایتھے مجھاں مجھاں دیاں بھیناں نیں، میں وزیر خزانہ صاحب سے کہوں گا کہ کوئی کمیٹی بنائیں اور اس کا آڈٹ کسی تھرڈ پارٹی سے کروائیں۔ جس طرح پنشن کا آڈٹ کروا کر یہاں پر ہماری درازوں کے اندر کتابیں رکھی جاتی ہیں کہ ہم نے پنشن کا آڈٹ فلاں تھرڈ پارٹی سے کرایا ہے ایک مہربانی کریں کہ example کے طور پر اس محکمے کا تھرڈ پارٹی سے آڈٹ کروالیں تو معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ کو پتا چل جائے گا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا؟

جناب چیئر مین! کسانوں کے حوالے سے بجٹ کے اندر صفحہ نمبر 23 پر بات کی گئی اور کہا گیا کہ پنجاب کی معیشت کو بہتر کرنے اور بجلی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہم شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کا اجراء کر رہے ہیں۔ یہ اعلان کیا گیا اور اس کے لئے ساڑھے سات ارب روپے بھی مختص کئے گئے لیکن ابھی تک میں نے کسی اخبار میں نہیں پڑھا کہ اس بارے میں کوئی پالیسی مرتب کر لی گئی ہے، کسی ایک ضلع کے اندر یہ شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویل لگنے شروع ہو گئے ہیں اور وہاں پر کسان کے لئے آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ یہاں اس ایوان میں جو باتیں، وعدے اور اعلان کئے جاتے ہیں کم از کم ان کو پورا کیا جائے۔ اس وقت مڈل مین کے ذریعے کسان کا استحصال ہو رہا ہے۔ حکومت کی سطح پر اس مڈل مین کے کردار کو discourage کرنا چاہئے تاکہ کسان کو اس کی

commoditiesکی بہتر قیمت مل سکے۔کسان کی منڈی تک رسائی ہو تاکہ وہ خود آکر اپنی چیزوں کو بہتر انداز میں فروخت کر سکے۔

جناب چیئرمین!میں بلدیاتی اداروں کے حوالے سے بات کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بلدیاتی اداروں کے الیکشن ضرور ہونے چاہئیں۔سپریم کورٹ نے جو تاریخ دی ہے اس کوfollowکرنا چاہئے۔میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا کیونکہ عدالت نے حکم دیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ حکومت obviouslyاس کوobeyکرے گی۔چند مثالیں دینے لگا ہوں۔سال2012کے اندر انہوں نےArea Development Schemeکے نام سے ایک پراجیکٹ شروع کیا تھا۔سمن آباد ٹاؤن میں نیشنل بنک کالونی اور لیبر فلیٹس ہیں ان کے درمیان میں ایک تنگ سی سڑک ہے اور اس کے ساتھ جو خالی جگہیں ہیں وہاں پر انہوں نے ایکarea developکر دیا ہے اور اب وہاں پر اتوار بازار لگتا ہے۔اس کام کے لئے ٹی ایم اے 47لاکھ روپے کی ادائیگی کر چکی ہے جبکہ وہاں پر پانچ لاکھ روپے کی چیزیں نظر نہیں آتیں۔میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے کہوں گا کہ میری باتوں میں سے اگر کوئی غلط ہو تو میں اس کے لئے سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔اس جگہ پر پانچ لاکھ روپے کا کام نہیں ہوا جبکہ 47لاکھ روپے کی ادائیگی کر دی گئی ہے۔اسی طرح وحدت کالونی میں67لاکھ روپے کی ادائیگی ٹی ایم اے نے کی ہے جبکہ عملی طور پر وہاں اتنا کام نہیں ہوا لیکن ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔جب بلدیاتی ادارے نہیں ہیں تو پھر ایڈمنسٹریٹر یا دوسرے بندے اپنی مرضی سے پیسے دے اور لے رہے ہیں۔ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں کیونکہ ہر کسی کو اپنا حصہ جا رہا ہے اور وہ منہ پر ٹیپ لگا کر بیٹھ گیا ہے۔اسی طرح گلبرگ میں سات کروڑ روپے لگائے گئے ہیں۔انہوں نے ٹی ایم اے سے کہا کہ واٹر فلٹریشن پلانٹس لگائے جائیں۔یہ ٹی ایم اے کاfunctionنہیں لیکن ان سے یہ کام زبردستی کرایا جا رہا ہے۔ان سے اٹھارہ لاکھ روپے لے کر واٹر فلٹریشن پلانٹس لگائے گئے۔جب بلدیاتی ادارے نہیں ہوں گے تو پھر اسی طرح کے کھیلے کئے جائیں گے۔حکمرانوں کو بعض اوقات پتا چلتا ہے کہ یہاں پر گھپلا ہوا ہے اور اس سے حکومت کی بدنامی ہو گی تو وہ اس پر کمیٹی بنا کر معاملے کو ٹھپ کر دیتے ہیں۔اسی طرح خط لکھ کر ٹی۔ایم۔اے سے کہا گیا کہ ہمیں پیسے دو کیونکہ ہم نےsignalsٹھیک کرانے ہیں۔یہ کیا ہو رہا ہے؟آپ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ قانون کی حکمرانی ہو گی۔یہاں پر غریب عوام کی حکمرانی ہو گی۔جناب!غریب عوام کے پیسے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟آپ نے اس ملک،صوبے اور اضلاع کو کسی قانون وقاعدے کے تحت ہی چلانا ہے۔کیا یہاں پر قانون اور قاعدے کوfollowکیا جا رہا ہے؟وہاں سے ٹی ایم اے نے سیکرٹری صاحب کو ایک چٹھی لکھی

کہ ہم یہ پیسے نہیں دے سکتے جس پر سیکرٹری نے ڈنڈے کے زور پر منع کر دیا کہ پیسے مت دیں اور ساتھ ہی اس نے کہا کہ اس خط کو withdraw کیا جائے۔ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ ان ٹاؤنز میں جو لوگ گریڈ سترہ میں contract کی بنیاد پر بھرتی ہوئے تھے انہیں ٹی۔ایم۔او لگا دیا گیا ہے۔ میرے پاس اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہ کہوں گا کہ آپ بے شک بجٹ کے اندر تمام محکمہ جات کی رقوم میں اضافہ کریں، ہم اس پر آپ کو support کریں گے لیکن ان اخراجات کے مثبت اثرات غریب عوام تک بھی آنے چاہئیں۔ ہم دو تین سڑکیں بنا کر بڑی چھلانگیں مار رہے ہیں جبکہ یہاں پر پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔ لاہور کا سب سے پہلا پوش ایریا سمن آباد ہوا کرتا تھا۔ یہ حلقہ سال 2002 سے 2008 کے اندر develop کیا گیا۔ یہ لاہور کی بہترین آبادیوں میں سے ایک تھا۔ آج وہاں پر ایک ایک فٹ پانی کھڑا ہوا ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس علاقے کے سیوریج کے لئے محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں چار دفعہ فائل گئی لیکن اس کے لئے funds نہیں ملے کیونکہ وہاں سے پاکستان تحریک انصاف کا ایم۔پی۔اے کامیاب ہوا ہے۔ یہ funds انہوں نے مجھے نہیں دینے بلکہ اس رقم سے علاقے کے لوگوں کے کام ہونے ہیں۔ میں آپ کو گارنٹی سے کہتا ہوں کہ جب اس علاقے کے لوگوں کے کام نہیں ہوں گے تو لوگ ان کے مزید خلاف ہو جائیں گے۔

جناب چیئرمین! بجٹ تقریر کے صفحہ نمبر 14 پر وزیر خزانہ نے کہا کہ پانچ ہزار روپے فیس والے سکولوں میں دس فیصد غریب بچے داخل کئے جائیں گے۔ کیا یہ صرف اعلان کی حد تک تھا؟ یہ باتیں تو بڑی کرتے ہیں لیکن عمل کچھ نہیں کرتے۔ پہلے جب لوڈ شیڈنگ ہوتی تھی تو یہ بڑی باتیں کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اب لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے تو آپ کیوں نہیں بولتے؟ ہن پکھی کیوں نئیں جھلدے، ہن ہتھ تھک گیا اے؟ ہن وی مینار پاکستان آن، مینار پاکستان آکے بیٹھن تے پکھی جھلن۔ ہن کیوں نہیں جھلدے؟ اس وقت انہوں نے بڑے دعوے کئے تھے کہ ہم اپنا نام بدل دیں گے اگر ان کو یعنی سابق صدر کو لاہور کی سڑکوں پر نہ گھسیٹا۔ میرا خیال ہے کہ لاہور کی سڑکیں ٹوٹ گئی ہیں اور یہ ان کو گھسیٹنے کے قابل بھی نہیں رہے۔

جناب چیئرمین! میں نے یہ چند گزارشات کی ہیں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بجٹ میں منسٹر صاحب اس حوالے سے ضرور غور فرمائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: محترمہ نگہت شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت شیخ: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ معزز ممبران حزب اختلاف ایک ایک گھنٹہ کی تقاریر میں اپنے اپنے حلقوں کے مسائل کی نشاندہی بھی کر دیتے کیونکہ مسائل کی نشاندہی بہت ضروری ہے۔ یقیناً آئندہ کے اقدامات مسائل کی نشاندہی پر ہی اُٹھائے جاتے ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ تنقید برائے تنقید کی بجائے اگر تجاویز پر زیادہ زور دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ میں سال 14-2013 کے بجٹ سے اپنی بات کا آغاز کروں گی۔ سال 14-2013 میں جو بجٹ پیش کیا گیا تھا یقیناً وہ ایک ایسا بجٹ تھا کہ جس کی وجہ سے آج ہم اس راہ پر گامزن ہوئے ہیں اور جس کے ثمرات عام عوام تک پہنچ رہے ہیں۔ یہاں قائد حزب اختلاف نے بات کی کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنے اخراجات میں تیس فیصد کمی کی ہے۔ یقیناً یہ ایک احسن قدم ہے۔اس کے علاوہ صوبائی وزراء کی furnishing grant کو بھی ختم کیا گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے یہ مثال قائم کی کہ عوام کی دولت عوام پر ہی خرچ کرنی چاہئے لیکن میں یہ بات افسوس کے ساتھ کہوں گی کہ تمام حکومتی پابندیاں وزیر اعلیٰ، وزراء اور سیاست دانوں کے لئے رہ گئی ہیں۔ کیا افسر شاہی کے اخراجات میں کوئی کمی واقع ہوئی اور کیا ان کے اخراجات کو کنٹرول کیا گیا؟ میرا خیال ہے کہ ایسا بالکل نہیں ہوا۔ گزشتہ بجٹ میں procurement reforms کے لئے funds مختص کئے گئے لیکن تمام تر حکومتی اقدامات کے باوجود افسر شاہی کی تعیشات، اُن کے اخراجات جُوں کے تُوں جاری ہیں بلکہ میں یہ کہوں گی کہ ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس مسئلہ کی نشاندہی کے بعد میری یہ تجویز ہو گی کہ تمام حکومتی اداروں کا حکومتی آئینی اداروں سے آڈٹ کرایا جائے اور اس کی رپورٹ اس ایوان یا کم از کم پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں پیش کی جائے۔

جناب چیئرمین! میری گزارش ہو گی کہ ہماری افسر شاہی کرپشن کرتی ہے۔ سیاستدانوں کے اوپر کالم لکھ دیئے جاتے ہیں لیکن ان کے اُوپر کوئی ایک حرف لکھنے کی جرأت بھی نہیں کرتا۔ تمام کرپشن یہ لوگ کرتے ہیں اور ملبہ سیاست دانوں کے اوپر ڈال دیا جاتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں کوئی ایسا نظام لانا چاہئے جس سے ہم ان کے اُن تمام غیر ضروری اخراجات کو کنٹرول کر سکیں کیونکہ اخراجات وہ کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے بدنام سیاست دان ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں دوسری بات محکمہ اطلاعات کے بحوالے سے کروں گی۔ آج میڈیا اتنا powerful ہو چکا ہے اور اس کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے لیکن محکمہ اطلاعات میں reforms کرنے کی ضرورت ہے۔ سیاستدانوں کے ایک ایک عمل کو منفی انداز میں اچھالا جاتا ہے۔ یہاں پر میرا سوال یہ ہے کہ حکومت پنجاب کے پچھلے چھ سالوں کے جو initiatives ہیں ہمارے قائدین کی انتھک

محنت اور کوشش کے نتیجہ میں جو پروگرام کامیاب ہوئے ہیں جیسے آشیانہ سکیم، انڈوومنٹ فنڈ، ہائی سکولوں کی کمپیوٹر لیب، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر، کاشت کاروں کو نہری پانی کی فراہمی بہتر بنانے کے منصوبے، جنوبی پنجاب کی محرومیاں ختم کرنے کے اقدامات اور 31 فیصد آبادی کو 32 فیصد ترقیاتی فنڈز دینے کا کام وغیرہ تو ان کاموں کی تشہیر کیوں نہیں کی جاتی؟ حکومتی سطح کے تمام پروگرام اور محکموں کے تمام مثبت اقدامات کو چند ایک واقعات کی نذر کر دیا جاتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اپنی کارکردگی، اپنے اقدامات، اپنی انتھک محنت اور کوشش کو عام عوام کے علم میں لانے کے لئے محکمہ اطلاعات کو اپنے اقدامات انقلابی بنیادوں پر بہتر کرنے کی ضرورت ہے اس کے لئے میری تجویز یہ ہوگی کہ اس سال کا بجٹ پیش کرنے سے پہلے اس ایوان کی ایک کمیٹی بنا دی جائے جو اپنی تجاویز اور سفارشات مرتب کر کے قائدین کو منظوری کے لئے بھیجے۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ میں یہاں پر پنجاب سمال انڈسٹریز کی بات کروں گی کہ آنے والے بجٹ میں پنجاب سمال انڈسٹریز کو زیادہ فنڈز فراہم کئے جائیں کیونکہ اس کے دفاتر تحصیلوں کی سطح پر ہیں اور یہاں پر ابھی میرے بھائی میاں محمد اسلم اقبال صاحب نے بات کی تھی کہ پنجاب سمال انڈسٹری کے ذریعے خواتین کے لئے ایک ایسا نظام لایا جائے جو انہیں آسان شرائط پر قرضے فراہم کرے، اُن سے products بنوائے اور بغیر کسی مڈل مین کے اُن products کو national and international سطح پر بیچا جائے اور وہ آمدنی direct اُن خواتین کو ملے، نہ کہ درمیان میں کوئی مڈل مین ہو جو اُن خواتین کی محنت کا پھل کھائے۔

جناب چیئرمین! یہاں پر پٹواری کلچر کی بات کی گئی تو پنجاب حکومت کا ایک کارنامہ ہے کہ پٹواری کلچر کو ختم کر دیا گیا ہے لیکن میں یہاں پر تھانہ کلچر کی بھی بات کروں گی کہ اس کے اوپر انتھک محنت اور کوشش کے باوجود ابھی تک تھانہ کلچر کیوں نہیں تبدیل ہو سکا؟ اس میں میری یہ گزارش ہو گی کہ ہمارے PCS افسران جو مقدس گائے بنے بیٹھے ہیں اور جن کے خلاف کارروائی صرف Establishment Division یا صدرِ پاکستان کر سکتا ہے تو صوبائی حکومت اپنے صوبائی افسران پر انحصار کیوں نہیں کرتی؟ good governance کو بہتر کرنے کے حوالہ سے میری یہ تجویز ہے کہ ہمارے ایم پی ایز اپنے حلقوں کے تھانوں میں ایک کمیٹی تشکیل دیں جس میں ریٹائرڈ افسران، بزنس مین، کسان حتیٰ کہ ہر طبقہ کا ایک ایک ممبر شامل ہو، متعلقہ MPA اپنے اپنے تھانوں کو monitor کرے اور اپنے حلقہ کے تھانوں کا جواب دہ بھی ہو۔ اُس کمیٹی کی سفارشات پر تقرریاں اور تبادلے ہوں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں صرف خواتین کی تعلیم کے حوالہ سے بات کروں گی کہ بے شمار سکول merge کر دیئے گئے ہیں تو بہت سارے سکولوں کی عمارتیں خالی پڑی ہوئی ہیں۔ بہت سارے بچیوں کے سکول بچوں کے سکولوں کے ساتھ merge کر دیئے گئے ہیں لیکن ہمارے دیہی علاقوں میں بچوں کے ساتھ بچیوں کو اکٹھے پڑھانا مناسب نہیں سمجھا جاتا تو والدین نے اپنی بچیوں کو گھر بٹھا لیا ہے جس سے اُن بچیوں کی تعلیم کا ہرج ہوا ہے۔ وزیر موصوف سے میری گزارش ہو گی کہ جن سکولوں کی عمارتیں خالی ہیں اب اُن پر قبضے شروع ہو چکے ہیں اور جن سکولوں کو merge کرنے کی وجہ سے بچیوں کی تعلیم متاثر ہو رہی ہے اُس پر خصوصی توجہ دی جائے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ ڈاکٹر مراد راس صاحب!

ڈاکٹر مراد راس: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں زیادہ تر issues کو highlight کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہم غلطی سے اپنے حلقوں سے الیکشن جیت کر آ تو گئے ہیں مگر وہاں کے مسائل کو حل کرنے کے حوالہ سے کوئی بھی cooperative نہیں ہے۔ میرے حلقہ گلبرگ، ماڈل ٹاؤن اور گارڈن ٹاؤن کے اندر سب سے بڑا مسئلہ پانی کا ہے۔ ہم نے انگلینڈ سے ایک ٹیم بلائی اُس نے یہاں پر پانی کی testing کی۔ ایک TDS ٹیسٹ ہوتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اس پانی کے اندر کتنے solids ہیں اور اُس کی solidification وغیرہ کس طرح ہوتی ہے۔ اُس ٹیم نے ہمیں بتایا کہ انگلینڈ کے اندر پانی کے TDS کا نمبر 50 ہوتا ہے اور گلبرگ کے پانی کا TDS نمبر 1200 تھا تو اب آپ اس فرق کو دیکھ لیں۔ ہم نیسلے کا جو پانی پی رہے ہیں اس کا TDS level بھی 200 ہے۔ اب آپ سوچیں کہ جتنی کچی آبادیاں ہیں قربان لائن کی کچی آبادی، گارڈن ٹاؤن میں گرومانگٹ، جیونانہ پنڈ، غوث الاعظم کالونی، مکہ کالونی کے سیوریج اور پینے کے پانی کے پائپ آپس میں mix up ہو چکے ہیں۔ ان علاقوں کے لوگوں کو پینے کا جو پانی مل رہا ہے اُس میں سیوریج کا پانی mix ہوا ہوا ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ اگر ہم نے سیوریج کو separate کر کے پانی کا یہ مسئلہ حل نہ کیا تو ہم تباہی کے راستے پر جا رہے ہیں۔ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ وہاں پر بیماریوں کی سب سے بڑی وجہ سیوریج کا پانی ہے اور وہاں پر ہیپاٹائٹس کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین! میری دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں قبرستانوں کے حوالہ سے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ پچھلے ہفتے یہاں اسمبلی میں قبرستانوں کے different issues کے حوالہ سے کافی بات ہوئی۔ حزب اقتدار کے معزز ممبران نے ہمارے پاس آکر کہا کہ یہ صرف آپ کا نہیں ہمارا بھی issue ہے لیکن یہاں پر ان چیزوں کے اوپر بولنے کی ہمیں اجازت نہیں ہے۔ محکمہ ہر دفعہ یہاں پر ایک بڑی

خوبصورت سی تصویر پیش کر دیتا ہے کہ یہاں زمین لے رہے ہیں، وہاں زمین لے رہے ہیں جبکہ کہیں کوئی زمین نہیں لے رہا۔ اگر یہ زمین لے رہے ہیں تو ہمیں کب تک بتائیں گے ؟ قبروں کے اوپر قبریں بنتی جا رہی ہیں اور ایک ایک قبر کے اندر چھ چھ، سات سات لوگ دفن ہوئے ہوئے ہیں۔ مکہ کالونی کے قبرستان کے لئے سول ڈیفنس کی 50ایکڑ زمین allot کی گئی تھی لیکن وہ زمین ابھی تک حکومت کے مختلف محکمہ جات کے اندر پھنسی ہوئی ہے جو کہ clear نہیں کی جا رہی۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی ایک جگہ کہیں بھی لاہور سے باہر دے دیں کہ ہم نے لاہور کے قبرستان کے لئے یہ سو ایکڑ جگہ لے کر دے دی ہے۔ سارے لوگ اپنے عزیزوں کو دفنانے کے لئے وہاں چلے جائیں گے کیونکہ انہیں جگہ تو مل جائے گی۔ لوگوں کے لئے قبر کی جگہ سے زیادہ جو بڑا عذاب ہے وہ 20 سے 25ہزار روپے کی ایک قبر ہے کہاں سے غریب لوگ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو دفن کریں گے، ان کے پاس کھانے پینے کے لئے پیسے نہیں ہیں وہ بیس پچیس ہزار روپیہ کہاں سے لا کر قبروں کے لئے دیں، اس پر hopefully کوئی نہ کوئی تجاویز دی جائیں گی تو قبرستان کے issue کو کم از کم لاہور کے لئے صرف ہمارے لئے نہیں سب کے لئے حل کریں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ایک جگہ کہیں فیروزپور روڈ پر قصور کی طرف کسی طرف جا کر کھلا علاقہ دے دیں۔ آپ کہیں پچاس یا سو ایکڑ جگہ لے کر سارے لاہور کو کہہ دیں یہ قبرستان کے لئے جگہ ہے۔ آپ مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کو الگ کر کے کوئی جگہ مختص کر دیں بے شک لاہور سے باہر جگہ دے دیں مگر جگہ تو دیں جہاں پر لوگوں کو سہولیات میسر آ سکیں۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ پانی کا مسئلہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ لاہور میں پانی کا level ہر سال چار سے پانچ فٹ گرتا جا رہا ہے۔ میں آپ کو صرف اپنے ہی حلقہ کا بتا دوں کہ وہاں ٹیوب ویلز کا حال یہ ہے کہ کوئی فلٹریشن پلانٹ نہیں لگا ہوا اور جو پلانٹس لگے ہوئے ہیں وہ کام نہیں کر رہے۔ یہاں لوگوں کو صاف پانی تو درکنار پانی ہی نہیں مل رہا کیونکہ بور خراب ہو چکے ہیں۔ ان کو maintain نہیں کیا جا رہا، جو جنریٹر لگے ہوئے ہیں وہ کام نہیں کر رہے اور جو فلٹریشن پلانٹس لگے ہوئے ہیں وہ کام نہیں کر رہے۔ میں گلبرگ، ماڈل ٹاؤن اور گارڈن ٹاؤن کے حالات آپ کو بتا رہا ہوں۔ آپ سوچیں کہ ان علاقوں کے علاوہ دوسرے علاقوں کا کیا حال ہو گا؟

جناب چیئرمین! میں اس دفعہ area wise بتانا چاہتا ہوں تاکہ یہ اس ایوان کے ریکارڈ کا حصہ بنے کہ جہاں پر فلٹریشن پلانٹس کی ضرورت ہے۔ ان میں قربان لائنز، کینال پارک، سینٹ میریز، جناح پارک، نبی پورہ، کبوتر پورہ، گرومانگٹ، اتحاد کالونی، ماڈل کالونی اور تھہ پنڈ میں ضرورت ہے بلکہ ہر

جگہ پر فلٹریشن پلانٹس کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ سب چیزیں ریکارڈ کا حصہ بنیں تاکہ پتا چلے کہ ان جگہوں کا ہم نے کم از کم نام تو لیا ہے۔ میرے خیال میں فلٹریشن پلانٹ لگنا تو بہت دور کی بات ہے۔ ہم جب واسا والوں کے پاس سیوریج کی مشکلات کے حوالے سے جاتے ہیں تو وہ حل نہیں ہوتیں۔ میں آپ کو ایک بڑی سادہ سی بات بتاتا ہوں کہ فیروزپور روڈ پر ہم نے اربوں روپیہ خرچ کیا اسے دس دفعہ توڑ کر دوبارہ بنایا۔ وہاں سے سو گز دور L بلاک کی سڑک ہے جہاں پر سیوریج سسٹم پچھلے تیس سال سے ٹھیک نہیں کیا گیا، مسجد کے آگے بارش نہ بھی ہو تو پانی کھڑا رہتا ہے اور جنہوں نے نماز پڑھنی ہے ان کو مسجد میں جا کر دوبارہ وضو کرنا پڑتا ہے۔ میں واسا کے ایم ڈی ڈاکٹر جاوید کے پاس گیا تو انہوں نے میرے سامنے کتابیں رکھ دیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ہمارا 6۔ارب روپے کا بجٹ ہے لیکن ہمیں 3۔ارب روپے دیئے جا رہے ہیں تو ہم کہاں سے اسے ٹھیک کریں۔ میں کہتا ہوں کہ کیوں پیسے نہیں دیئے جا رہے اور کیوں سیوریج سسٹم ٹھیک نہیں کیا جا رہا؟ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ سیوریج سسٹم اس وقت ٹھیک ہو گا کہ جب جیل روڈ سے سیوریج سسٹم کو ٹھیک کرنا شروع کریں اور all the way through فیروزپور روڈ تک جائیں یعنی ایک end سے دوسرے end تک سیوریج لائن ٹھیک ہونے والی ہے۔ سیوریج سسٹم جب تک ٹھیک نہیں ہو گا اس وقت تک گندا پانی پینے کے پانی میں mix ہوتا رہے گا۔

جناب چیئرمین! ہسپتالوں کا حال تو ہمیں معلوم ہی ہے اور لوکل ڈسپنسریوں کے حالات بھی ہمیں معلوم ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کو بہتر کیا جائے۔ ماڈل ٹاؤن کے اندر ایک ڈسپنسری ہے جس کو ہسپتال بنانے کا دس دفعہ پروگرام بنا ہے لیکن اسے ہسپتال نہیں بنایا جا رہا کیونکہ وہاں پر شاید اتفاق ہسپتال ہے۔ آپ لوگوں کے آرام کا سوچیں کہ ہم نے ان کے حالات کو کس طرح بہتر کرنا ہے۔ ہم اپنے آپ کو پہلی دفعہ تھوڑا پیچھے کر لیں اور لوگوں کو دیکھیں کہ ان کے حالات ہم نے کس طرح بہتر کرنے ہیں۔ اگر کوئی ڈسپنسری ہسپتال بن سکتی ہے تو اسے بنانا چاہئے۔ مجھے ماڈل ٹاؤن کے لوگوں نے کہا ہے کہ ہم خود ہی فنڈز اکٹھے کر لیتے ہیں مگر حکومت درمیان میں کھڑی ہے اور اس ڈسپنسری کو ہسپتال نہیں بنانے دے رہی۔

جناب چیئرمین! ایم ایم عالم روڈ کو one way بنا دیا گیا ہے، اس کے درمیان میں ایک "U" turn بننا چاہئے تھا اس کی ضرورت ہے کیونکہ دائیں طرف سارے سکول اور CNG سٹیشنز وغیرہ ہیں۔ مجھے پانچ سو افراد نے دستخط کر کے درخواست دی ہے کہ ہم پورا "U" turn لگا کر نہیں آ سکتے کیونکہ ٹریفک کی وجہ سے اس میں بہت دیر لگ جاتی ہے کہ درمیان میں جہاں پر Pizza Hut اور CNG ہے

وہاں پر"U" turnبہت ضروری ہے۔ وہاں سکول سارے ایک طرف ہیں اور لوگ دوسری طرف رہ رہے ہیں۔اس کے لئے پانچ سو خاندان چاہتے ہیں کہ وہاں پر ایکintersectionبنا دیا جائے۔

جناب چیئرمین! پنجاب میں جو ٹیکس کی وصولی کا سسٹم ہے میں اس پر تھوڑی سی بات کروں گا۔ میرے خیال میں80فیصد ٹیکس وصول نہیں کئے جا رہے اور صرف20فیصد ٹیکس پر ہم چل رہے ہیں۔آپ کو لاہور کے اندر یا باقی جگھوں پر جو بڑے بڑے گھر نظر آتے ہیں۔ان کی جو حقیقی قیمتیں ہیں ان پر ٹیکس ادا نہیں کیا جاتا اور جو ان کی قیمتیں بنا کر دے دی جاتی ہیں اور پانچ چھ کروڑ روپے کے گھر کو ایک یا دو کروڑ کا دکھا کر یا اس سے بھی کم کا دکھا کر اس پر ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے۔ان کیoriginal valueپر بالکل ٹیکس وصولی نہیں ہو رہی۔اس کے علاوہstamp papersکی فیسوں کا بھی کوئی حساب کتاب نہیں ہے،انتقال فیسوں کا بھی کوئی ریکارڈ نہیں ہے شاید ریکارڈ ہے تو وہ بھی ٹوٹا پھوٹا ہو گا۔

جناب چیئرمین! میری سب سے ضروری ایک تجویز یہ ہے کہ جب ہم بجٹ پر بحث کرتے ہیں تو ہمیںRules of Procedureکے اندر ایکamendmentلانی چاہئے اورbudget making processمیں سٹینڈنگ کمیٹیوں کو شامل کرنا چاہئے۔ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ممبران منتخب نمائندے ہیں۔ ان کے پاس کوئی اتھارٹی نہیں ہے۔یہاں جتنے بھی سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ممبران اور چیئرمین بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ میں خود ایک سٹینڈنگ کمیٹی کا چیئرمین ہوں۔ مجھے آج چیئرمین بنے ہوئے تقریباً دو ماہ ہو گئے ہیں لیکن کوئی ایک میٹنگ نہیں ہوئی اور کوئی کام نہیں کیا۔ ہمیںbureaucracyکوinvolveکرنے کی بجائے سٹینڈنگ کمیٹیوں کو جس کے ممبران منتخب نمائندے ہیں انہیںbudget processمیں شامل کرنا چاہئے۔انہوں نے اپنا ایک پروگرام بنایا ہوا ہے وہ اس کی ہر دفعہ فوٹو کاپی کرتے ہیں، نمبر تھوڑے آگے پیچھے کرتے ہیں، ممبران کو پکڑا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہnext budgetآ گیا ہے۔ ہمیں ابھی تک نہیں بتایا گیا کہ کتنا بجٹ استعمال ہوا ہے؟ ہمیں ابھی تک کچھ پتا نہیں ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ہم نے ہر چیزbureaucracyکے ہاتھ میں دی ہوئی ہے۔ ہماری سٹینڈنگ کمیٹیاں بہت اہم کردار ادا کر سکتی ہیں لیکن ان کا بجٹ سازی میں کوئی کردار نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیںbudget processمیںinvolveکیا جائے مگر اس کے لئے ہمیںRules of Procedureمیںamendmentکرنی ہو گی۔

جناب چیئرمین! ہماریbad governanceکس وجہ سے ہے؟one of the most important thingیہ ہے کہ جو وزراء کا کام ہے وہ میرے خیال میںDCO's،DPO's

اور سارے سیکر ٹریز کر رہے ہیں۔ ہمارا سسٹم جو یہاں پر چل رہا ہے اس میں منسٹر نیچے آ رہا ہے اور سیکر ٹری اوپر ہے۔ یہاں سیکر ٹریز ساری governance چلا رہے ہیں اور کنٹرول ان کے پاس ہے۔ میں نے وزراء کو سیکر ٹریز سے ڈرتے ہوئے دیکھا ہے بجائے اس کے کہ سیکر ٹری وزیر سے ڈر رہا ہو۔ سیکر ٹری وزیر کی کم بات سنتا ہے بلکہ وزیر سیکر ٹری کی زیادہ بات سنتا ہے اس لئے hopefully powers reverse کی جائیں اور وزیراعلیٰ صاحب کو چاہئے کہ اپنے وزراء پر زیادہ اعتماد کریں بجائے اس کے کہ bureaucracy پر اعتماد کریں۔ اس کے علاوہ اپنے وزراء اور سٹینڈنگ کمیٹیوں کو زیادہ مضبوط کیا جائے۔

جناب چیئرمین! ہمیشہ ضمنی بجٹ add a point آ جاتا ہے جس پر کبھی discussion نہیں ہوتی، وہ آتا ہے اور approve ہو جاتا ہے۔ ہم شروع میں ہی ایسا بجٹ کیوں نہیں بناتے کہ ضمنی بجٹ کی ہمیں کم سے کم ضرورت پڑے۔ میرا مطلب ہے کہ ہم کتنی دفعہ ان practices میں سے گزر چکے ہیں۔ موجودہ حکمران پنجاب میں چھ دفعہ حکومت میں رہ چکے ہیں۔ ان کو ابھی تک یہ واضح نہیں ہو رہا کہ ہر دفعہ اربوں روپے کا ضمنی بجٹ کیسے آ جاتا ہے؟ اس کو minimize کرنے کی بہت سخت ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! اس وقت جو بیماری ملک میں پہلے نمبر پر پھیل رہی ہے وہ ہیپاٹائٹس ہے۔ یہ بیماری اس رفتار سے پھیل رہی ہے جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس کو کم سے کم کرنے کے لئے جو اقدامات اٹھانے چاہئیں وہ ہمارے ہسپتال ابھی تک نہیں اٹھا رہے۔ آج ہسپتالوں کی بات ہو رہی تھی تو میں نے اس پر تحریک التوائے کار بھی دی تھی۔ آپ میرے ساتھ لاہور کے ہسپتالوں میں ابھی بھی جا کر دیکھیں میں باہر کے ہسپتالوں کی بات ہی نہیں کر رہا۔ آپ لاہور کے ہسپتالوں میں جا کر وہاں کا waste دیکھیں۔ میں تو باہر کے ہسپتالوں کی بات ہی نہیں کر رہا۔ لاہور کے ہسپتالوں میں جو میڈیکل ویسٹ وہاں پر پڑا ہوا ہے اس کو جا کر دیکھیں۔ ہر جگہ سرنجوں، دوائیوں اور باقی چیزوں کی ڈھیریاں پڑی ہوئی ہیں جو وہاں سے غریب لوگ اُٹھا کے لے جاتے ہیں اور دوبارہ استعمال کرتے ہیں۔ جو drug users ہیں ان کو exactly پتا ہے کہ وہ چیزیں کہاں پر پڑی ہوئی ہیں۔ آج پارلیمانی سیکر ٹری صاحب ان چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لئے بڑا زبردست جواب دے کر چلے گئے مگر انہوں نے اس چیز کا کوئی حل نہیں بتایا انہوں نے کہا کہ اس پر کمیٹی بٹھائیں گے اور سب چیزیں کریں گے۔ میں کہتا ہوں آج میرے ساتھ

چلیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! میں آج آپ کو دکھاتا ہوں کہ hospitals کے اندر waste کے کیا حالات ہیں؟

جناب چیئرمین! میں دوسری چیز جس کے متعلق آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ تعلیم ہے جو کہ بہت ضروری ہے۔ جب سیشن آتا ہے ہر بجٹ میں ہم بڑاز بردست ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ اتنا بجٹ ہم نے ایجوکیشن کے لئے allocate کر دیا ہے، کتنی missing facilities کو ختم کیا جارہا ہے۔ میں آپ کو بتادوں کہ کچھ نہیں کیا جارہا ہے؟ میں آپ کو صرف یہ بتادوں کہ اگر آپ میرے ساتھ چلیں تو میں آپ کو اپنے حلقے گلبرگ کے اندر جہاں پر سڑکوں پر اربوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور Women's Day پر بہت زیادہ red lights لگادی گئی تھیں کہ اس طرح لگ رہا تھا کہ جیسے ہم foreign country کے اندر پھر رہے ہیں۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کے اندر فرنیچر نہیں ہے، ایک کلاس میں آدھی بچیاں زمین پر بیٹھتی ہیں اور آدھی بچیاں کرسیوں پر بیٹھتی ہیں، جو بچیاں زمین پر بیٹھتی ہیں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کے ساتھ تین اور سکول پانچ پانچ منٹ کے وقفے پر ہیں وہاں پر آپ جا کر حالت دیکھ لیں۔ آپ missing facilities کی بات کرتے ہیں، باقی پنجاب کو چھوڑ دیں میں لاہور کا جو پنجاب کا ماڈل ہے اس بارے میں بتا رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: پلیز wind up کریں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب چیئرمین! میں بس ایک منٹ میں wind up کر رہا ہوں۔ ہم یوتھ فیسٹیول پر اربوں روپے لگا چکے ہیں۔ ہم فیسٹیول کو چھوڑیں بلکہ لوگوں کے جو مسائل ہیں ان کی طرف چلیں، students کے مسائل یا ان کے ماں باپ کے سکول بھیجنے کے جو مسائل ہیں ان کی طرف چلیں۔ ہم نے مافیا بنا دیا ہے کہ گورنمنٹ سکولوں کا standard اتنا high کر دیا ہے کہ وہاں پر عام بچہ جا نہیں سکتا۔ پرائیویٹ سکولوں کی فیسیں اتنی زیادہ کر دی ہیں کہ وہاں پر families afford نہیں کر سکتیں لہذا اس مافیا کو ختم کریں۔ ہم نے جو پیسے ٹیکس کے ضائع کرنے ہیں جو ہماری عوام کے خون پسینے کے پیسے ہیں ان کو health care اور ایجوکیشن کی طرف لگائیں۔ جو تحفظ دینا ہے ان کے حالات میاں اسلم اقبال صاحب بتا ہی چکے ہیں مگر ایجوکیشن اور ہیلتھ کی طرف festivals یا باقی چیزیں ہیں ان سے ختم کر کے اس طرف لے کر جائیں۔ بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

میاں محمد اسلم اقبال: جناب چیئرمین! میں نے ایک منٹ کے لئے صحافیوں کی طرف سے بات کرنی ہے اگر آپ اجازت دیں کیونکہ وہ سب مجھے کہہ رہے تھے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب!آپ نے تو یہ کافی بڑی تحریر لی ہوئی ہے جس پر کافی وقت لگے گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب چیئرمین!بس ایک منٹ ہی لگے گا۔ میڈیا ورکرز کی فلاح و بہبود کے لئے پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کے پانچ نکاتی مطالبات ہیں۔ پنجاب یونین آف جرنلسٹ صحافیوں کی فلاح و بہبود کے لئے پانچ نکاتی مطالبات ارکان پارلیمنٹ کے سامنے رکھتے ہوئے وفاقی اور تمام صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ان گزارشات پر عملدرآمد کے لئے پارلیمنٹ میں مؤثر قانون سازی کرے۔ نمبر ایک یہ کہ شدید زخمی یا معذور میڈیا ورکرز کے لئے فوری معاوضے کی ادائیگی۔۔۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب!pre budget discussion ہو رہی ہے آپ اس پر قرارداد لائیں تاکہ ایوان میں پیش ہو سکے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب چیئرمین!یہ بجٹ کے حوالے سے ہی انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے علاج معالجے کی سہولت کے لئے آپ حکومت کو بتادیں تاکہ اس کے لئے بجٹ رکھا جائے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب!آپ اپنے کسی ساتھی سے کہیں کہ وہ اپنی تقریر میں یہ مطالبات پیش کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب چیئرمین!ختم ہو گئی ہے۔ میڈیا ورکرز کی لازمی انشورنس، میڈیا ہاؤس اور پریس کلبوں کی مؤثر سکیورٹی، شہید ہونے والے میڈیا ورکرز مقدمات کی سماعت کے لئے خصوصی ٹربیونل کا قیام، ساتویں ویج بورڈ ایوارڈ پر مکمل عملدرآمد کے ساتھ ساتھ آٹھویں ویج بورڈ کے لئے بورڈ کی فوری تشکیل، چیئرمین ITNNE کی فوری تقرری کے لئے فوری طور پر قانون سازی کی جائے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: اگلے معزز ممبر طلال گوپانگ صاحب ہیں لیکن وہ موجود نہیں ہیں۔ جناب رمیش سنگھ اروڑا صاحب!

جناب رمیش سنگھ اروڑا: شکریہ۔ جناب چیئرمین!میں اپنی pre budget تقریر سے پہلے چاہوں گا کہ جو میں نے پرسوں پوائنٹ آف آرڈر دیا تھا اس پر کل ایک feed back آیا ہے اس حوالے سے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی میاں محمد اسلم اقبال نے ہماری گورنمنٹ، چیف منسٹر اور ہمارے کام کو criticize کیا کہ یہاں پنجاب میں جب قتل و غارت ہو جاتی ہے، کوئی قتل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ہم جا کر اس کو معاوضہ وغیرہ دیتے ہیں یا help کرتے ہیں۔ کل محترمہ شُنیلا رُوت صاحبہ نے بات کی تھی تو

میں نے اپنا concern raise کیا تھا تو میرا کوئی concern ایسا نہیں تھا کہ میں نے کسی کو یا کسی گورنمنٹ کو criticize کیا تھا بلکہ میرا point of view یہ تھا کہ اس وقت خیبر پختونخوا میں majority کے حساب سے میری سکھ کمیونٹی جس کی population پانچ ہزار سے زیادہ ہے تو اس وقت ان کے جو مسائل ہیں کہ جس طریقے سے ان کو قتل کیا جا رہا ہے وہ میں نے issue raise کیا تھا اس پر میری معزز ممبر محترمہ شُنیلا رُوت صاحبہ کا بیان سن کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ وہ خود اس طریقے کا بیان دے رہی ہیں جس میں انہوں نے یہ کہا کہ دو بندے قتل ہوئے ہیں ہمارے منسٹر صاحب وہاں پر گئے اور ان کے لئے پانچ لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ سارے سکھوں کو آپ خیبر پختونخوا میں قتل کر دیں پھر وہاں جا کر پانچ پانچ لاکھ روپے کا اعلان کر دیں۔ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ وہ مجرم جنہوں نے یہ کام کیا ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور وہاں پر رہنے والی سکھ کمیونٹی کو آپ تحفظ فراہم کریں۔ میرا ہرگز یہ مطلب یہ نہیں تھا کہ ان کو مارنے کے بعد آپ پانچ پانچ لاکھ روپے دیں۔ جہاں تک بجٹ کی بات کی جا رہی ہے تو اپوزیشن بنچوں کی طرف سے جو suggestions آ رہی ہیں وہ again criticism کر رہے ہیں لیکن میں ان کو suggestion کہوں کہ جو اُن کی طرف سے suggestions آ رہی ہیں ہم ان کو welcome کرتے ہیں لیکن بہت ہی اچھا ہوتا کہ وہ criticism کم کرتے اور suggestions زیادہ دیتے۔ میں یہ کہوں گا کہ اگلے بجٹ میں جہاں ہم بہت سارے areas کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ پاکستان کا particularly ہمارا poverty citizen area کا سب سے بڑا issue ہی poverty ہے اس لئے ہم اپنے آنے والے اگلے بجٹ میں جس طریقے سے ہم نے اس دفعہ خدمت کارڈ اور بہت سے poverty alleviation کے پروگرام شروع کئے جس میں ہم روزگار بنک کی بات کر رہے ہیں، مائیکرو فنانس بنک کی بات کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ہم وومن ڈویلپمنٹ کی بات بھی کر رہے ہیں لہذا ڈویلپمنٹ بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے اور غربت کے خاتمے کے پروگرام جس میں social safety net کے پروگراموں کو اس بجٹ میں address کیا جائے تاکہ وہ لوگ جو غربت کی لائن سے نیچے ہیں ان کو زیادہ سے زیادہ support کیا جا سکے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ ہمارا جو Vocational and Technical Skill Training کا component ہے جس میں ہمارے بہت سے donors بھی ہمیں support کر رہے ہیں خاص طور پر ہماری حکومت پنجاب کا اچھا خاصا بجٹ بھی اس میں جا رہا ہے اس کو دیکھا جائے کہ ہمارے جو Vocational and Technical Support Programme کے دائرہ کار کو

مزید وسیع کیا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ ہم ensure کریں کہ جن کی ہم capacity built کر رہے ہیں ان کی employment generation, employment creation اور ان کی job placement کو ہم secure کر سکیں۔

جناب چیئرمین!ایک point ہمارے حکومتی بنچوں کی ایک معزز ممبر کی طرف سے سامنے آیا اور اپوزیشن نے بھی اس کا ایوان میں ذکر کیا جن کو ہم appreciate کرتے ہیں۔ ہمیں women development and women empowerment والے ایریا کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ پچھلی حکومت میں ہم نے اچھے خاصے فنڈز 5 بلین روپے کے رکھے تھے اور ہم نے women development کے لئے بہت کام بھی کیا ہے اس لئے میں چاہوں گا کہ ہمارا جو past experience ہے،جو ہم نے پانچ بلین روپے women development اور women empowerment کے لئے مختص کئے تھے ہم اس کو مزید وسیع کریں اور women empowerment والے component کو اس میں لے کر آئیں۔ اس وقت اگر ہم دیکھیں تو تھرپارکر میں سب سے بڑا drought issue کا آرہا ہے۔ ہمارا پنجاب کا اچھا خاصا ایریا چولستان اور desert ہے تو خدانخواستہ اس طریقے کا issue یہاں پر نہ آئے لہذا ہمیں drought کو mitigate کرنے کے لئے مزید water اور water reservoirs کے لئے کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ہم دیکھیں تو آنے والے ٹائم میں سب سے گھمبیر مسئلہ پانی کا ہے۔ حکومت پنجاب کو یہ دیکھنا ہے کہ ہم آنے والے بجٹ میں پانی یا water reservoirs کو کس طریقے سے لے رہے ہیں کیونکہ سننے میں یہ آرہا ہے اور researches بھی ہوئی ہیں کہ اگلے بیس سال میں پانی ہمارا سب سے بڑا مسئلہ آئے گا لہذا ہمیں اس کو بھی focus کرنا ہے۔

جناب چیئرمین!اس کے ساتھ ساتھ ایک saying ہے "پرہیز علاج سے بہتر ہے" تو میری یہ suggestion ہو گی کہ جس طریقے سے اسمبلی میں اس پر بات بھی ہوئی کہ ہیپاٹائٹس یا water borne diseases ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: ایوان کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب رمیش سنگھ اروڑا: جناب چیئرمین!ہیپاٹائٹس یا دوسری water borne diseases ہیں ہمیں ان کے لئے ایک massive level پر awareness campaign کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک ہم لوگوں کو awareness کے ذریعے mobilize نہیں کرتے،ان کو بتاتے نہیں ہیں تو یہ

ہمارا سب سے بڑا issue ہو گا لہذا ہمیں awareness campaign کرنی چاہئے تاکہ اس طرح کی diseases سے لوگوں کو بروقت ہم آگاہ کر سکیں۔

جناب چیئرمین! اس وقت گورنمنٹ آف پنجاب کے بہت سارے initiatives ہیں۔ جہاں پر ہم ایجوکیشن پر focus کر رہے ہیں جیسے ہمارے چیف منسٹر صاحب کا vision بھی ہے کہ ہم نے پنجاب میں تعلیم کے معیار کو بہت بہتر کرنا ہے اور across the country اپنے آپ کو پہلی صف میں لے کر آنا ہے۔ میری اس میں submission ہو گی کہ ہمیں ایجوکیشن کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جہاں پر ہمارے بہت سارے سکولوں میں جو missing facilities ہیں ان کو دیکھیں تاکہ missing facilities کو address کر سکیں اور ٹیچر ٹریننگ کو مزید بہتر کر سکیں۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ ہمارے curriculum کو بھی دیکھیں جیسے during last session بہت سے اسمبلی کے معزز ممبران کی طرف سے تجاویز آئیں ان کو بھی add کیا جا سکے۔ اسی طرح ہم comparative religion کی بجائے ہر religion کے بارے میں بتائیں تاکہ ہمارے students اور آنے والی نسلوں کو پتا چل سکے کہ کس طریقے سے پاکستان کے اندر ہم interfaith harmony کو promote کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین! ایک لفظ جس کو میں نے ہمیشہ ذاتی طور پر ناپسند کیا ہے اور ہر forum پر کھڑے ہو کر اس لفظ کو کہا ہے کہ ہم اس لفظ کو disown کرتے ہیں جو minority کا لفظ ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ ہم سب کو non-Muslim کہتے ہیں لیکن ابھی بھی بہت سارے الفاظ کو minority کہہ کر پکارا جاتا ہے جس کی ایک مثال Minority Development Fund ہے۔ ہم نے جب اس لفظ کو disown کر دیا ہے اور اس بات پر decision لیا ہوا ہے کہ ہم کسی کو بھی minority یا majority نہیں کہیں گے بلکہ جس طریقے سے ہمارے پاکستان کا آئین سب کو equal right دیتا ہے چاہے وہ مسلم ہے یا non-Muslim ہے تو پھر ہم بار بار minority کی جو بات کرتے ہیں اس حوالے سے میری submission ہو گی کہ minority کے الفاظ جہاں جہاں پر بھی ہیں اس کی بجائے non-Muslim کا لفظ use کریں۔ اس کے علاوہ last time جو Minority Development Fund تھا اس کے لئے اچھی خاصی رقم مختص ہوئی تھی جس کے حوالے سے چیف منسٹر صاحب کی طرف سے ایک suggestion آئی تھی، کمیٹی کے باقی ممبران اور معزز منسٹر کی طرف سے بھی suggestion آئی تھی کہ پانچ mega cities جہاں پر ہمارے non-Muslim کی population زیادہ ہے وہاں پر ہم

کوئی mega projects لے کر آئیں۔ اس کے بعد ہر ایم پی اے کو ایک amount allocate کی گئی تھی تاکہ وہ اپنے اپنے home districts میں minority کی welfare کے لئے کچھ کر سکیں لیکن وہ بجٹ بہت تھوڑا ہے لہذا میری وزیر خزانہ سے request ہو گی کہ kindly اس بجٹ کو دیکھا جائے کیونکہ اس وقت اگر ہم ایک بات کرتے ہیں تو non-Muslim ممبر صوبائی اسمبلی ہے اس کا دائرہ کار صرف اس کے home district تک نہیں بلکہ اس کا دائرہ کار across the Punjab ہے۔ اگر کوئی سکھ ہمارا بھائی حسن ابدال میں بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا رحیم یار خان یا ننکانہ صاحب میں بیٹھا ہے تو ہر بندہ یہی امید لگا کر بیٹھا ہوتا ہے کہ ہماری well being یا ڈویلپمنٹ فنڈز ہمارے non-Muslim ممبر کی طرف سے آئیں گے۔ اس دائرہ کار کو دیکھتے ہوئے kindly ہمارے non-Muslim کے فنڈ کو مزید بہتر کیا جائے کیونکہ یہ بہت ضروری ہے۔

جناب چیئرمین! گورنمنٹ آف پنجاب کی جتنی بھی ministries ہیں ان سب کے دفاتر اس وقت across the province موجود ہیں لیکن صرف اقلیتی امور و انسانی حقوق کی ministry کا ایک ہی آفس لاہور میں موجود ہے لہذا میری اس pre budget تقریر میں یہ submission ہو گی کہ اس کا دائرہ کار مزید وسیع کرتے ہوئے ضلعی سطح پر بھی ان کا کوئی آفس establish کیا جائے تاکہ وہاں پر ہمارے non-Muslim سے related ڈویلپمنٹ یا human rights کے issues پر بھی کوئی focal person ہو۔ جس طرح رحیم یار خان، حسن ابدال یا اٹک میں ہماری community کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں تو ان کو approach کرنا لاہور میں بڑا مشکل ہوگا اس لئے ان کا administrative structure اس طریقے سے create کیا جائے تاکہ ان لوگوں کو ہم زیادہ سے زیادہ facilitate کر سکیں۔

جناب چیئرمین: اروڑا صاحب! اب wind up کریں۔

جناب رمیش سنگھ اروڑا: جناب چیئرمین! صرف تھوڑی دیر بات کروں گا کیونکہ پہلے میں نے overall پنجاب کی ڈویلپمنٹ کی بات کی لیکن ابھی میرا non-Muslim کا specific issue ہے I will just take one minute more تاکہ میں اس کو تھوڑا explain کر سکوں۔ پنجاب میں اگر ہم non-Muslim کو دیکھیں تو جس وقت 1998 کے سروے کے مطابق مردم شماری ہوئی تھی تو non-Muslim کافی بڑھ چکے ہیں so kindly keeping in view that ہماری پنجاب اسمبلی

اور قومی اسمبلی میں seats allocation کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ان سیٹوں کو بھی population کے accordingly بڑھایا جاسکے۔

جناب چیئرمین! دوسرا جس issue پر ہم appreciate کرتے ہیں اور ہمیشہ کیا ہے وہ حافظ قرآن کے بیس نمبر ہیں۔ میں ان کو welcome کرتا ہوں جن کو ہم بیس نمبر دیتے ہیں تاکہ ان کی یہ identity ہو کہ یہ ایک ایسا بچہ ہے جس نے other than اپنی normal کی روٹین کی ایجوکیشن کے علاوہ مذہبی تعلیم بھی حاصل کی ہے تو اس کو اس کا credit ملنا چاہئے۔ میری یہ request ہو گی کہ اگر کوئی non-muslim بچہ اپنے کسی گوردوارہ، مندر یا missionary سے کوئی سرٹیفکیٹ لے کر آتا ہے تو اس کو بھی دیکھا جائے تاکہ اس میں disparity نہ ہو بلکہ ہم سب کو equal rights دے سکیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: سردار صاحب! شکریہ

جناب محمد عارف عباسی: جناب چیئرمین! میں ایک بات کہوں گا۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب محمد عارف عباسی: جناب چیئرمین! اروڑا صاحب نے خیبر پختونخوا کے حوالے سے ایک بات کہی ہے تو میں ریکارڈ کی درستی کے لئے بتانا چاہتا ہوں کہ وہاں خیبر پختونخوا میں پولیس مکمل طور پر independent ہے۔ اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو کوئی ایم پی اے چاہتے ہوئے بھی کسی قسم کی کوئی حمایت یا مدد نہیں دے سکتا بلکہ قانون اور عدلیہ وہاں پر بالکل آزاد ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر انتظامیہ کے کسی افسر نے کسی بھی معاملے میں زیادتی کی ہے تو اس کی online complaint کرائی جاسکتی ہے۔ وزیر اعلیٰ کا نمبر اخباروں، websites اور ہر جگہ پر available ہے۔ وہاں پر کوئی گورنمنٹ یا کوئی ایم پی اے کسی کی مدد نہیں کر سکتا لہذا میری اروڑا صاحب سے گزارش ہے کہ متعلقہ لوگوں کو بتائیں کیونکہ وہ email، فون یا websites کے ذریعے اپنا message convey کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: عباسی صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ آپ کی بات پوری ہو گئی ہے۔

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، منسٹر صاحب!

وزیر انسانی حقوق واقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب چیئرمین! میں آپ کا انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایک منٹ ٹائم دیا۔ کل پرسوں سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم کبھی خیبر پختونخوا کی بات کرتے ہیں، کبھی پنجاب، کبھی سندھ اور وہاں کے مسائل کی بات کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں بلکہ یہ میری healthy suggestion ہے کہ ہم ان چیزوں سے نکلیں because we all are Pakistanis اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ پر اس طرح ہو گیا، پنجاب میں یہ ہو گیا یا فلاں جگہ پر یہ ہو گیا تو باہر International Forums میں پاکستان کا نام لیا جاتا ہے لیکن کسی صوبے کا نام نہیں لیا جاتا۔ خدا کے لئے میری سب سے التماس ہو گی کہ اس بات سے ہمیں نکل کر اپنی قومی یکجہتی کے حوالے سے بات کرنی چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب رمیش سنگھ اروڑا: جناب چیئرمین! میرا point بھی یہی تھا کیونکہ اس issue پر ہماری سکھ کمیونٹی کی بڑی پریشانی ہے اور باہر image یہی جا رہا ہے کہ شاید پاکستان میں سکھوں کو اس طریقے سے protection نہیں دی جا رہی اس لئے میں نے جو کل point raise کیا تھا اس میں کسی کو criticize نہیں کیا تھا بلکہ میرا یہی point تھا کہ اگر وہاں پر سکھوں کے مسائل ہیں تو ان کو kindly address کیا جائے تاکہ overall پاکستان کا image بہتر ہو۔

جناب چیئرمین: ہم سب الحمدللہ پاکستانی اور ایک قوم ہیں۔ سردار وقاص حسن موکل صاحب!

سردار وقاص حسن موکل: بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں مختصراً اور کوشش کروں گا کہ pre budge بحث پر ہی رہوں۔ سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جو تھوڑا سا تضاد ہے میرا یہاں پر فرض بنتا ہے کہ اس کو highlight کروں۔ اس وقت جو pre budget discussion ہو رہی ہے یہ میرے علم کے مطابق ایک useless exercise ہے۔ پچھلے سال فوراً ہی حلف لینے کے بعد ایک ٹریننگ پروگرام ہوا جو PILDAT اور Ministry of Finance Punjab نے collaboration کے ساتھ پنجاب سول آفیسرز میس میں کرایا۔ وہاں سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری یا کوئی ذمہ دار فنانس ڈیپارٹمنٹ میں سے تھے جنہوں نے ایک presentation دکھائی جس میں budget cycle کے مطابق اس وقت تمام بجٹ بن چکا ہوا ہے جو صرف print اور disbursement کے لئے تیار ہے۔ ہم یہاں پر اکٹھے ہوئے ہیں اور یہاں پر تقاریر کر رہے ہیں، تجاویز دے رہے ہیں اور تنقید کر رہے ہیں لیکن ہم اس چیز پر کس لئے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں جبکہ ایک چیز پہلے ہی ہو چکی ہوئی ہے۔ میری سب سے پہلی suggestion یہی ہو گی کہ اگر ہم اس وقت ایوان کے

اجلاس میں تمام معزز ممبران اپنی سفارشات دے رہے ہیں، انہوں نے اپنا ہوم ورک کیا ہے، ریسرچ کی ہے تو اس چیز کو incorporate کیا جائے جس کے اندر option یا possibility ہو۔ اگر ایک چیز پہلے سے تیار ہو چکی ہے اور ہم یہاں پر آ کر صرف اپنے اندر کا غبار نکالنے کے لئے، تنقید کرنے کے لئے یا سفارشات اکٹھی کرنے کے لئے یہ کر رہے ہیں تو میرے خیال میں یہ ایک زیادتی ہے جس پر میں وزیر صاحب کو اور محکمہ کو ایک گزارش کروں گا کہ وہ اس کا نوٹس لیں اور may be اگلے سال کیونکہ اگلے چار سال یا جب بھی آنے والے وقت میں یہ اجلاس ہوں تو یہ اجلاس اس وقت ہوں جبکہ اس کی timing بہتر ہو۔

جناب چیئرمین! میں سفارشات کی طرف آؤں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ اہم بات یہاں پر کرنے کی یہی ہے کہ ہم وہ سفارشات مرتب کریں جو آنے والے وقت میں اس صوبے کی عوام کی بہتری کے لئے ہو۔ میں یہ کہوں گا۔۔۔

جناب رمیش سنگھ اروڑا: جناب سپیکر! مؤکل صاحب! موبائل فون سے دیکھ کر تقریر کر رہے ہیں۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! میں reminders لے رہا ہوں۔ یہاں پر تو کتابیں بھی آئی ہیں۔ یہ تو فون ہے جو کہ میں رکھ دیتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر سردار وقاص حسن مؤکل نے اپنا موبائل فون ایک طرف رکھ دیا)

جناب چیئرمین! محترم وزیر موصوف بھی تشریف لے آئے ہیں تو میں سب سے پہلے یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے بجٹ کے اندر سب سے زیادہ اہمیت اس چیز پر ہونی چاہئے کہ متعلقہ محکمہ کی capacity to utilize کیا ہے؟ ہم 70-ارب، 100-ارب یا 200-ارب روپے کی بجٹ allocation کر دیتے ہیں اور آخری وقت میں ہمیں پتا چلتا ہے کہ اس میں سے 50 فیصد استعمال ہی نہیں ہوا، 20 فیصد استعمال نہیں ہوا، محکموں کو اپنی capacity کا علم ہے، کل سکولز ایجوکیشن سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تھا کہ وہاں پر عملہ کی 200 کی capacity ہے اور 81 افراد وہاں پر ہیں۔ اگر بجٹ کی allocation بھی ہو گئی ہے تو پھر وہ باقی کے لوگ کیوں نہیں رکھے جا رہے؟ ہم taxes اکٹھے کرتے ہیں، ہم پورا سال محنت کرتے ہیں لیکن لوگ پورے نہیں رکھتے اس لئے میری یہ request ہے کہ ہم جتنا بھی allocate کریں، حکومت کو زیادہ بہتر پتا ہے کہ allocation کتنی ہونی چاہئے لیکن اس allocation کے پیچھے کوئی working بھی ہونی چاہئے کہ اگر 80 بندے ہیں تو ہم اس کے مطابق بجٹ allocate کریں۔ ہم allocation تو 200 بندوں کی کر لیتے ہیں اور پورا سال ہم 80 بندے رکھتے ہیں،

بعد میں مصیبتیں اور تکالیف بھی ہمیں ہی آتی ہیں کہ جب ہم جاتے ہیں اور ہمیں پتالگتا ہے کہ کوئی فائل آگے نہیں جارہی، کوئی کام نہیں ہورہاہے، لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے پاس سٹاف نہیں ہے، عملہ نہیں ہے تو میری پہلی یہ request ہی ہو گی کہ allocation حکومت اپنی مرضی کے مطابق کرے لیکن اس چیز کو ensure کرے کہ جو allocation ہو رہی ہے وہ lapse نہ کرے، کم زیادہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ چار سوارب روپے بھی کر دیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور کسی نے جاکر تنقید نہیں کرنی لیکن کتنے دکھ کی بات ہو گی کہ اس سال جب یہ بجٹ کی تقریر آئے گی تو ہمیں یہ آہستہ آہستہ پتالگنا شروع ہو گا کہ جو allocations ہوئی تھیں ان میں سے آدھی lapse کر گئی ہیں۔

جناب چیئرمین! اگلی بات میں economy کے point of view سے کروں گا کہ پنجاب کی بنیادی طور پر زیادہ تر آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے۔ لاہور، راولپنڈی اور فیصل آباد بڑے شہر ہیں اور شہروں کے اپنے مسائل ہیں۔ دیہات کے اپنے مسائل ہیں، یہاں پر اسمبلی کی جتنی strength ہے، یہ 70 فیصد دیہاتوں سے آئے ہیں۔ میرا تعلق بھی دیہات سے ہے اور میں یہ کہوں گا کہ بے شک شہروں کے اندر economic zones بن رہے ہیں، شہروں کے ساتھ بن رہے ہیں، یہاں پر فیکٹریاں ہیں، گیس ہے، بجلی کی بہتری ہے لیکن ان دیہات اور rural economy کے لئے بھی اس آنے والے بجٹ کے اندر کچھ considerations ہونی چاہئیں۔

جناب چیئرمین! میں چند سفارشات وزیر موصوف کے سامنے رکھوں گا اگر وہ considerations کرنا چاہیں۔ دیہاتوں میں جتنے بھی زرعی معاملات ہیں، بے شک کھاد ڈالنی ہے، پانی لگانا ہے اور بے شک وہاں پر جاکر چوکی کرنی ہے تو خواتین اس کا حصہ ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ ان خواتین کو یا ان لوگوں کو جنہوں نے خود کو دیہاتوں میں زراعت کے ساتھ attach کیا ہوا ہے، ان کی بہتری کے لئے کوئی allocation ہوں۔ ہم ہر اس چیز کو یا ہر اس سیکٹر کی مدد کرتے ہیں جس کا شاید پراپیگنڈا ہو یا جس کی highlight زیادہ ہوتی ہے، یہ وہ خاموش ورکر ہیں جو اس وقت پنجاب اور پاکستان کی back bone یعنی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب آپ کے سامنے چولستان کی مثال ہے کہ وہاں پر قحط کی سی حالت ہو چکی ہے۔ وہاں پر زراعت ہی ہے کیونکہ وہ ریگستان ہے شاید وہاں پر زراعت بھی نہ ہو سکتی ہو لیکن میں یہ کہوں گا کہ اگر ہم نے اس قوم کو، اس ملک کو اور اس صوبے کی عوام کو پالنا ہے تو ہم زراعت والوں کو strengthen کریں گے تو کل کو یہاں پر روٹی آئے گی اور یہاں پر باقی اجناس آئیں گی۔ میری زراعت کے حوالے سے آپ کی وساطت سے ایک suggestion ہو گی کہ آپ

بنائیں کہ ایک کسان اپنی جیب سے زراعت یا فصل کے لئے جتنے پیسے لگاتا ہے تو حکومت اس کے equal پیسے دے تو جب وہ اسے اپنی اس کھیتی باڑی پر اور اپنی اس فصل پر لگائے گا تو پیداوار بڑھے گی۔ farmers equity کے نام سے equity fund

جناب چیئرمین! یہ پچھلے دنوں کی ہی بات ہے، زراعت کے اندر inflation کا ایک بہت بڑا مسئلہ آ گیا تھا اور قیمتیں کہاں سے کہاں چلی گئی تھیں تو میری ایک request ہے کہ اس inflation کو curb کرنے کے لئے یا اس inflation کو in check لانے کے لئے یہ ایک consistent strategy تیار کریں اور یہ ensure کریں کہ اس وقت پورے پنجاب کے اندر جہاں جہاں پر کمی ہے اور جہاں پر support کی ضرورت ہے اور وہ automatically support آ جائے گی، اگر میرے پاس پانچ ایکڑ یا دس ایکڑ زمین ہے اور میں وہاں پر گندم لگانا چاہتا ہوں یا مکئی لگانا چاہتا ہوں اور میرے پاس دس ہزار روپے ہیں اور اگر حکومت 20 ہزار روپے یا equal matching fund میں دس ہزار روپے اور دیتی ہے تو میرے پاس 20 ہزار روپے ہو جائیں گے، میری productivity بڑھے گی اور میری yield بڑھے گی۔ میں نے وہ اپنے پاس تو نہیں رکھنا بلکہ میں نے وہ جا کر open market میں فروخت کرنا ہے اس لئے میری یہ suggestion ہے اور بے شک request سمجھ لیں کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ زمینداروں، کسانوں اور زراعت کی بہتری کے لئے آنے والے بجٹ میں یہ اصلاحات کر دیں۔

جناب چیئرمین! اگلی بات بھی میں rural economy کے point of view سے کروں گا کہ ہمارے پنجاب کے اندر historically ہر جگہ پر ایسی indigenous products ہیں کہ جن کا پوری دنیا میں کوئی مقابلہ نہیں۔ ہم سارے پنجاب والے یہاں پر بیٹھے ہیں، کمالیہ کا کھدر مشہور ہے، ملتان کی blue pottery ہے، اس کے علاوہ ہزاروں اور ایسی مثالیں ہیں جن کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ ہم بڑے بڑے انڈسٹریل یونٹس کی support کی تو بات کرتے ہیں اور ہم انہیں rebates بھی دیتے ہیں اور ہم ان کے لئے SROs بھی نکالتے ہیں لیکن کیا یہ اچھا نہ ہو کہ ہم کمالیہ کے ان مزدوروں کے لئے یا ان ہنر مند لوگوں کے لئے جو ہاتھ سے یعنی کھڈی سے کپڑا بناتے ہیں ان کے لئے بھی کچھ support کیا جائے۔ اگر ملتان کی blue pottery جو ہاتھ سے بنتی ہے، ساری دنیا میں hand-made کا ٹھپہ جہاں لگا ہو اس کی قیمت کا کوئی مقابلہ نہیں اور ہم ہاتھ کی بنی ہوئی کسی چیز کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ ہم اس طرف جا رہے ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہے۔ اگر اس وقت ہم بات کریں industrialization کی تو اس کے لئے infrastructure کی ضرورت ہے۔ اب دوبارہ سے بات sensitive ہو جائے گی لیکن

مثال اس point of view سے دے رہا ہوں کہ اگر ہم جنگلہ بس بنا رہے ہیں، sorry میٹرو بس بنا رہے ہیں، بنے اور مجھے اس سے ذاتی طور پر کوئی مسئلہ نہیں، حکومت کے پاس پیسے ہیں وہ اگر سمجھتی ہے کہ یہ بہتر ہے تو وہ کرے لیکن ایک balanced approach بھی ہونی چاہئے، ہم مانتے ہیں کہ ہماری زیادہ تر آبادی دیہات میں رہتی ہے، ہم مانتے ہیں کہ جب ان لوگوں کے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے، اگر ہم انہیں روزگار کے مواقع دیں گے، یہ بجٹ روزگار کے مواقع ہیں، اگر ہم انہیں روزگار کے مواقع دیں گے تو ڈکیتی میں کمی، fundamentals show یہاں پر باتیں ہو رہی ہیں، اس کے اندر کمی، شیعہ سنی تضاد میں کمی، جب لوگ کام کریں گے تو دھیان نہیں دیں گے، جب وہ فارغ بیٹھے ہوں گے تو ان کے پاس ہر چیز پر بات کرنے کے لئے تبصرہ ہے اور باتیں ہیں، تو وہ کریں گے اس لئے میری یہ request ہو گی کہ آنے والے بجٹ میں پنجاب میں rural economy کے اوپر وزیر موصوف ضرور دھیان دیں کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم ہر ضلع کے اندر پہنچ سکیں گے۔ اب چولستان میں مجھے معلوم ہے کہ وہاں پر خواتین ایک product بناتی ہیں جس کا نام "رلی" ہے جو کپڑے کے ٹکڑوں کو جوڑ جوڑ کر پیوند کاری کر کے وہ اپنی product بناتی ہیں۔ میں آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ چولستان کے ریگستان میں پانی پہنچانا، اللہ کرے کہ پہنچ جائے تو بڑی اچھی بات ہو گی، وہاں پر فصلیں لگ جائیں تو بڑی اچھی بات ہو گی لیکن جب ان کے پاس جیب میں پیسے آئیں گے تو وہ economy اپنے آپ کو strengthen feel کریں گے تو میں آپ کو یہ گارنٹی کے ساتھ کہنے کو تیار ہوں کہ ہمارے آدھے مسائل یہیں پر حل ہو جائیں گے۔

(اس مرحلہ پر جناب قائم مقام سپیکر سردار شیر علی گورچانی کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اپنی بات جاری رکھیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! آخر میں یہی سفارش کروں گا کہ ہمیں infrastructure کے اندر اس چیز کا دھیان رکھنا چاہئے کہ ہماری infrastructure سے related priorities ہیں، وہ again economic activity کے ساتھ linked ہوں۔ میں یہ کہوں گا کہ ہمارا infrastructure پر concentration in sink with economic corridors ہونا چاہئے۔ اس وقت پنجاب میں ایک عام perception یہ ہے کہ سیالکوٹ، وزیر آباد، ڈسکہ، گوجرانوالہ economic سنٹر ہے جبکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اسی طرح کی priorities یا اسی طرح کا کام باقی ڈویژنوں یا اضلاع تک بھی لے کر جائیں تو بہتری ہو گی۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ ابھی recently حکومت پنجاب یا

حکومت پاکستان نے ہندوستان کے ساتھ اپنی trade کے لئے یا most favourite Nation کا status دینے کی بات کی۔ یہ national level کی بات ہے لیکن میں اس میں ایک چھوٹی سی request یہ کر سکتا ہوں کہ جس طرح واہگہ بارڈر کے ساتھ ضلع قصور لگتا ہے اور ضلع قصور کے ساتھ ضلع اوکاڑہ ہے، ایک سڑک جو ایک economic corridor کے طور پر استعمال ہو سکتی ہے وہ گنڈا سنگھ سے لے کر بصیر پور تک چلتی ہے اور بارڈر کے parallel چلتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا منصوبہ ہے اور میں اگر یہ request forward کرنا چاہوں گا یا رکھنا چاہوں گا کہ اس طرح کے اگر economic corridors پر concentrate کیا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے ہر ضلع کی ہر constituency کی جو نمائندگی یہاں پر بیٹھی ہے، ان کو بہتری ملے گی۔

جناب سپیکر! ایک دو اور باتیں کرنا چاہوں گا کہ ہمیں اس بجٹ میں savings کے اوپر بھی کچھ نہ کچھ رکھنا چاہئے۔ ہم وہ قوم ہیں یا ہم وہ Nation ہیں یا ہم وہ عوام ہیں جب ہم کچھ کرتے ہیں تو ہمارے اندر civics کا concept یا saving کی بہت تھوڑی فہم ہے۔ اس طرح کے منصوبے آنے چاہئیں اور وہ بجٹ میں سے ہی آئیں گے، incentive حکومت نے ہی دینا ہے اگر عوام یا ادھر کے لوگ اس savings کی طرف concentrate کرنا شروع کر دیں گے تو actually اس سے عوام اور صوبے میں بہتری آئے گی۔ 18th amendments کے بعد صوبے بہت زیادہ خود مختار ہو گئے ہیں۔ ایک وقت تھا جب ہم صرف وفاق کی طرف دیکھتے تھے کہ وہاں سے جب پیسے آئیں گے، ویسے ابھی بھی پیسے وہیں سے آتے ہیں لیکن اب بہت زیادہ revenue collection یا بہت زیادہ responsibility صوبوں پر آگئی ہے اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس ذمہ داری کے ساتھ ہر اُن areas میں دیکھنا چاہئے جہاں پر ہم بہتری کر سکتے ہیں کیونکہ باقی تمام میرے فاضل ممبران نے شہروں پر باتیں کیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ دیہات rural economy اس کے علاوہ infrastructure اور economic corridors یہ وہ چند چیزیں ہیں جن کے اوپر آنے والے اور savings کے اوپر آنے والے بجٹ کے اندر اگر ہم کچھ رکھیں گے تو بہتری ہو گی۔ شکریہ

جناب آزاد علی تبسم:

غیروں پہ کرم اپنوں پر ستم
اے جان وفا یہ ظلم نہ کر

جناب سپیکر! اپوزیشن کے معزز ممبران کو گھنٹے گھنٹے کا وقت دیا جارہا ہے اور ہمیں پانچ منٹ کے لئے گھنٹوں کے حساب سے انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محترمہ فرحانہ افضل صاحبہ!

محترمہ فرحانہ افضل: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ پری بجٹ میں بحث کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے بے شک یہ قابل تعریف ہے کیونکہ ارکان اسمبلی اپنی تجاویز دیتے ہیں جو کہ بجٹ میں شامل کی جاتی ہیں۔ جہاں تک 2014-15 کے بجٹ کا سوال ہے تو میرے خیال کے مطابق شعبہ زراعت اور خصوصی طور پر کینو جیسی cash crop پر زور دینا چاہئے۔ میرا تعلق ضلع سرگودھا سے ہے جو کہ کینو کی پیداوار میں ملک کا سب سے بڑا علاقہ ہے۔ پورے ملک میں citrus تقریباً میری معلومات کے مطابق دو لاکھ hector رقبہ پر کاشت کیا جاتا ہے اور ضلع سرگودھا میں یہ صرف 89 thousand hectors رقبہ پر کاشت کیا جارہا ہے لیکن کئی وجوہات کی وجہ سے کچھ عرصہ سے اس کا معیار میں کافی فرق آیا ہے اور کئی قسم کی بیماریوں نے اس کو متاثر کیا ہے۔ اگر صحیح خطوط پر عمل کیا جائے تو اس کی برآمد میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے جس سے ملک کی معیشت پر مثبت اثر پڑے گا۔ میری وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ کینو کے معیار کو بہتر بنانے اور اس کی برآمد کو بڑھانے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

جناب سپیکر! اس حوالے سے میری کچھ تجاویز ہیں جو میں پیش کرتی ہوں کہ سب سے پہلے اس بجٹ میں کینو کے نمائشی پلاٹ بنانے کے لئے رقم مختص کی جائے، کینو کے کھیت کے cluster کی شکل میں بنائے جاسکتے ہیں، یہ نمائشی پلاٹ محکمہ زراعت کے زیر نگرانی رکھے جائیں اور ان کا تخمینہ بھی انہی کے سپرد کیا جائے۔ ان نمائشی پلاٹوں سے دیگر کسان بھی مستفید ہو سکیں گے۔ اس کے علاوہ کسانوں کے پاس اتنے پیسے ہیں اور نہ ہی اتنے وسائل ہیں کہ وہ کینو کی صحیح طور پر دیکھ بھال کر سکیں اس لئے میری گزارش ہو گی اور تجویز بھی ہے کہ کیڑے مار ادویات کے لئے کسانوں کو subsidy جائے تاکہ وہ اعلیٰ معیار کا کینو پیدا کر سکیں جو کہ برآمد ہو سکے۔ کینو کی برآمد میں بہت سی مشکلات درپیش ہیں اس کے لئے ہمیں نئی منڈیاں تلاش کرنی پڑیں گی اور اس کو مزید تقویت دینی پڑے گی اس کے علاوہ کینو کی پیداوار میں اضافے کے لئے میرے پاس ایک اور تجویز بھی ہے کہ ایک Citrus Development Board قائم کیا جائے جو کہ کینو کی price mechanism research اور regulation کی نگرانی کرے۔

جناب سپیکر! شعبہ زراعت کے حوالے سے میری ایک اور بھی تجویز ہے کہ گندم کی procurement price بڑھائی جائے، موجودہ procurement price صارفین کے لئے تو فائدہ مند

ہے لیکن اس سے کاشتکار کو بہت نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے حتیٰ کہ کاشت کار اب گندم اٹھانے سے بھی گریز کر رہے ہیں۔ میرے حساب سے گندم کی قیمت1500روپے فی چالیس کلوگرام مقرر کی جائے اس کے علاوہ ٹریکٹر کی قیمت بھی کم کرنے کے لئے رعائت دی جائے۔ میری وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ اعلیٰ کوالٹی کے ٹریکٹر بنانے چاہئیں جس کے لئے کوئی طریقہ اپنایا جائے کسانوں کی سہولت کے لئے ٹریکٹر کی فی یونٹ کی قیمت ایک لاکھ روپے کم کی جائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ 15-2014 کے بجٹ میں زراعت کے ساتھ ساتھ معذور افراد کی بھی معاشی سماجی اور اقتصادی ترقی پر توجہ دینی چاہئے۔ حکومت پنجاب اس حوالے سے کافی قابل تعریف کام کر رہی ہے مگر ابھی بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔1981 میں Disable Persons Employment and Rehabilitation Ordinance کے سیکشن۔5 کے تحت disabled persons کی rehabilitation کے لئے provincial council قائم کرنے کا کہا گیا تھا لیکن اس provision پر ابھی تک implement نہیں ہوا۔ یہ معزز افراد بھی ہماری طرح انسان ہیں جن کی فلاح و بہبود کے لئے مؤثر اقدامات اٹھانے چاہئیں اس لئے میری تجویز ہے کہ provincial council قائم کی جانی چاہئے اور اس کے زیر نگرانی معذور افراد کی خوشحالی کے لئے projects بنائے جائیں اور ان کے لئے بجٹ میں رقم مختص کی جائے۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ سعدیہ سہیل رانا!

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! شکریہ۔آپ لوگوں نے note کیا ہے کہ میں بار بار desk بجا رہی تھی appreciation کے علاوہ اس لئے کہ باقی سب لوگ جو بیٹھے ہیں وہ جاگتے رہیں کیونکہ منسٹر صاحب بھی سو گئے تھے بڑی مشکل سے جگایا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ نے لمبی تقریر کرنی ہے، آپ کی بھی کوئی زیادہ suggestions ہیں؟ امید ہے آپ کی مختصر suggestions ہوں گی۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! مختصر سی۔

جناب قائم مقام سپیکر: مجھے سپنے تو بہت زیادہ لگ رہے ہیں۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: نہیں نہیں، سپنے زیادہ نہیں just points ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آج آپ کی توجہ زراعت کی طرف دلانا چاہتی ہوں کیونکہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور زراعت اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے لیکن افسوس یہ ہو رہا ہے کہ ہم لوگ جو priorities set کرتے ہیں تو مجھے حکومت کی جو سب سے بڑی کمزوری نظر آتی ہے وہ priority setting ہے اس میں ہماری کچھ weakness ہیں کہ تو ہم ایسی چیزیں جو شاید اتنی ضروری نہیں ہیں ان پر پہلے توجہ دیتے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ پہلی ترجیح زراعت ہونی چاہئے کیونکہ یہ ایک زرعی ملک ہے اور اس زراعت کو ترقی دے کر آپ بہت ترقی کر سکتے ہیں اور اب یہ دیکھ لیں کہ ہم زرعی ملک ہیں لیکن اس کے باوجود ہم 500۔ارب روپے کی food items باہر سے import کرتے ہیں اور پاکستان world کا second biggest country ہے جو باہر سے eatables import کرتا ہے جو کہ ہمارے لئے ایک لمحہ فکریہ بھی ہے اور بہت شرمناک situation بھی ہے کہ ہم زرعی ملک ہو کر بھی second biggest ملک ہیں، ان eatables کی 500۔ارب amount بنتی ہے۔ دیکھیں، ہمارے ہاں جو سب سے زیادہ effect ہو رہا ہے وہ کاشتکار ہو رہا ہے۔ جیسے میری بہن نے بھی ذکر کیا کہ زمیندار 2200 روپے کی یوریا کی ایک بوری لیتا ہے لیکن جب وہی بوری آپ حکومتی لوگ لیتے ہیں تو وہ 1750 روپے کی لیتے ہیں۔ زمیندار کو تو آپ نے یہیں سے ہی گھاٹا دے دیا۔ زمیندار کو 32 سے 35 فیصد harvest loss face کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ جب ہم اپنی ایکسپورٹ کرتے ہیں، ہمارا سب سے بڑا آئٹم کاٹن ہے جس کو ہم ایکسپورٹ کرتے ہیں لیکن ہم اس کو raw material کی شکل میں ایکسپورٹ کرتے ہیں اگر ہم اس کو brand کی صورت میں کریں، clothing کی صورت میں کریں جیسا کہ بنگلہ دیش کر رہا ہے۔ اس وقت بنگلہ دیش ہم سے بہت آگے جا چکا ہے۔ اس طرح کر کے ہم 100 بلین ڈالر اپنی economy کو boost دے سکتے ہیں۔ اگر ہم کاٹن کے raw material کو چھوڑ کر اس کو brand کی صورت میں ایکسپورٹ کریں تو ہم اپنی economy کو 100 بلین ڈالر کا boost دے سکتے ہیں جو کہ بہت بڑی رقم ہے۔

جناب سپیکر! جب بات آتی ہے سبزیوں کی۔ خاص طور پر جب آلو کی کاشت ہوتی ہے اور ہمارا کاشتکار آلو کاشت کرتا ہے تو ہم اُس سے دس روپے کے حساب سے لیتے ہیں لیکن جب ہم وہی آلو انڈیا سے لیتے ہیں تو ساٹھ روپے میں لیتے ہیں۔ کیا یہ اچھا نہ ہو کہ وہ آلو ہم کاشتکار سے تیس روپے میں لیں تا کہ اس کو بھی کچھ فائدہ ہو جائے وہ بہتر improve کر سکے اور ہمارے لوگوں کو بھی آلو سستا ملے۔ یہی ٹماٹر کا حال ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں یہ اتنی بڑی کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے کہ جس کو کرنا بہت مشکل

ہے۔ ہم ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بہتر کر کے اپنی زراعت کو بہت boost کر سکتے ہیں۔ صرف زراعت ہی boost نہیں ہو گی جب زراعت طاقتور ہو گی تو آپ کا کاشتکار طاقتور ہو گا اور اس سے آپ کا ملک ترقی کرے گا۔ میں نے اس سلسلے میں ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی جو ابھی تک ایوان میں پیش نہیں ہوئی۔ میں نے اس تحریک میں ایک issue کی جانب توجہ دلانا چاہی تھی۔ محکمہ زراعت کے پاس بہت پرانے بلڈوزر تھے۔ آپ کو پتا ہے کہ جب نہروں کی بھل صفائی ہوتی ہے، نہروں کی جو sides ہوتی ہیں ان کو مضبوط کرنے اور بنانے میں بلڈوزر help کرتے ہیں۔ جب بارش کا سیزن آئے، سیلاب آئے تو وہ پانی کو دیہی علاقوں اور شہروں میں جانے سے روک سکیں۔ محکمہ زراعت کے یہ بلڈوزر بہت پرانے ہو گئے تھے۔ تین سال پہلے پنجاب حکومت کی رضامندی سے یہ decide ہوا تھا کہ یہ بلڈوزر بیچ دیئے جائیں اور اس کے عوض جو پیسا ملے وہ پنجاب گورنمنٹ کو دے دیا جائے تاکہ حکومت مزید پیسے ملا کر محکمہ زراعت کو نئے بلڈوزر provide کرے۔ وہ بلڈوزر بیچ دیئے گئے اور وہ 17 کروڑ روپے میں فروخت ہوئے۔ وہ پیسا پنجاب گورنمنٹ کو دے دیا گیا، یہ تنقید نہیں ہے بلکہ حقائق ہیں کیونکہ محکمہ بھی اس پر راضی ہے کہ بلڈوزر کی جگہ 17 کروڑ روپے کے لیپ ٹاپ لے لئے گئے۔ یہ حقیقت ہے اور اس پر محکمے نے agreement کیا ہے۔ بے شک آپ دیکھ لیجئے گا میری تحریک التوائے کار محکمے تک گئی ہے اور انہوں نے بتایا ہے کہ this is true۔ آپ ضرور لیپ ٹاپ خریدیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ نوجوانوں کو دیں لیکن اپنے اخراجات کم کر کے دیں۔ اس وقت بلڈوزروں کی اتنی ضرورت ہے کہ جنوبی پنجاب میں آپ کا ہزاروں ایکڑ رقبہ، وہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کاشتکاری کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہاں پر جو پانی کے پمپ لگے ہوئے ہیں ان میں میٹھا پانی آتا ہے۔ وہاں ہزاروں ایکڑ وہاں میں ہم چنا اگا سکتے ہیں، گندم اگا سکتے ہیں لیکن ہم نہیں اگاتے کیونکہ ہمارے پاس بلڈوزر ہی نہیں ہیں۔ ایک چھوٹی سی چیز ہے جس پر ہم کروڑوں روپے لگا رہے ہیں۔ وہی بات priority کی آ گئی ہے۔ ہمیں اپنی priorities set کرنا پڑیں گی۔

جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ سندھ حکومت کی لاپروائی سے جو قحط شروع ہوا ہے اور وہ اب ہمارے پنجاب چولستان تک آ گیا ہے۔ اگر ہم آج بھی اس چیز کو سنجیدگی سے نہیں لیں گے تو یقین مانیں کہ ہزاروں لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن سکتے ہیں۔ یہ کوئی مذاق کی بات نہیں ہے، یہ کوئی ہلکی سی بات نہیں ہے اس پر بہت serious توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تھر میں جو بچوں اور عورتوں کا اتنا برا حال ہو رہا ہے کہ وہ نقل مکانی کر رہے ہیں اور ان کے مویشی مر رہے ہیں۔ اسی طرح یہ قحط ہماری طرف آ رہا

ہے۔ ہمیں کبوتر والا حال نہیں کرنا چاہئے کہ ہم بلی دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں کہ بلی چلی جائے گی۔ آنکھیں بند کرنے سے بلی نے کہیں نہیں جانا وہ یہیں موجود ہے۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم آنے والے مسائل کا مل کر مقابلہ کریں۔ یہ بات میں صرف حکومت کو ہی نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم مل کر اس غور کریں کہ ہم بجٹ میں ایسی تجاویز رکھیں جس سے ہم اپنی زراعت کو boost کریں اور وہ علاقے جن میں قحط کی آمد آمد نظر آ رہی ہے ان کو ہم urgent base پر deal کریں۔ یہ اچھا وقت کہ سعودی عرب اور خلیجی ممالک بھی زراعت میں پاکستان کی مدد کرنے کے لئے آگے آنا چاہتے ہیں اور وہ ہماری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا بھی اس طرف رجحان ہو۔

جناب سپیکر! میں دوسری بات ہسپتالوں کی کرنا چاہوں گی۔ یہ issue بہت discuss ہوا ہے اس لئے میں زیادہ detail میں نہیں جاؤں گی کیونکہ بہت کے لوگوں نے بات کرنی ہے اور گھروں کو واپس بھی جانا ہے۔ ہم BHU's اور RHC's کو چلانے میں ناکام ہیں۔ پرائمری level پر جو آپ کے medical units ہیں انہیں آپ کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ سرکاری ہسپتالوں میں ایک ایک بستر پر کیوں دس دس مریض نہ ہوں؟ وہاں پر over burden ہے۔ اس میں ڈاکٹروں کا قصور ہے اور نہ ہی عملے کا قصور ہے بلکہ وہ over burden ہے۔ اگر ہم BHU's اور RHC's کو improve کر لیں، وہاں عملہ اچھا ہو اور ادویات ہوں۔ خاص طور پر rural areas میں ایک بہت بڑا المیہ ہے پنجاب ان میں سے نمبر 1 پر ہے کہ زچگی کے دوران خواتین کی اموات ہوتی ہیں۔ بچہ وزچہ دونوں کی اموات ہوتی ہیں۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم ایسی facilities فراہم کریں جس سے یہ اموات رک سکیں۔ میں ایک چیز کا یہاں ذکر کرنا چاہوں گی کہ خیبر پختونخوا میں ایک چیز start ہوئی ہے کہ وہاں mobile medical health units ہیں جو ایسے rural areas جہاں میڈیکل مرکز نہیں ہیں وہاں ایک لیڈی ہیلتھ ورکر یا گائنا کالوجسٹ خواتین تک پہنچتی ہے تاکہ اس طرح کی اموات کو روک سکیں۔ جو خواتین سرکاری ہسپتالوں میں اپنا باقاعدگی سے چیک اپ کرانے آتی ہیں ان کو معاوضہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ initiative لے سکیں۔ وہاں پر mother feeding پر بہت توجہ دی گئی ہے اور اس پر campaigns چلائی گئی ہے۔ اس طرح کی اچھی healthy چیزوں پر ہم سرمایہ کاری کریں۔ Gender based budget بھی رکھیں۔ یہ بجٹ خواتین کے مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا جائے۔ خاص طور پر وہ خواتین جو بے چاری گھروں سے نکل کر دارالامانوں میں پہنچتی ہیں۔ خواتین چاہے وہ حکومتی بنچوں سے ہوں یا اپوزیشن سے ہوں ہم نے خود دارالامانوں کے دورے کئے اور معائنہ کیا ہے۔

وہاں پر ایک ایک کمرے میں بارہ بارہ عورتیں رہ رہی ہوتی ہیں۔ ایک ٹائلٹ پچیس پچیس، تیس تیس عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔ان کی جگہ بہت کم ہے۔کیوں نہ ہم ایسی جگہوں کو بہتر کریں تاکہ جو بے سہارا عورتیں وہاں آتی ہیں ان کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں وہاں ان کی پڑھائی کا انتظام ہو، انہیں صحت افزا ماحول مل سکے اور ہم ان کو ایک اچھا کارگر شہری بنا سکیں۔

جناب سپیکر! ہمیں ایجوکیشن پر بھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ کل ایک سوال میری بہن کی طرف سے آیا ہوا تھا کہ ایک گاؤں "منڈیالہ وڑائچ" میں ایک سکول کی عمارت ہے جس میں دس کمرے ہیں۔ وہ تیس ہزار کی آبادی ہے اور اس سکول میں 594 بچے پڑھتے ہیں۔ سوال میں پوچھا گیا کہ کیا وہ کمرے خستہ حال ہیں؟ تو حکومت نے جواب دیا کہ جی، ہاں۔ نو کمرے خستہ حال ہیں اور ایک کمرہ بچا ہوا ہے۔ ایک محفوظ کمرے میں آپ کتنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں؟ ان بچوں کی زندگی بھی خطرے میں ہے کیونکہ عمارت بہت خستہ حال ہے۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت ڈال کر، اپنی ذاتی پسند کو promote کرنے کے لئے، ایک خاص area کو promote کرنے کے لئے خواہ وہ میٹرو بس کی شکل میں ہو، خواہ وہ دانش سکول کی شکل میں ہو ہم اس ملک کا سوچیں، دیہاتوں کا سوچیں کیونکہ ہم دیہاتوں سے ووٹ لیتے ہیں۔ یہ دیہات بھی ہمارے ہیں اور یہ شہر بھی ہمارے ہیں۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے یہی درخواست ہے کہ جو میں نے چند تجاویز دی ہیں ان کو seriously لیا جائے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ میاں محمد اعظم چیلہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا منان خان صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ شیخ علاؤالدین صاحب!۔۔۔ بھی موجود نہیں ہیں۔ عارف عباسی صاحب!۔۔۔ وہ بھی موجود نہیں ہیں۔جناب خالد غنی چودھری صاحب! آپ نے مجھے request کی تھی کہ آپ نے کہیں جانا ہے میں آپ کو ٹائم دے رہا ہوں لیکن آپ مختصر بات کریں گے۔

جناب خالد غنی چودھری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں بہت ہی مختصر بات کروں گا۔ پچھلے بجٹ اجلاس میں جب تقاریر ہو رہی تھیں تو میں نے تقریر میں اپنی چند گزارشات پیش کی تھیں اس وقت بھی وزیر خزانہ موجود تھے۔ میں نے جو تجاویز دی تھیں اور جو گزارشات کی تھیں تو ان میں سے میری کسی ایک تجویز پر بھی عمل نہیں ہوا۔ میری یہ وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہو گی کہ kindly جو میں ان کو عرض کر رہا ہوں وہ کم از کم یہ لکھ لیں اور اگر ان پر تھوڑا بہت عمل ہو سکے تو ان کی بہت زیادہ مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں نے بوائز کالج شورکوٹ سٹی کی بلڈنگ کے لئے پچھلے بجٹ تقریر میں گزارش کی تھی تو 2001 میں میرے اس کالج کی بلڈنگ کو dangeraus declare کر دیا گیا تھا لیکن میں قربان جاؤں جو ہماری سرخ فیتے والی بیوروکریسی ہے، میں نے اس پر چھ ماہ انتہائی کوشش کی جب فائل چیف منسٹر صاحب کی ٹیبل پر گئی، وہاں سے approve ہو گئی اور approve ہونے کے بعد اس سمری کو دوبارہ واپس منگوا کر میرے کالج کو اس میں سے نکال دیا گیا اور صرف یہ کہا گیا کہ یہ missing facilities میں نہیں آتی۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ جو کالج کی بلڈنگ گرنے جا رہی ہے، خدانخواستہ کل کو وہاں پر بہت بڑا حادثہ ہو سکتا ہے پھر اس کو میڈیا بھی اچھالے گا اور گورنمنٹ کی پوزیشن بھی خراب ہو گی۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: منسٹر صاحب! مہربانی فرما کر یہ note کر لیں۔

جناب خالد غنی چودھری: تو میری یہ گزارش ہے کہ جب 2001 میں بھی گورنمنٹ جس کو dangeraus declare کر رہی ہے، Planning and Development والوں نے کیس کو منظور ہونے کے بعد بھی چیف منسٹر صاحب سے کہہ دیا کہ یہ missing facilities نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر صاحب نے note کر لیا ہے۔

جناب خالد غنی چودھری: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ دوسرا میرا گرلز کالج کا مسئلہ ہے اور 1122 مسئلہ بھی چیف منسٹر نے approve کر دیا ہے یہ 14-2013 کے لئے ہے میری وزیر خزانہ سے گزارش ہو گی کہ kindly اس کو take up کر کے اس کے فنڈز جاری کریں۔ اگر نہیں تو کم از کم next budget میں 1122، گرلز کالج اور ٹی ایچ کیو شورکوٹ سٹی کی upgradation ضرور کر دیں۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ ڈاکٹر نوشین حامد صاحبہ! میرے خیال میں آپ اپنی بات مختصر کریں گی کیونکہ باقی لوگ بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! اس وقت ہمارے جو بنیادی مسائل ہیں وہ غربت بے روزگاری، مہنگائی، تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی، صحت اور تعلیم کی سہولیات کا فقدان ہے۔ اس لئے میری آپ کے توسط سے فنانس منسٹر صاحب سے استدعا ہے کہ جب بجٹ بنائیں گے تو ان مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے بجٹ کو تیار کریں۔ ہیلتھ کے حوالے سے میری تجویز یہ ہے کہ ہم لوگ اگر preventive medicine پر بجٹ کا allocation بڑھا دیں اور اگر ہم early detection پر focus کریں، rather than کہ ہم

صرف علاج معالجہ کا بجٹ بڑھائیں اور اگر ہم ان چیزوں پر focus کریں تو ہماری اپنی معیشت پر ایک بھاری بوجھ پڑتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں diabetes, hypertension, cancer اور HIV کا جو پاکستان میں بہت high prevalence rate ہے ان کی early detection اور ان کی screening کے لئے ہمارے پاس کوئی واضح نظام موجود نہیں ہے۔ اگر ہم early detection اور prevention کے لئے اپنے بجٹ میں allocation بڑھادیں تو ہم اپنے ہیلتھ سیکٹر میں جو بہت بڑا بوجھ ہے تو اس کا بوجھ کم کر سکتے ہیں۔ اسی prevention میں ایک immunization بہت اہم role play کرتی ہے مگر اس وقت immunization کا نظام درست نہیں ہے اور اس میں فائدہ سے زیادہ نقصان ہو رہا ہے۔ proper storage نہ ہونے کی وجہ سے کئی نومولود بچوں کی اموات واقع ہو رہی ہیں اس لئے اس بجٹ میں immunization کے سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے بھی بجٹ allocate کرنے کی ضرورت ہے اور جس طرح ابھی میری بہن نے ذکر کیا کہ ہمارے infant mortality rate and maternal mortality rate کا ratio بہت high ہے کیونکہ ہماری زیادہ تر آبادی دیہی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے تو اس کا علاج یہی ہے کہ ہم وہاں پر جو لوکل پرائمری ہیلتھ کیئر سسٹم ہے جو کہ BHUs ہیں ان کی حالت کو ہم بہتر بنائیں۔ اس وقت پنجاب میں تقریباً پچیس سو BHUs موجود ہیں مگر آبادی کے تناسب سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ راجن پور میں سب سے کم BHUs ہیں وہاں پر تیس ہزار لوگوں کے لئے ایک BHU ہے جبکہ فیصل آباد میں بیس ہزار لوگوں کے لئے ایک BHU ہے اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ BHU کی تعداد کو آبادی کے تناسب سے مقرر کیا جائے اور اس کے لئے مناسب بجٹ مختص کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: منسٹر صاحب! راجن پور کا بار بار ذکر ہو رہا ہے، آپ پھر اس دفعہ دیکھ لیں۔

وزیر آبکاری و محصولات / خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! worst indicators میں راجن پور آتا ہے I am sorry to say. اب BHU کی حالت کیسے بہتر ہو سکتی ہے اس کے لئے تجویز ہے جو کہ میرے خیال میں حکومت کو بار بار دی جا رہی ہے۔ اس میں بات یہ ہے کہ وہاں پر availability of Doctors کو ensure کیا جائے۔ اس کا طریق کار یہ ہے کیونکہ وہ periphery میں ہوتے ہیں اور وہاں پر ڈاکٹر جانے کے لئے تیار نہیں ہوتے تو اس کے لئے ہمیں کوئی ایسی پالیسی بنانی پڑے گی کہ ڈاکٹر وہاں پر جائیں۔ اس کے لئے تجویز یہ ہے کہ جو post graduate Doctors ہوتے ہیں ان کے College of Physician

and Surgeon کا چار سال کا کورس ہوتا ہے اگر اس میں ان کے لئے compulsory کر دیا جائے کہ وہ rotation پر چھ مہینے یا ایک سال کے لئے periphery میں serve کریں گے تو میرا خیال ہے ہمارے BHU کے ڈاکٹروں کا مسئلہ بہت حد تک solve ہو سکتا ہے اس کے لئے ان ڈاکٹروں کو incentive دینے چاہئیں اور periphery کے ڈاکٹروں کی pays definitely شہری علاقوں سے زیادہ ہونی چاہئیں۔ BHU کی facilities کو بھی upgrade کرنا چاہئے۔ ایک عام BHU چاہے وہاں ڈاکٹر موجود بھی ہو تو وہ ایمرجنسی کو handle نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں پر صرف basic medicines جیسے Panadol, Dicloran اور septeron وغیرہ موجود ہوتی ہیں جو کہ ایک ڈسپنسر بھی dispense کر سکتا ہے اور وہاں پر ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر ہم نے وہاں پر ڈاکٹر کو رکھنا ہے تو اس کے لئے ہمیں وہاں پر ایمرجنسی میڈیسن بھی رکھنی ہوں گی، ECG machine بھی رکھنی ہو گی، ایک portable digital X-ray بھی رکھنا ہو گی اور ایک چھوٹی لیب جو معمولی ٹیسٹ کے لئے ہوتی ہے وہ بھی رکھنی ہو گی۔ اگر ہم اپنے BHUs کو کامیاب بنا لیتے ہیں تو ہم اپنا ایک strong referral system قائم کر سکتے ہیں جس سے صرف BHU سے وہی لوگ آگے جائیں گے جن کی treatment وہاں نہیں ہوتی۔ اسی طرح پھر RHC سے refer ہو کر وہی جائیں گے جن کی treatment tertiary Hospital میں ہوتی ہے تو آپ کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

(اذان ظہر)

ہمارے پنجاب میں بہت سارے ایسے یونٹس ہیں جس کے لئے بڑھتے ہوئے ٹریفک حادثات جو کہ اس وقت پنجاب میں ایک بہت high ratio رکھتے ہیں اس لئے میری یہ استدعا ہے کہ اس بجٹ میں ٹراما سنٹر کے لئے بجٹ allocate کریں کیونکہ اس سے اکثر ٹریفک حادثات میں بڑھتی ہوئی معذوری کا ratio زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اگر ہم ٹراما سنٹر کے قیام کے لئے تھوڑا سا بجٹ allocate کر دیں تو یہ مسئلہ بھی کسی حد تک حل ہو سکتا ہے۔ جس وقت ہم میڈیسن کے لئے بجٹ allocate کرتے ہیں تو اس پر ایک close check رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس وقت کرپشن میڈیسن کے اندر بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ جو میڈیسن آپ کے پاس Bill میں آتی ہیں ان پر imported medicines کا بل چارج کیا جاتا ہے جبکہ لوکل میڈیسن dispense کی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن کے حوالے سے صرف ایک تجویز دینا چاہوں گی کہ جو ہماری بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور غربت ہے اس کے خاتمے کے لئے ہمیں اپنے ایجوکیشن سسٹم میں reforms

لانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے بچے ہاتھ میں ایم بی اے، بی اے اور ماسٹرز کی ڈگریاں لے کر پھرتے ہیں مگر ان کو نوکریاں نہیں ملتیں تو اس کے لئے میری تجویز ہے کہ جس طرح آپ ٹیکنیکل ایجوکیشن کو promote کر رہے ہیں اگر ہم اس کو دنیا کی successful economies کے ماڈل پر لائیں اور ہم class-V سے بچوں کو divide کر دیں کہ جن لوگوں نے آگے ٹیکنیکل ایجوکیشن میں جانا ہے ان کو ہم الگ کر دیں اور جنہوں نے یونیورسٹی ایجوکیشن کی طرف جانا ہے ان کو الگ کر دیں۔ پھر ٹیکنیکل ایجوکیشن والوں کو سکولوں کے ساتھ ساتھ ان apprenticeship کے لئے تیار کیا جائے۔ جب تک وہ سولہ سے اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچتے ہیں تو ان کو اپنے ہنر میں expertise ہونا چاہئے اور پھر جیسے ہی وہ اپنی graduation complete کریں تو وہ employment کے لئے تیار ہوں۔

جناب قائم سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! wind up کریں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: ٹھیک ہے۔ جناب والا! ایک suggestion juvenile jails کے حوالے سے ہے کہ بچوں کے لئے اس دفعہ juvenile jails کے لئے آپ لوگ ضرور funds allocate کریں کیونکہ ابھی تک ہمارے صوبہ پنجاب میں دو juvenile jails موجود ہیں۔ وہ بچے جب عادی مجرموں کے ساتھ جیل میں رہتے ہیں اور جب وہ جیل سے باہر نکلتے ہیں تو خود ان کی ذہنیت بھی مجرمانہ ہو جاتی ہے۔ وومن پولیس سٹیشن کے قیام کے لئے بھی بجٹ میں رقم مختص کی جائے کیونکہ جب وومن پولیس سٹیشن نہیں ہوتے ہیں تو خواتین کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جناب قائم سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ پلیز! wind up کریں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: اگر آپ wind up کرنے کا کہتے ہیں تو میں اس کو یہیں ختم کر دیتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! wind up کر دیں تو مہربانی ہو گی۔

ڈاکٹر نوشین حامد: بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ سردار شہاب الدین خان صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، اگلے مقرر جناب احمد شاہ کھگہ صاحب! آپ نے کہا تھا کہ میں بہت مختصر بات کروں گا تو امید ہے تھوڑا وقت لیں گے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے pre budget بحث میں حصہ لینے کا موقع فراہم کیا۔ آپ کے توسط سے وزیر خزانہ کی خدمت میں اپنے حلقہ کے بارے میں کچھ تجاویز دینا

چاہتا ہوں کیونکہ ہمارا علاقہ بہت پسماندہ ہے۔ میرا حلقہ پی پی۔229 دو سو پچاس دیہاتوں پر مشتمل ہے۔ میں تعلیم کے سلسلے میں توجہ دلانا چاہتا ہوں، میرے اس حلقہ میں اڑھائی سو دیہاتوں میں سے ماشاء اللہ کافی گاؤں ایسے ہیں جہاں سکول موجود ہیں لیکن اس کے باوجود تقریباً پندرہ یا سولہ گاؤں ایسے ہیں جن میں لڑکوں کا اور نہ ہی لڑکیوں کا کوئی پرائمری سکول موجود ہے۔ یہ کوئی دس یا بارہ کے قریب دیہات ایسے ہیں جہاں پر سکول نہیں ہیں لہذا میری تجویز ہے کہ ان کو آئندہ بجٹ میں شامل کیا جائے۔ اس کے علاوہ وزیر موصوف سے یہ گزارش بھی کرنا چاہتا ہوں کہ اس حلقہ میں تین بڑے قصبے ہیں جن میں سے ایک ملکہ ہانس بہت بڑا ہے جس کی آبادی تقریباً پچاس ہزار کے قریب ہے، نور پور جو کہ سب تحصیل ہے اور تیسرا چک شفیع ہے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ ان تینوں قصبوں میں ڈگری کالج بنائے جائیں۔ نور پور کا ساہیوال سے فاصلہ تیس کلو میٹر ہے بچیاں وہاں پر پڑھنے کے لئے جاتی ہیں۔ اسی طرح ملک ہانس کا پاکپتن سے پچیس کلو میٹر فاصلہ ہے اور چک شفیع جو کہ بڑا قصبہ ہے وہ عارف والے کے نزدیک ہے وہ بھی چو بیس کلو میٹر دور ہے اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ ان تینوں قصبوں کے لئے اگر فنڈز مختص کر دیئے جائیں تو یہ آپ کی ہمارے علاقہ پر عنایت ہو گی۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں سپورٹس کی طرف آنا چاہتا ہوں، اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ ہمارے وہ گاؤں جہاں گورنمنٹ کے رقبے پڑے ہیں وہاں پر دو دو ایکڑ رقبے اس مقصد کے لئے الاٹ کئے جائیں اور وہ تینوں قصبے جن کا میں نے پہلے ذکر کیا ملکہ ہانس میں تقریباً چار سو ایکڑ محکمہ اوقاف کا رقبہ پڑا ہے۔ ان تینوں قصبوں میں وہاں کی عوام کے لئے گراؤنڈز بہت ضروری ہیں اور وہ اس پر آپ کو دعائیں دیں گے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ میرا پورا علاقہ ہی زراعت پیشہ افراد پر مشتمل ہے اس لئے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ پی پی۔229 میں آٹھ tails ہیں یعنی آٹھ راجباہوں کے end minors ادھر ہیں، جو گاؤں tails پر واقع ہیں وہاں پانی نہیں پہنچتا۔ اس مہنگائی کے دور میں زمیندار کو اگر کوئی ہوا کا ٹھنڈا جھونکا آ رہا ہے تو وہ نہری پانی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اسی روپے ہم اس کا معاملہ، آبیانہ دیتے ہیں اور پورے چھ مہینے پانی لگاتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے اس دور میں ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن جو گاؤں tails پر واقع ہیں وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ ان آٹھ tails کے نام بھی میں بتانا چاہتا ہوں، One R minor, Two R minor, چانڑی مائنر، ملکہ ہانس مائنر، لدھو ونگا مائنر اور 32 ایس پی مائنر اس میں شامل ہیں۔ ان tails سے آگے پانچ چھ کلو میٹر کا

جو علاقہ ہے اس کو اگر پختہ کر دیا جائے تو ساٹھ ستر گاؤں کو پانی پہنچ جائے گا۔ یہ ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ہو گا جو آپ کی طرف سے آئے گا۔ میں اب گیس پائپ لائن کی طرف آتا ہوں، گیس پائپ لائن ساہیوال سے پاکپتن تک already موجود ہے، لوہاراں والی کھوئی، ملکہ ہانس، نور پور 20 ایس پی اور ایک اڈا جانو کی کے علاقے میں بھی اگر کنکشن دے دیئے جائیں اور وفاق کو بھی اس سلسلے میں سفارش کر دی جائے تو مہربانی ہو گی۔ اس کے بعد میں صحت کے متعلق گزارش کرنا چاہوں گا، میں جب ایم پی اے منتخب ہو کر آیا تھا تو پہلا سوال پبلک ہیلتھ کے متعلق کیا تھا کہ ہمارے دیہاتوں کا پانی کیسا ہے؟ جس پر آپ کے محکمہ نے رپورٹ دی ہے کہ تیس گاؤں ایسے ہیں جو بیاس کے قریب قریب ہیں وہاں پر پانی مضر صحت ہے اور خطرناک ہے اس لئے میری گزارش ہو گی کہ ان تیس گاؤں کو اگر اسی سال فلٹریشن پلانٹ کی مد میں فنڈز فراہم کر دیئے جائیں تو جناب کی بڑی عنایت ہو گی۔ میں یہ بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے دور کے ایم پی اے چودھری جاوید جو کہ دوسرے حلقہ سے تھے مگر پھر بھی انہوں نے کافی کاوش کی اور نور پور کالج کے لئے ایک directive issue کروایا تھا۔ میں اس directive کی یاد دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے، جب ہمارے حلقہ کا کوئی شہری پاکپتن جاتا ہے تو وہ ایسے ہی جیسے لاہور میں چلا گیا ہے۔ پاکپتن میں ماشاء اللہ حکومت نے بہت اچھے کام کئے ہیں، میاں محمد شہباز شریف کے پچھلے دور میں کافی کام ہوئے ہیں جسے ہم مانتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس میں سے کوئی حصہ ہمیں بھی دیا جائے تاکہ حلقہ 229 کی محرومیوں کو ختم کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! آخر میں سڑکوں کے بارے میں بات کروں گا کیونکہ میرا حلقہ دیہاتوں پر مشتمل ہے وہاں سڑکوں کا مسئلہ بہت زیادہ ہے۔ میری تین قانونگوئیاں ہیں، اس سلسلے میں آپ جتنے بھی فنڈز آسانی سے دے سکیں، میری ان سڑکوں کو بنوا دیا جائے۔ ان کے نام بہت لمبے ہیں میں آپ کو لکھ کر دے دیتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ لکھ کر دے دیں۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میری تین قانونگوئیاں ہیں ایک ملکہ ہانس، دوسری نور پور اور تیسری چک شفیع ان سے متعلقہ جتنی بھی سڑکیں عنایت کر سکیں تو بہتر ہو گا۔ یہ تقریباً دس دس کلومیٹر ہیں اور تینوں قانونگوئیوں کے لئے تیس کلومیٹر بنتی ہیں۔ یہ آپ ہمیں عنایت فرمادیں تو آپ کی نوازش ہو گی اور ہم اس کا انتظار کریں گے۔ آپ نے ہمیں بولنے کا بھی کافی حصہ دیا ہے، اگر ان تجاویز میں سے بھی

مناسب حصہ مل جائے تو بہتر ہے، عوام دعائیں دے گی اور انشاء اللہ افتتاح بھی آپ ہی سے کروائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! بہت شکریہ۔آزاد علی تبسم صاحب!

جناب آزاد علی تبسم: شکریہ۔جناب سپیکر!

جناب قائم مقام سپیکر: مجھے معلوم ہے آپ نے کافی انتظار کیا ہے لیکن امید ہے کہ مختصر بات کریں گے۔

جناب آزاد علی تبسم: جناب والا! سنا ہے کہ انتظار کا پھل میٹھا ہوتا ہے، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ جو بول رہے ہیں ماشاء اللہ میٹھا ہی بول رہے ہیں۔

جناب آزاد علی تبسم: جی، بالکل۔ شکریہ۔جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ خادم اعلیٰ پنجاب نے تعلیم، صحت اور مواصلات کے شعبوں میں بہت سارے انقلابی اقدامات کئے ہیں اور انہوں نے ہر وہ بنیادی سہولت عوام کو فراہم کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کا حق ہے۔ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ہمارے خادم اعلیٰ کے اقدامات کے حوالے سے نہ صرف باقی صوبے مثالیں دیتے ہیں بلکہ ہمارے خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے اقدامات کو بیرون ملک بھی پسند کیا جاتا ہے۔ میں ان اقدامات کی وجہ سے خادم اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے حلقہ کے عوام کے ان بنیادی مسائل کو یہاں پر discuss کروں تاکہ آنے والے بجٹ میں ان کو نظر انداز نہ کیا جا سکے بلکہ بجٹ بناتے وقت ان کا خیال رکھا جائے۔ چک جھمرہ تحصیل 1990 میں بنائی گئی ہے لیکن بدقسمتی کی بات ہے کہ بیوروکریسی نے ابھی تک چک جھمرہ تحصیل میں تحصیل کی بلڈنگ تک نہیں بنائی، تحصیلدار صاحب مارکیٹ کمیٹی کے 8x10 کے ایک چھوٹے سے کمرے میں اپنا آفس بنا کر کام چلا رہے ہیں اور اسی طرح سے اسسٹنٹ کمشنر نے ٹاؤن کمیٹی کے آفس میں اپنا دفتر بنایا ہوا ہے، ڈی ایس پی جنہوں نے چک جھمرہ میں بیٹھنا ہوتا ہے بلڈنگ نہ ہونے کی وجہ سے وہ فیصل آباد میں بیٹھتے ہیں۔آپ اندازہ کریں کہ وہاں کے لوگوں کو تحصیل کے حوالے سے جن مسائل کا سامنا ہے وہ کس قدر اذیت ناک ہوں گے کیونکہ انہیں اپنے مسائل کے حل کے لئے فیصل آباد جانا پڑتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ وہ آنے والے بجٹ میں تحصیل کمپلیکس کے لئے خصوصی طور پر فنڈز مختص کریں۔آپ کے توسط سے عرض کروں گا کہ مجھے وزیر خزانہ کی خصوصی توجہ چاہئے۔ چک جھمرہ فیصل آباد کی وہ واحد تحصیل ہے جس کو فیصل آباد سے ملانے کے لئے ایک سڑک ہے اور اس سڑک پر بھی ٹریفک بہت زیادہ ہے کیونکہ اس پر انڈسٹریل اسٹیٹ واقع ہے ۔ مواصلات کے حوالے سے میاں صاحب نے بہت سارے انقلابی اقدامات کئے ہیں فیصل آباد سے جڑانوالہ، فیصل آباد سے ستیانہ، فیصل آباد سے سمندری، فیصل آباد سے ٹھیکری والا، فیصل آباد سے چنیوٹ روڈ یہ سب ڈبل روڈ بنائے گئے ہیں جن کو ہم dual carriage way بھی کہہ سکتے ہیں۔ جہاں مختلف قصبات اور دیہاتوں میں dual carriage way بنائے گئے ہیں لیکن ہماری یہ واحد تحصیل ہے جس کو ابھی تک یہ سہولت نہیں دی گئی۔ میں جناب کے توسط سے فنانس منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ چک جھمرہ سے فیصل آباد صرف دس کلو میٹر کی سڑک باقی ہے جہاں پر dual carriage way بنانے کی ضرورت ہے ۔ اس کے لئے خصوصی طور پر فنڈز مخصوص کئے جائیں۔ تحصیل چک جھمرہ کا واحد تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال جو ہے اس کی بلڈنگ نہایت مختصر سی ہے اور چھ لاکھ کی آبادی کے لئے صرف ساٹھ بیڈز پر مشتمل یہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے۔ میں خصوصی طور پر یہ گزارش کروں گا کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال چک جھمرہ کو upgrade کر کے ایک سو بیس بیڈز کا ہسپتال بنایا جائے۔ میں یہاں پر ایک نہایت دلچسپ بات بتانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین اور بوائز چک جھمرہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اجلاس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب آزاد علی تبسم: خاص طور پر بوائز کالج میں پینے کا پانی نہیں ہے، واش رومز کے لئے پانی نہیں ہے، درجہ چہارم کے ملازم تعینات نہیں کئے گئے اس کا اپنا کوئی پرنسپل نہیں ہے، وہاں پر فرنیچر نہیں ہے لہذا میری استدعا ہے کہ گورنمنٹ ڈگری کالج برائے بوائز اور گرلز کے لئے خصوصی طور پر فنڈز مختص کئے جائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آزاد علی تبسم صاحب! بہت شکریہ

جناب آزاد علی تبسم: جناب سپیکر! میں اس کے علاوہ یہ بھی کہوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب آپ wind up کریں۔

جناب آزاد علی تبسم: جناب سپیکر! میں wind up کرتا ہوں۔ گزارش ہے کہ خاص طور پر چک جھمرہ دیہی علاقوں پر مشتمل ہے اس لئے میں چاہوں گا کہ گورنمنٹ ڈگری کالج کی بچیوں کو دیہاتوں سے لانے کے لئے دو بسوں کا اہتمام کیا جائے تاکہ دیہی علاقے کی بچیاں کالج تک اپنی تعلیم حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر! چک جھمرہ تقریباً چھ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ایک ایسی تحصیل ہے جس میں 1122 سروس کی انتہائی اہم ضرورت ہے تو میں چاہوں گا کہ اس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ باقی تجاویز لکھ کر منسٹر صاحب کو دے دیں۔ شکریہ۔ محترمہ ناہید نعیم صاحبہ

محترمہ ناہید نعیم: جناب سپیکر! یہاں پر جو بجٹ بنایا جاتا ہے اور فنڈز دیئے جاتے ہیں کیا اس میں دیہات کے لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا؟ وہاں پر کوئی کام نہیں کروایا جاتا یہاں تک کہ ترقیاتی کام تو کیا وہاں پر تو ضروری کام بھی نہیں ہوتے۔ آپ خود جا کر دیکھیں کہ جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر ہیں انہیں اٹھانے والا کوئی نہیں ہے۔ ان گندگی کے ڈھیروں پر بچے کھیل رہے ہیں جبکہ شہروں میں اتنی سہولتیں دی ہیں، اتنے بڑے بڑے پارک اور گراؤنڈز ہیں لیکن ان کے لئے کوئی ایک گراؤنڈ بھی نہیں ہے اور بچے اس گندگی میں کھیلتے ہیں لیکن اس گندگی کو اٹھانے والا کوئی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ لوگ گندا آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں کیونکہ عرصہ پچیس سال سے ڈالی جانے والی واٹر سپلائی پائپ لائنیں گل سڑ کر خستہ حال ہو چکی ہیں اور پینے کے پانی میں گٹروں کا پانی بھی شامل ہو کر گھروں تک پہنچتا ہے۔ جس پانی سے آپ اپنے کپڑے دھلوانا پسند نہ کریں دیہاتوں کے لوگ وہ پانی پینے پر مجبور ہیں۔ اس کے ساتھ پیٹ کی اتنی بیماریاں لاحق ہو چکی ہیں جن میں زیادہ تر یرقان وغیرہ ہے اور اس کا علاج اتنا مہنگا ہے کہ وہ ہر کوئی نہیں کروا سکتا۔ میری استدعا ہے کہ وہاں پر پینے کے پانی کا انتظام کیا جائے، وہاں تیس ہزار کی آبادی ہے جس میں لڑکیوں اور لڑکوں کا صرف ایک مڈل سکول ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! کہاں پر ایک سکول ہے؟ آپ کہاں کی بات کر رہی ہیں؟

محترمہ ناہید نعیم: جناب سپیکر! میں منڈیالہ وڑائچ گوجرانوالہ کی بات کر رہی ہوں کل بھی میرے اس پر سوال آئے تھے اور میں نے کہا کہ تیس ہزار آبادی کے لئے ایک سکول ہے اور وہ بھی اتنا خستہ حال ہے کہ اس کی چھتیں گرنے والی ہیں انہوں نے جواب میں صاف لکھا ہوا تھا کہ ہاں جی وہ گرنے والی ہیں۔ یہ

تو سوال کا کوئی جواب نہیں کہ ہاں جی وہ گرنے والی ہیں اور اتنی زیادہ آبادی میں بارہ ہزار بچے پڑھنے کے قابل ہیں لیکن ان میں سے سات ہزار بچے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں چونکہ اس سکول میں صرف چھ سو بچے پڑھ سکتے ہیں۔ لڑکوں کے سکول میں کافی عمارت ہے اگر یہ اسے upgrade کر کے میٹرک تک کر دیں تو وہ بچے وہاں پر جا سکتے ہیں چونکہ عمارت موجود ہے محکمہ ٹیچروں کا انتظام کر دے تو بہت مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر! یونین کونسل میں گراؤنڈ کے لئے جگہ ہے جو ویسے ہی پڑی ہے میری استدعا ہے کہ آپ اس کی طرف توجہ دیں تاکہ بچوں کے لئے کوئی گراؤنڈ ہو جائے، صاف پانی کا انتظام ہو، سکولوں کی طرف دھیان دیں۔ وہاں سکول کے لئے گورنمنٹ کا دو کنال کا رقبہ ہے اگر وہاں پر سکول بنا دیں تو بچیوں کے لئے فائدہ ہو جائے گا اور بچیاں وہاں پر پڑھ سکیں گی چونکہ آپ خود دیکھیں کہ اس ماحول میں لوگ اپنی بچیوں کو باہر نہیں بھیج سکتے اس لئے وہاں پر بچیوں کے لئے تو میٹرک تک سکول بنائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر صاحب نے note کر لیا ہے۔

محترمہ ناہید نعیم: جناب سپیکر! ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کا بھی نعرہ ہے کہ ایجوکیشن اور ہیلتھ، یہ کوئی نئی حکومت نہیں ہے پچھلے پانچ سال بھی یہ محکمے انہی کے پاس سے تھے اور یہ پورا سال بھی چلا گیا ہے لیکن وہاں پر کوئی بھی نہیں آیا، آپ جا کر گلیاں سڑکیں دیکھیں وہ جگہ جگہ ٹوٹی پڑی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! منسٹر صاحب نے note کر لیا ہے۔

محترمہ ناہید نعیم: جناب سپیکر! تیس ہزار لوگوں کے لئے BHU ناکافی ہے۔ میری استدعا ہے کہ اگر آپ وہاں پر ہسپتال نہیں بنا سکتے تو کم از کم ڈسپنسریاں تو ہر جگہ بنائیں۔ اگر ڈسپنسریاں ہوں گی تو ان لوگوں کو سہولتیں میسر آئیں گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ یہ لکھ کر دیں۔

محترمہ ناہید نعیم: یہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ لوگ شہروں کی طرف آ رہے ہیں انہیں دیہاتوں میں رہنا چاہئے۔ اگر آپ دیہاتوں میں کوئی سہولت دیں تو وہ وہاں رہیں گے نا۔ جب کوئی سہولت ہی نہیں تو وہ وہاں پر کیسے رہیں گے؟ وہاں پر اتنی جگہ پڑی ہوئی ہے اگر وہاں پر فیکٹریاں، ملیں لگائیں تو لوگوں کو سہولتیں ملیں، مزدور وہاں پر مزدوری کریں اور اپنے پیٹ بھریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! میری بات سنیں۔آپ کل دوبارہ اس پر بات کر لیجئے گا۔آج کے اجلاس کا وقت ختم ہوتا ہے لہذا اب اجلاس بروز جمعۃ المبارک 21۔مارچ 2014 صبح 9.00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔